اَلْمَنْطِقُ نِعْمَ الْعَوْنُ عَلٰی اِدْرَاكِ الْعُلُوْمِ كُلِّهَا (ابن سینا)

علمِ منطق کی مشہور کتاب مرقات کی آسان، مختصر اور جامع شرح

تحفۃ المنظور

شرح اردو

مِرقات

افادات

جامع المعقول والمنقول ولیٔ کامل استاذ العلماء حضرت مولانا

محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ

سابق مہتمم واستاذ الحدیث دار العلوم عید گاہ کبیر والا (خانیوال)

ضبط وترتیب

مولانا سراج الحق صاحب

استاذ الحدیث دار العلوم عید گاہ کبیر والا (خانیوال)

اعراب | ترجمہ | تشریح | فوائد | نقشہ جات

ناشر مکتبہ دار العلوم کبیر والا ضلع خانیوال 0300-6882535

اَلْمَنْطِقُ نِعْمَ الْعَوْنُ عَلٰی اِدْرَاکِ الْعُلُوْمِ کُلِّهَا (ابن سینا)

علمِ منطق کی مشہور کتاب مرقات کی آسان، مختصر اور جامع شرح

تحفۃ المنظور

شرح اردو

مرقات

افادات

جامع المعقول والمنقول ولی کامل استاذ العلماء حضرت مولانا

محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ

سابق مہتمم واستاذ الحدیث دار العلوم عیدگاہ کبیر والا (خانیوال)

ضبط وترتیب

ابو الاحتشام سراج الحق عفی عنہ

استاذ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا (خانیوال)

اعراب — ترجمہ — تشریح — فوائد — نقشہ جات

ادارۃ التصنیف دار العلوم کبیر والا (خانیوال)

نام کتاب .... **تحفۃ المنظور** شرح اردو قات

افادات.................... جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء

.... حضرت مولانا منظور الحقؒ

ضبط و ترتیب.................... ابوالاحتشام سراج الحق عفی عنہ

.... استاذ الحدیث دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

سرورق محمد اعجاز ظفر راجپوت، الممتاز گرافکس، ملتان

سن اشاعت مارچ 2007ء

رابطہ کیلئے

مکتبہ دار العلوم (نزد دار العلوم عیدگاہ کبیر والا)

0321-6870535

ملنے کے پتہ

عتیق اکیڈمی ملتان، کتب خانہ مجیدیہ ملتان، مکتبہ دار العلوم کبیر والا، دار العلوم جنرل سٹور کبیر والا

مکتبہ امدادیہ ملتان، مکتبہ حقانیہ ملتان، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی

اسلامی کتب خانہ کراچی، مکتبۃ العلوم کراچی، مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی

مکتبہ نعمانیہ لانڈھی کراچی، مکتبہ رحمانیہ لاہور، مکتبہ الحسن لاہور، مکتبہ صدیقیہ کبیر والا



خلاقِ عالم



الله جل جلالہ

کی بارگاہِ اقدس میں

کہ اسی کے فضل و کرم اور عنایتوں سے

یہ سب کچھ لکھنے کی ہمت و توفیق ملی

آئینہ مضامین

تحفۃ المنظور اہل علم کی نظر میں

☆ رائے گرامی ☆

ولی کامل استاذ العلماء فضیلۃ الشیخ حضرت اقدس مولانا ارشاد احمد صاحب دامت فیوضہم

مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال

مرقات منطق میں نورانی قاعدے کی حیثیت رکھتی ہے اگر طالب علم اس کو سمجھ کر پڑھے اور یاد کرلے تو شرح تہذیب اور قطبی وغیرہ میں قوانین منطق کے اجراء میں دقت محسوس نہیں کرے گا۔

عزیز صاحبزادہ مولانا سراج الحق صاحب سلمہ اللہ نے اپنے والد محترم شیخ المعقول والمنقول شہنشاہ تدریس استاذیم حضرت مولانا محمد منظور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افادات کو ان کے مخصوص انداز میں جمع کر کے ترجمہ وتشریح وفوائد کے عنوان سے مزین تحفۃ المنظور (شرح اردو مرقات) لکھ کر معلّمین ومتعلّمین پر عظیم احسان کیا ہے، منطق میں استعداد بنانے کیلئے یہ انمول تحفہ ہے جعله الله نافعا للمعلّمين والمتعلّمين۔

ارشاد احمد عفی عنہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆ رائے گرامی ☆

رأس الاتقیاء ولی کامل استاذ العلماء امام الصرف والنحو حضرت مولانا محمد حسن صاحب زید مجدہم

مدرسہ محمدیہ چوبرجی لیک روڈ لاہور

باسمہ تعالیٰ نحمده ونصلّی علی رسوله الكريم

اما بعد! میرے عزیز مخلص بھائی حضرت مولانا سراج الحق صاحب جن کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اپنے والد مکرم ومعظم جامع المعقول والمنقول محقق زماں حضرت مولانا منظور الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی وعملی اور روحانی میراث کا صحیح اور حقیقی جانشین بنایا ہے جن کی پر خلوص محنت اور کوشش کی برکت سے فن منطق کی ایک زیر نصاب مشہور کتاب شرح تہذیب کی شرح ''معراج

التہذیب'' منظر عام پر آ چکی ہے جو انتہائی سہل انداز میں لکھی گئی ہے اب انہی کے بابرکت قلم سے فن منطق کی ایک ابتدائی کتاب مرقات کی شرح تحفۃ المنظور بھی منصۂ شہود پر پہنچ چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی کی جملہ مساعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور جتنے بھی نیک ارادے ہیں اپنے خزانۂ غیب سے ان کی تکمیل کے اسباب مہیا فرمائے۔آمین!

محتاج دعاء : محمد حسن عفی عنہ

مدرسہ محمدیہ لیک روڈ چوبرجی لاہور

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆رائے گرامی☆

امام الصرف والنحو استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا محمد اسماعیل صاحب دامت فیوضہم

استاذ الحدیث دار العلوم کبیر والا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد! رسالہ ہٰذا تحفۃ المنظور شرح اردو مرقات مؤلفہ صاحبزادہ حضرت مولانا سراج الحق صاحب دامت برکاتہم مرقات کی بہترین شرح ہے وجہ اسکی اظہر من الشمس ہے کہ یہ سارا مواد استاذ نا المکرّم شیخ المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ کا ہے اور اسکی عمدگی محتاج بیان نہیں۔دنیا جانتی ہے حضرت دار العلوم کبیر والا کے علامہ ابراہیم بلیاویؒ تھے۔

اور ہمارے برادرم مولانا سراج الحق صاحب اپنے والد محترم کے خَلْقًا و خُلُقًا ،صُوْرَةً وَسِيْرَةً اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِيْهِ کے کامل مصداق ہیں۔اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنے والد صاحب کے علوم و معارف کے شائع کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائے اور خلق کثیر کو اس سے بہرہ ور ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین! فقط والسلام

دعا گو و جو: محمد اسماعیل عفی عنہ

مدرس دار العلوم کبیر والا ۱۲ شوال المکرّم اتوار ۱۴۲۴ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆رائے گرامی☆

استاذ العلماء امام الصرف والنحو حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ صاحب زید مجدہم
شیخ الحدیث جامعہ رحیمیہ ملتان ومہتمم جامعہ حفصہ للبنات جھنگ موڑ مظفر گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم اما بعد! استاذنا المعظم جامع الکمالات شہنشاہ تدریس حضرت علامہ مولانا محمد منظور الحق صاحب نوراللہ مرقدہ کا نام سنتے ہی آنکھیں عقیدت و محبت سے جھک جاتی ہیں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت اقدسؒ کو تدریس میں اجتہادی شان عطا فرمائی تھی مشکل سے مشکل ترین مقام ایک چٹکی میں ہی سمجھا دیتے تھے بلاشک وشبہ تدریس وتفہیم آپ کے گھر کی لونڈی تھی طلبہ آپ کی تقریر کو ضبط کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ آپ کے الفاظ من وعن نقل کرلئے جائیں آپ کے ہر سبق کی کاپی تیار ہوجاتی اور پھر طلبہ اور اساتذہ اس سے استفادہ کرتے میرے پاس بھی حضرتؒ کی بیضاوی شریف کی تقریر اور شرح عبدالغفور کی تقریر محفوظ ہے جو بندہ نے درسگاہ میں بیٹھ کر ضبط کی تھی جس سے بہت سے احباب استفادہ کر چکے ہیں فللّٰہ الحمد

شدید ضرورت تھی کہ حضرت اقدس کے ان جواہر پاروں کو کتابی شکل دیکر علماء وطلبا کے استفادے کیلئے شائع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرتؒ کے علمی جانشین عزیز القدر صاحبزادہ مکرم حضرت مولانا سراج الحق زید مجدہ استاذ الحدیث دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا کو کہ انہوں نے اس ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے حضرت اقدس قدس سرہ کے ان شہ پاروں کو شائع کرکے علماء، مدرسین وطلباء پر احسان عظیم فرمایا ہے اور ان شاءاللہ العزیز اب یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

دعا ہے حق تعالیٰ شانہ صاحبزادہ مکرم کی محنت کو قبول فرما کر حضرت اقدسؒ کیلئے صدقہ جاریہ بنائے آمین

عبدالرحمٰن جامی

دارالعلوم رحیمیہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆ رائے گرامی ☆

فخر الاماثل حضرت اقدس مولانا ابو الطاہر شمس الحق قمر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم جامعہ شمسیہ طاہر آباد گکڑ ہٹہ روڈ کبیر والا (خانیوال)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم !حضرت والد بزرگوار شیخ المعقول والمنقول سابق مہتمم واستاذ الحدیث دار العلوم عیدگاہ کبیر والا مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ اپنے دور میں تدریس کے شہنشاہ تھے، جس موضوع کو بھی انہوں نے پڑھایا اس کا حق ادا کر دیا، یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ اس موضوع کے امام ہیں ۔صرف، نحو، منطق، تفسیر، کتب فنون اور کتب حدیث خصوصا مسلم شریف غرضیکہ جو بھی کتاب پڑھائی اس میں مزید تشریح وتوضیح مشکل تھی اس لئے ان کو اپنے دور میں خاتم المدرسین کہا جانے لگا۔ بڑے بڑے اساتذہ بھی حضرت والد صاحب کی قلمی تقریروں سے استفادہ کرتے تھے۔

برادرم مولانا سراج الحق سلمہ جو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وارث ہیں اور دار العلوم کبیر والا میں عرصہ ۱۵ سال سے پڑھا رہے ہیں انہوں نے فرض کفایہ ادا کرتے ہوئے ہم سب بھائیوں کی طرف سے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قلمی تقریروں کو عبارت، ترجمہ اور دیگر فوائد کا اضافہ کر کے طبع کرانے کا قصد کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب فرمائے۔قبل ازیں شرح تہذیب کی شرح ''سراج التہذیب'' شائع ہو کر اہل علم حضرات کے ہاں بہت زیادہ پذیرائی حاصل کر چکی ہے اب دو اور شروحات ''سراج المنطق'' (شرح اردو ایساغوجی) اور ''تحفۃ المنظور'' (شرح اردو مرقات) کے نام سے شائع ہو رہی ہیں۔ان شاء اللہ اس کے بعد مزید حضرت والا کے قلمی شہ پاروں کو عنقریب حسب وسائل زیور طبع سے آراستہ کرایا جائے گا۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان شروحات کو بھی معلمین اور طلباء کیلئے نافع بنائے اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور برادرم سراج الحق صاحب کیلئے انہیں ذخیرۂ آخرت بنائے۔آمین!

ابو الطاہر شمس الحق قمر

مہتمم جامعہ شمسیہ کبیر والا ۱۲ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ

مختصر تذکرہ

ولی کامل شہنشاہ تدریس حضرت مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ

استاذ الحدیث وسابق مہتمم دارالعلوم کبیر والا

نام ونسب:۔ محمد منظور الحق بن نور الحق بن احمد دین بن محمد امین بن محمد اسلام بن ممدوح بن اللہ وسایا بن درگاہی۔ درگاہی کے نیچے تمام اجداد اپنے اپنے وقت کے بڑے علماء میں سے تھے۔

آپکی قوم "وانگھے فقیر" ہے اسکا مطلب ہے انوکھے بزرگ۔ کیونکہ آپکے خاندان کے اکثر افراد اولیاءاللہ اور بزرگ ترین ہستیاں تھیں۔

تعلیم:۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب حضرت مولانا نور الحق نور اللہ مرقدہ سے حاصل کی بعد ازاں اپنے چچا حضرت مولانا عبد الخالق نور اللہ مرقدہ سے کئی کتب پڑھیں موقوف علیہ اور دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا سید اصغر حسین جیسے علم کے کوہ گراں شامل ہیں رحمھم اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین

تدریس:۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ ریاض الاسلام مگھیانہ شہر جھنگ اور مدرسہ عربیہ محمدیہ نڑھال میں تدریس کی اس کے بعد اپنے چچا مولانا عبد الخالق نور اللہ مرقدہ کے دارالعلوم کبیر والا کی بنیاد رکھنے کے بعد یہاں مدرس ہوئے اور تازندگی دارالعلوم سے وابستہ رہے۔

آپ شہنشاہ تدریس تھے، چٹکیوں میں بات سمجھاتے، باحوالہ بات کرنے کی عادت تھے، طالب علموں کے سوالات پر انتہائی خوش ہوتے اور باحوالہ مکمل تشفی فرماتے، مشکل سے مشکل بات کو تمہیدی مقدمات کے ذریعے بالکل آسان بنادیتے تقطیع عبارت اور اغراضِ مصنف کو بیان کرنا آپکا خصوصی شعار تھا۔ ادب وسلیقہ ان گھٹی میں پڑا ہوا تھا صرف ونحو ان کی لونڈیاں اور منطق ان کی کنیز تھی حدیث کا درس دیتے تو علم کا ایک بحر بے کراں موجیں مارتا۔ ہر بات دل سے نکلتی اور دل پر اثر کرتی تھی

بحیثیت مہتمم دارالعلوم کبیر والا:۔ دارالعلوم کبیر والا کی بنیاد حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ مدرس دارالعلوم دیوبند نے ۱۹۵۲ء میں رکھی۔ اپنی علمی وانتظامی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ادارہ کو ایک مقام عطا کیا حضرت مرحوم کی شادی نہ تھی انہوں نے اپنے دونوں بھتیجوں حضرت مولانا محمد منظور الحق" اور حضرت مولانا ظہور الحق" کو اپنا بیٹا بنایا اور ادارہ کے نشو ونما میں اپنے ساتھ رکھا۔ حضرت مولانا عبدالخالقؒ صاحب نے اپنی زندگی ہی میں مولانا منظور الحقؒ کو اپنا جانشین بنادیا اور وہ نائب مہتمم اور ناظم کے طور پر ان کی زندگی میں کام کرتے رہے۔ اور تادم وفات نائب رہے پھر ان کی وفات کے بعد اہتمام ان کے سپرد ہوا۔ اپنے آٹھ سالہ دورِ اہتمام میں ادارہ کی وہ خدمات سرانجام دیں اور تعلیمی میدان میں وہ ترقی دی کہ اس کے اثرات آج تک بحمداللہ موجود ہیں ادارہ کو بام عروج تک پہنچایا۔ اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتوں کی بناپر دارالعلوم میں وہ تدریسی نظام جاری فرمایا جس سے بڑے بڑے مدرس و محدث پیدا ہوئے۔ دارالعلوم کا یہی وہ اساسی دور تھا جس کی وجہ سے آج تک دنیا میں دارالعلوم کا نام روشن ہے۔

حضرت کے اخلاص اور للہیت کی عظیم نظیر اور دارالعلوم کیلئے سب کچھ قربان کرنے کے جذبے کی مثال یہ ہے کہ جب دارالعلوم کبیر والا میں قائم سکول گورنمنٹ نے اپنی تحویل میں لئے جس سے دارالعلوم کا ایک وسیع رقبہ حکومت کی تحویل میں چلا گیا تو حضرت والا جن کو دارالعلوم کے مفاد کا جنون تھا انہوں نے راتوں رات مسجد کے ہال والی جگہ اور مدرسۃ البنات کی دو کنال جگہ پر قبضہ کیا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ دونوں چیزیں دارالعلوم کی شدید ضرورت ہیں۔ بعد میں جب چند شر پسند عناصر نے اس قبضہ کو ختم کرانا چاہا تو حضرت والا نے ایثار کی عظیم مثال پیش کی دارالعلوم کی خاطر اس قبضہ کو پکا کرنے کیلئے اہتمام حضرت مولانا علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اس وقت مدرس تھے ان کے سپرد کردیا تا کہ شر پسند عناصر کی توجہ ہٹائی جاسکے اور دارالعلوم کی جائیداد پر آنچ نہ آنے پائے۔

مشہور تلامذہ:۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہ شیخ الحدیث و مفتی دارالعلوم کبیر والا حضرت مولانا ارشاد احمد زید مجدہ شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم کبیر والا، حضرت مولانا محمد انور اوکاڑوی

صاحب زید مجدہ رئیس شعبۃ الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان، حضرت مولانا ظفر احمد قاسم زید مجدہ مہتمم جامعہ خالد بن ولید وہاڑی، حضرت مولانا محمد اشرف شاد زید مجدہ مہتمم جامعہ اشرفیہ مان کوٹ، حضرت مولانا سید عبد المجید ندیم زید مجدہ، حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید نور اللہ مرقدہ، حضرت مولانا محمد نواز زید مجدہ مہتمم جامعہ حنفیہ قادریہ صادق آباد ملتان، حضرت مولانا جاوید شاہ زید مجدہ وغیرہ نیز ان کے علاوہ اندرون ملک اور بیرون ملک تمام بڑے اور چھوٹے مدارس میں حضرت والا کے بالواسطہ یا بلا واسطہ شاگرد اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مختصراً حضرت والا خوب صورت انسان، متدین ومتشرع شخصیت، نامور عالم دین، پاک سیرت، باہمت، دردمند، وسیع النظر، حلیم الطبع، کریم النفس، قناعت پسند، منکسر المزاج، بردبار، ملنسار، عالی ظرف، استاد کامل، مہمان نواز اور انتظامی صلاحیتوں سے مکمل آگاہی رکھنے والے تھے۔

وفات:۔ ۱۱ رمضان المبارک بعد از نماز عصر بیماری کا شدید حملہ ہوا مغرب کی نماز باقاعدہ ادا کی۔ نماز کے بعد انگلیوں پر تسبیحات پڑھ رہے تھے انہیں تسبیحات کے دوران غشی کا حملہ ہوا اور وہی جان لیوا ثابت ہوا۔ بروز منگل ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ بمطابق ۱۲ جون ۱۹۸۴ء سہ پہر اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ احاطۂ دار العلوم میں اپنے چچا کے پہلو میں دفن ہوئے۔ خداوند عالم دونوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں برسائے۔

عرض مرتب

حَمۡدًا لِّمَنۡ جَعَلَ النُّطۡقَ سَبَبًا لِاِظۡهَارِ مَا فِی الۡقُلُوۡبِ وَالۡاَذۡهَانِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الَّذِیۡ دِیۡنُهٗ اٰخِرُ الۡاَدۡیَانِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهِ الَّذِیۡنَ سَعِدُوۡا بِمَرَاتِبِ الصُّعُوۡدِ وَالۡاِحۡسَانِ وَعَلٰی مَنۡ تَبِعَ مِنۡهَاجَهُمۡ بِالۡاِخۡلَاصِ وَالۡاِیۡقَانِ۔

اَمَّا بَعۡدُ ! قبلہ والد محترم جامع المعقول والمنقول حضرت اقدس مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ کو خداوند عالم نے تدریس کا شہنشاہ بنایا تھا جنکا فیض بحمد اللہ پاکستان ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں بلاواسطہ یا بالواسطہ پھیلا ہوا ہے۔ انکے علمی جواہر پارے آج تک انکے شاگردوں کے پاس قلمی نسخوں کی شکل میں موجود رہے ہیں جن سے کسب فیض مخصوص طبقہ ہی میں بند ہو کر رہ گیا تھا۔ بندہ نے حضرت والا کی علمی میراث کی حفاظت کا ارادہ آپکی درسی تقاریر کی اشاعت کی صورت میں کیا ہے۔ الحمد للہ اسکو علماء اور طلباء میں بندہ کی توقع سے بڑھ کر پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس سے پہلے بندہ شرح تہذیب اور ایساغوجی کی حضرت والا کی درسی تقاریر ''سراج التہذیب'' اور ''سراج المنطق'' کے نام سے شائع کر چکا ہے اب بندہ مرقات کی درسی تقریر ''تحفۃ المنظور'' آپکے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے

شرح کو کارآمد، مفید اور نفع مند بنانے کے لئے اسمیں بندہ نے عبارت بمع اعراب اور ترجمہ کا بھی اضافہ کیا ہے تاکہ اس شرح کا مطالعہ کرنے والا کتاب کا محتاج نہ ہو۔

اظہار تشکر ! بندہ ان تمام حضرات کا انتہائی ممنون ہے جنہوں نے اس شرح کی تیاری میں کسی بھی درجہ میں بندہ کے ساتھ تعاون کیا خصوصا مولانا محمد محسن کبیر والوی مدرس جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا، حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب زید مجدہم اور مولوی حفیظ اللہ مظفر گڑھی کا جنہوں

نے شرح کی کمپوزنگ اور تصحیح وغیرہ میں بندہ کا بھرپور ساتھ دیا۔

اس کتاب سے استفادہ کرنے والوں سے استدعاء ہے کہ اگر وہ اسمیں کوئی خوبی دیکھیں تو نہ صرف اس سرگشتۂ وادی جہالت، تہی مایہ و بے بضاعت کو اپنی دعوات صالحہ میں یاد رکھیں بلکہ خاص طور پر حضرت والد ماجد نور اللہ مرقدہ کی بلندی درجات کیلئے بھی دعا کریں کہ یہ انہی کی علمی زندگی کا پرتو ہے کہ بندہ اس نہج پر پہنچا ہے۔

آخر میں اس شرح کا مطالعہ کرنے والے معلّمین وطلباء سے درخواست ہے کہ اس شرح میں بندہ سے یقیناً غلطیاں رہ گئی ہونگی دوران مطالعہ ان پر مطلع ہونے کے بعد بندہ کو آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان کی تصحیح ہو سکے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس کتاب کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور حضرت والد ماجدؒ، بندہ اور دیگر معاونین کیلئے ذخیرۂ آخرت اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

ابوالاحتشام سراج الحق عفی عنہ

استاذ الحدیث دارالعلوم کبیر والا (خانیوال)

شوال المکرم ۱۴۲۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس کتاب کا نام "مِرْقَات" ہے۔ مرقاۃ باب سمع یسمع سے ہے جس کا معنی ہے چڑھنا جیسے قرآن مجید میں آتا ہے او ترقی فی السماء اور یہ اسم آلہ کا صیغہ ہے بمعنی چڑھنے کا آلہ یعنی سیڑھی (کیونکہ سیڑھی سے بھی بلندی کی طرف چڑھا جاتا ہے) یہ اصل میں مِرْقَيَةٌ تھا قال والے قانون سے یاء کو الف سے بدلا تو مِرْقَاۃ ہوگیا۔ کتاب کا یہ نام اس لئے رکھا کہ یہ کتاب بھی نہ صرف علم منطق میں بلکہ تمام علوم میں مہارت حاصل کرنے کیلئے سیڑھی کا کام دیتی ہے۔

اسی مادے سے ایک اور باب ضرب رَقٰی یَرْقِی بھی آتا ہے لیکن یہ اس باب سے نہیں ہے کیونکہ اس کا معنی ہے منتر پڑھنا جیسے قرآن مجید میں آتا ہے وقیل من راق

مرقات درس نظامی میں پڑھائی جانے والی علم منطق کی مشہور کتاب ہے جو اگلی کتب منطق کے لئے متن اور اساسی حیثیت کی حامل ہے۔ اگر اسکو پوری محنت وتوجہ سے پڑھا جائے اور اسکے قواعد وضوابط کو خوب ذہن نشین کرلیا جائے تو ان شاء اللہ اگلی کتب منطق کو سمجھنا اور فن منطق میں کمال حاصل کرنا بالکل آسان ہو جائے گا اور پھر یہ قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور تمام علوم میں معین ثابت ہوگی جو اس کے پڑھنے سے ہمارا مقصود ہے۔

فائدہ:۔ ہر علم کو شروع کرنے سے پہلے چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے ﴿۱﴾ تعریف علم: اگر تعریف علم معلوم نہ ہو تو طلب مجہول مطلق لازم آتی ہے ﴿۲﴾ موضوع علم: اگر موضوع معلوم نہ ہو تو ایک علم دوسرے سے ممتاز نہیں ہوسکتا ﴿۳﴾ غرض وغایت ومقصد: اگر علم کی غرض معلوم نہ ہو تو عبث چیز کو طلب کرنا لازم آئے گا ﴿۴﴾ واضع علم: تا کہ اس علم کی عظمت وشان دل میں اتر جائے ﴿۵﴾ تاریخ علم: تا کہ اس علم کے بارے میں عظیم الشان علماء کی محنت اور عرق ریزی کے معلوم ہونے سے دل میں اس علم کی مزید عظمت بڑھ جائے۔ ﴿۶﴾ مقام ومرتبہ علم: تا کہ اس علم کے پڑھنے کا شوق پیدا ہو جائے ﴿۷﴾ مصنفِ کتاب کا تعارف: تا کہ کتاب کی عظمت دل میں پیدا ہو جائے کیونکہ مصنِّف کی عظمت سے کتاب کی عظمت ہوتی ہے مشہور ہے کہ "بازار میں مصنِّف ﴿لکھنے والا﴾ بکتا ہے مصنَّف ﴿کتاب﴾ نہیں بکتی"۔

علم منطق بھی ایک عظیم علم ہے اس کے شروع کرنے سے پہلے بھی مذکورہ بالا چند چیزوں کا

جاننا ضروری ہے جن میں سے سوائے آخری دو (مقام و مرتبہ اور حالات مصنف) کے باقی سب کتاب میں مذکور ہیں اس لئے یہاں کتاب کو شروع کرنے سے پہلے ہم صرف حالات مصنفؒ اور علم منطق کا مقام و مرتبہ ذکر کریں گے۔

مقام و مرتبہ علم منطق:۔ علم منطق اگر چہ علوم مقصودہ میں سے نہیں لیکن مفید اور علوم آلیہ میں سے ضرور ہے۔ تعقل، ذہنی ورزش، تشحیذ اذہان، مبتدیوں کیلئے تربیت، کاملین کیلئے تکمیل فکر، عقلیت پسند ملحدین اور فلاسفہ کا رد، طرز استدلال میں پختگی حاصل کرنے، ذہنی نظم، فکری کاوش اور سلف کے علمی ذخیرہ سے مستفید ہونے کی استعداد فراہم کرنے کیلئے تحصیل منطق ضروری ہے۔ علم منطق کے بغیر قرآن کریم، سنت نبوی اور اسلام کی حکیمانہ تشریح سمجھنے سے ہم قاصر رہیں گے۔ اگر ہم امام غزالیؒ کی کتب، امام رازیؒ کی تفسیر، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی حجۃ اللہ البالغہ، حضرت امام مجدد الف ثانیؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ کی کتب اور دیگر کتب سلف سے فائدہ نہ اٹھا سکیں تو یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہوگی۔ اس لئے منطق کی تحصیل بقدر ضرورت انتہائی ضروری ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کا قول ہے کہ ''ہم تو صحیح بخاری کے مطالعہ میں جیسے اجر سمجھتے ہیں میر زاہد اور امور عامہ (کتب علم منطق) کے مطالعہ میں بھی ویسا ہی اجر و ثواب سمجھتے ہیں'' (رسالہ النور ماہ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ)

فائدہ:۔ آپ ﷺ کے دور میں اگر چہ علم منطق کوئی باقاعدہ علم کے طور پر موجود نہ تھا لیکن قرآن پاک اور احادیث پاک میں بکثرت منطقی انداز سے مدعی کو ثابت کیا گیا ہے اور منطقی انداز سے دلائل دیئے گئے ہیں یہ ایسے ہی ہے جیسے حضور ﷺ کے زمانہ میں علم نحو باقاعدہ وضع نہیں ہوا تھا بلکہ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضع فرمایا لیکن آپ ﷺ یقیناً نحوی قواعد کے مطابق فاعل کو رفع، مفعول بہ کو نصب اور مضاف الیہ کو جر وغیرہ دیا کرتے تھے۔ قرآن و حدیث سے منطقی اصطلاحات کے مطابق دلائل دینے کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں

﴿۱﴾ **ما انزل اللّٰہ علی بشر من شئ قل من انزل الکتاب الذی جآء بہ موسٰی**

اس میں سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ استعمال ہوئی ہے۔

﴿۲﴾ **لو کان فیھما الھۃ الا اللّٰہ لفسدتا**

﴿۳﴾ **لو کان فی الارض ملئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا**

ان دونوں مثالوں میں قیاس استثنائی کا ضابطہ استعمال ہوا ہے یعنی استثناء نقیض تالی ہو تو نتیجہ نقیض مقدم ہوتا ہے
﴿۴﴾ کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار اس میں صغری کبری قائم کر کے نتیجہ ثابت کیا گیا ہے

حالات مصنفؒ

اس کتاب کے مصنفؒ کا نام فضل امام اور والد کا نام شیخ محمد ارشد ہے۔ان کا نسب نامہ اس طرح ہے "فضل امام بن شیخ محمد ارشد بن حافظ محمد صالح بن ملا عبد الواجد بن عبد الماجد بن قاضی صدر الدین" لکھنؤ کے قریب ایک بستی خیر آباد میں پیدا ہوئے اسی وجہ سے انکو خیر آبادی کہتے ہیں۔ان کا شجرۂ نسب ۱۴ واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہؒ تک اور تینتیس واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے ۔

تعلیم و تدریس:۔ آپ انتہائی ذہین و فطین تھے۔علوم عقلیہ و نقلیہ مولانا سید عبد الماجد کرمانی سے حاصل کیے۔پھر دہلی میں سرکاری ملازمت اختیار کی اور قاضی کے عہدے پر فائز ہوئے اور بعد میں صدر الصدور کے عہدے پر ترقی ہوگئی ،ساتھ ساتھ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف بھی جاری رہی۔ آپ کو علوم عقلیہ اور نقلیہ میں مہارت کاملہ حاصل تھی۔

آپ بہت ہی شفیق اور نرم طبیعت کے مالک تھے،شاہ غوث علی پانی پتی لکھتے ہیں کہ مجھے فخر ہے کہ میں نے شاہ عبد العزیزؒ ،شاہ عبد القادرؒ اور مولوی فضل امامؒ جیسے محقق اساتذہ سے علم حاصل کیا ہے اور میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں مولوی فضل امامؒ کے پاس علم حاصل کرنا شروع کیا آپ جیسے شفیق استاذ کوئی اور نہ تھے اس لئے جب یہ فوت ہوگئے تو میں نے پڑھنا چھوڑ دیا۔ان کو تصوف سے بھی بہت شغف تھا اور آپ نے صلاح الدینؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر شاہ قدرت اللہؒ کے مرید ہوئے۔

انہوں نے تین شادیاں کیں جس میں سے پہلی بیوی صدر پور کی رہنے والی تھی اور اس کے بطن سے تین بیٹے فضل حق ،فضل عظیم اور فضل الرحمان پیدا ہوئے دوسری بیوی سے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں اور تیسری بیوی سے دو بیٹے پیدا ہوئے اعظم حسین اور مظفر حسین۔ان کے تمام بیٹے علوم عقلیہ اور نقلیہ کے ماہر تھے

وفات:۔ آپ ۵ رذیقعدہ ۱۲۴۰ھ بمطابق ۱۸۲۹ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

تصانیف:۔ انہوں نے کئی کتابیں لکھیں چند کے نام یہ ہیں (۱) مرقات (۲) الشفاء کی تلخیص (۳) الحاشیۃ علی الحاشیۃ الزاہدیۃ علی القطبیۃ (۴) فارسی کا قاعدہ جس کو آمد نامہ اور صفوۃ المصادر بھی کہتے ہیں ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَبْدَعَ الْاَفْلَاکَ وَالْاَرْضِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّادَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

ترجمہ:۔ سب تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے ابتداءً آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور درود پاک ہو اس ذات پر جو نبی بن چکے تھے اس حال میں کہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے اور آپ کی آل اور اصحاب سب پر۔

تشریح:۔ مصنفؒ نے قرآن پاک کی پہلی سورت، سورۃ الفاتحہ کی اقتداء اور حدیث پاک ''کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ'' کی اتباع اور سلف صالحین کا طرز اپناتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا اور حضور ﷺ پر درود شریف سے کتاب کو شروع کیا۔

یہ کتاب کا خطبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا اور حضور ﷺ پر درود شریف پر مشتمل ہے اس میں اہم الفاظ کی تشریح ہوگی۔

حمد:۔ هُوَ الثَّنَاءُ بِاللِّسَانِ عَلَی الْجَمِیْلِ الْاِخْتِیَارِیِّ عَلٰی جِهَةِ التَّعْظِیْمِ نِعْمَةً کَانَ اَوْ غَیْرَهَا ﴿وہ تعریف کرنا ہے زبان کے ساتھ اچھی اختیاری خوبی پر تعظیم کرتے ہوئے (یہ تعریف) نعمت کے مقابلے میں ہو یا نہ ہو﴾

فائدہ:۔ حمد میں چار چیزیں ہوتی ہیں ﴿۱﴾ حامد: تعریف کرنے والا ﴿۲﴾ محمود: جس کی تعریف کی جائے ﴿۳﴾ محمود علیہ: جس بات پر تعریف کی جائے ﴿۴﴾ محمود بہ: جس کے ساتھ تعریف کی جائے۔

اب حمد کی تعریف یہ ہوگی کہ محمود کے کسی عمدہ فعل اختیاری پر اس کی زبان سے تعریف کرنا جیسے کہا جائے زید عالم یہاں زبان نے زید کے ایک عمدہ فعل اور صفت علم کی تعریف کی گئی ہے جو زید کے اختیار میں ہے۔

اعتراض:۔ یہ تعریف جامع نہیں اللہ تعالیٰ نے جو خود اپنی ذات کی تعریف کی ہے اس پر یہ سچی نہیں آتی کیونکہ اللہ تعالیٰ زبان سے پاک ہیں حالانکہ وہ بھی حمد ہے؟

جواب ﴿۱﴾:۔ یہاں مطلق حمد کی تعریف نہیں بلکہ حمدِ مخلوق کی تعریف ہے حمدِ خالق اس سے خارج ہے کیونکہ الحمد پر الف لام عہد خارجی کا ہے جس سے خاص حمد، حمدِ مخلوق مراد ہے۔

جواب ﴿۲﴾: حمد کی تعریف میں جو اللسان کا لفظ مذکور ہے اس سے مراد یہ گوشت کا ٹکڑا نہیں بلکہ اللسان سے قوت تکلم مراد ہے انسان اس کو زبان سے ذکر کرتا ہے اللہ تعالی اپنی تعریف اپنی شان کے مطابق ذکر کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ حمد کے مقابلے میں تعریف کیلئے دو اور لفظ مدح اور شکر بھی استعمال ہوتے ہیں یہاں انکی تعریف بھی ذکر کی جاتی ہے تاکہ حمد کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔

مدح کی تعریف:۔ هُوَ الثَّنَاءُ بِاللِّسَانِ عَلَى الْجَمِيْلِ عَلٰى جِهَةِ التَّعْظِيْمِ نِعْمَةً كَانَ اَوْ غَيْرَهَا ﴿ وہ تعریف کرنا ہے زبان کے ساتھ کسی اچھی خوبی پر تعظیم کرتے ہوئے (یہ تعریف) نعمت کے مقابلے میں ہو یا نہ ہو﴾ یعنی ممدوح کے کسی عمدہ فعل پر اسکی زبان سے تعریف کرنا پھر اس کا ممدوح کے اختیار میں ہونا ضروری نہیں جیسے کہا جائے کہ "موتی بڑے حسین ہیں" اس میں موتیوں کا حسن انکے اختیار میں نہیں۔

شکر کی تعریف:۔ هُوَ فِعْلٌ يُنْبِئُ عَنْ تَعْظِيْمِ الْمُنْعِمِ سَوَاءٌ كَانَ بِاللِّسَانِ اَوْ بِالْاَرْكَانِ اَوْ بِالْجَنَانِ ﴿شکر ایک ایسا فعل ہے جو منعم کی تعظیم کی خبر دیتا ہے، برابر ہے کہ زبان سے ہو یا اعضاء و جوارح سے ہو یا دل سے﴾ مثلاً زید نے عمرو پر احسان کیا عمرو نے اس کی تعریف کی کہ زید بڑا سخی ہے۔

اَبْدَعَ الْاَفْلَاکَ وَالْاَرْضِيْنَ:۔ یہ اِبْدَاع سے ہے اس کا معنی ہے نئے سرے سے بنانا: مصنفؒ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی نے آسمان اور زمین کو نئے سرے سے بنایا ہے اس سے اشارہ ہے کہ آسمان اور زمین کا پہلے کوئی مادہ نہیں تھا۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔ الافلاک کو پہلے اور زمین کو بعد میں اس لئے ذکر کیا گیا کہ آسمان بمنزلِ باپ کے ہے اور زمین بمنزلِ ماں کے ہے۔ جس طرح باپ مؤثر ہے والدہ کیلئے اسی طرح آسمان بھی زمین پر اثر

ڈالتا ہے کیونکہ چاند کے اثر سے زمین سے پودے اگتے ہیں اور آفتاب کی روشنی کی وجہ سے پودے مضبوط ہوتے ہیں اور زمین ماں کی طرح ہے بلکہ ماں سے بھی زیادہ شفیق ہے کیونکہ حقیقی والدہ تو بچہ کو صرف ایک ہی غذا (دودھ) دیتی ہے لیکن یہ ہر قسم کی غذائیں دیتی ہے۔تو چونکہ آسمان بمنزل باپ کے ہے اور باپ اصل ہونے کی وجہ سے مقدم ہوتا ہے اس لئے الافلاک کو پہلے ذکر کیا گیا۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔مصنفؒ نے لفظ الافلاک ذکر کیا السمٰوات نہیں حالانکہ معنی دونوں کا ایک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ افلاک فلک سے ہے اور اس کا فارسی زبان میں معنی ہے چکر کاٹنا تو مصنفؒ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ آسمان چکر کاٹتا ہے اور یہی قدیم مناطقہ کا نظریہ ہے۔

فائدہ ﴿۳﴾:۔اَلْاَفْلَاکَ وَالْاَرْضِیْنَ دونوں جمع کے لفظ ذکر کیے ہیں اس سے اشارہ ہے کہ ان دونوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہے آسمان بھی سات ہیں اور زمینیں بھی اس کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ۔نیز اَلْاَفْلَاکَ وَالْاَرْضِیْنَ دونوں کے حروف بھی سات سات ہیں اس سے بھی سات آسمانوں اور سات زمینوں کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

والصّلوٰۃ:۔مصنفین کی عادت ہے کہ حمد وثنا کے بعد حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات انتہائی بلندی میں ہے اور ہم بہت ہی پستی میں ہیں ہم براہ راست خدا تعالیٰ سے فیض حاصل نہیں کر سکتے ایک ایسی ذات کا ہونا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ اور ہمارے درمیان واسطہ بنے اور وہ حضور ﷺ ہیں اس لئے حضور پاک ﷺ پر بھی رحمت بھیجی۔

فائدہ:۔الصلوٰۃ کا لغوی معنی دعاء ہے اور اصطلاحی معنی میں تفصیل ہے کہ اس کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو مراد رحمت ہوتی ہے، اگر نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو مراد استغفار، اگر نسبت بندوں کی طرف ہو تو مراد دعاء اور طلب رحمت، اگر نسبت پرندوں کی طرف ہو تو مراد تسبیح ہوتی ہے۔

وادم بین الماء والطین:۔اس عبارت میں مصنفؒ ایک مسئلہ بیان کر رہے ہیں کہ حضور پاک ﷺ تو اس وقت سے خاتم النبیین اور آخری نبی لوح محفوظ میں لکھے گئے تھے جب کہ حضرت آدمؑ کا

قلب بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔اس میں تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ حضور پاک ﷺ تمام انبیاء کے سردار ہیں اور سب سے پہلے ان کی روح مبارک پیدا ہوئی اور لوح محفوظ میں آپ خاتم النبیین لکھے گئے۔

وَعَلٰی اٰلِهٖ الخ:۔ مصنفؒ نے حضور ﷺ کی اولاد پر بھی صلوۃ وسلام بھیجی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کی جملہ تعلیمات کو حضرات صحابہ کرام ؓ نے نقل کیا ہے۔ہم تک جو دین پہنچا وہ حضرات صحابہ ؓ اور آل ؓ کے واسطہ سے پہنچا تو چونکہ آپ ﷺ کی آل ؓ بھی ہماری محسن ہے اسلئے ان پر بھی صلوٰۃ بھیجی ہے۔

فائدہ:۔ اٰلٌ اصل میں اَھــلٌ تھا"ہ" کو بغیر کسی قانون کے ہمزہ سے تبدیل کر دیا اءلٌ ہو گیا پھر ایمان والا قانون لگایا تو اٰلٌ ہو گیا اس کی دلیل یہ ہے کہ اٰل کی تصغیر اھیل آتی ہے اور ضابطہ ہے کہ جمع اور تصغیر دونوں اصل سے تیار ہوتی ہیں۔تو اس سے معلوم ہوا کہ اٰلٌ اصل میں اھل تھا۔

اٰل اور اھــل میں فرق:۔ ﴿۱﴾ اٰل کی اضافت ذوی العقول میں سے صرف مذکر کی طرف ہوتی ہے لہٰذا اٰل فــاطــمۃ نہیں کہا جائیگا بخلاف اھــل کے کہ وہ مذکر ومؤنث دونوں کیلئے مستعمل ہے۔

﴿۲﴾ اٰل کی اضافت مذکر میں سے شرافت اور عظمت والوں کی طرف ہوتی ہے خواہ شرافت وعظمت دین کے اعتبار سے ہو جیسے اٰل رسول یا دنیا کے اعتبار سے ہو جیسے اٰل فــرعون لہٰذا اٰل حــائــک (جولاہا) اٰل حَجَّام (نائی) نہیں کہا جائے گا بخلاف اھــل کے کہ وہ اشراف وغیر اشراف دونوں میں مستعمل ہے۔

اٰل کا مصداق صرف بنو ہاشم یا بنو ہاشم اور بنو مطلب یا ازواج مطہرات اور امہات اور داماد یا ہر تابعدار متقی پرہیزگار ہے جیسے حدیث پاک میں ہے اٰلی کل مؤمن تقی (میری آل ہر مومن پرہیزگار ہے)

تحقیق اَصْحَاب:۔ یہ جمع ہے صَحْبٌ کی جیسے اَنْھَارٌ جمع ہے نَھْرٌ کی یا جمع ہے صَحِبٌ کی جیسے اَنْمَار جمع ہے نَمِرٌ کی۔یہ صَاحِبٌ کی جمع نہیں ہے کیونکہ فاعل کی جمع افعال نہیں آتی مگر بعض کے ہاں یہ صَاحِبٌ کی جمع ہے جیسے اَشْھَادٌ جمع ہے شَاھِدٌ کی۔

صحابی: اس شخص کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں حضور ﷺ کو دیکھا ہو یا حضور ﷺ نے اس کو دیکھا ہو اور ایمان پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو۔

وَبَعۡدُ: فَهٰذِهٖ عِدَّةُ فُصُوۡلٍ فِیۡ عِلۡمِ الۡمِیۡزَانِ لَا بُدَّ مِنۡ حِفۡظِهَا وَضَبۡطِهَا لِمَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّتَذَکَّرَ مِنۡ اُولِی الۡاَذۡهَانِ وَعَلَی اللهِ التَّوَکُّلُ وَهُوَ الۡمُسۡتَعَانُ

ترجمہ:۔ اور حمد وصلوۃ کے بعد پس یہ چند فصلیں ہیں علم میزان (منطق) میں جنکا یاد کرنا اور ضبط کرنا ضروری ہے ذہینوں میں سے اس شخص کیلئے جو یاد کرنا چاہے اور اللہ ہی پر بھروسہ ہے اور اسی سے مدد مطلوب ہے۔

تشریح:۔ اس عبارت میں مصنفؒ نے کیفیت مصنّف (مرقات کے مضامین) اور اہمیت مصنّف کو بیان کیا ہے، گویا اپنی کتاب مرقات کی خصوصیات بتلا رہے ہیں کہ اس میں علم منطق کے تمام اصول آجائیں گے لیکن ہونگے بالاختصار اور فرما رہے ہیں کہ اس کو وہ شخص پڑھے اور یاد کرے جو ذہین ہو غبی نہ ہو۔

فائدہ:۔ لفظ بعد یہ ظرف ہوکر لازم الاضافۃ ہے بغیر مضاف الیہ کے ذکر نہیں کیا جا سکتا پھر اس کے مضاف الیہ میں تین صورتیں ہیں مضاف الیہ محذوف ہوگا یا مذکور پھر محذوف ہو کر نسیا منسیا ہوگا یا منوی (نیت میں باقی) اگر مضاف الیہ مذکور ہو یا محذوف ہو کر نسیا منسیا ہو تو یہ معرب ہوگا اور اسکو عوامل کے مطابق اعراب ملے گا اور اگر مضاف الیہ محذوف ہو کر منوی ہے تو یہ مبنی علی الضم ہوگا۔ اور یہاں چونکہ بعد کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے (اصل عبارت بعد الحمد و الصلوۃ ہے) اسلئے یہاں یہ مبنی علی الضم پڑھا جائیگا۔

فھذہ:۔ اس میں فاء جزائیہ ہے لیکن اس پر اعتراض ہے۔

اعتراض:۔ عام طور پر اس مقام میں فاء جزائیہ ہوتی ہے جو اَمَّا شرطیہ کے جواب میں آتی ہے یہاں اَمَّا شرطیہ تو ہے نہیں فاء جزائیہ کہاں سے آگئی؟

جواب ﴿۱﴾:۔ یہاں اَمَّا مقدر ہے۔ مقدر اسکو کہتے ہیں جو عبارت میں محذوف ہو لیکن حقیقت میں

موجود ہو اور مقدر پر ملفوظ والے احکام جاری ہوتے ہیں اسلئے اما مقدر کے جواب میں فاء لے آئے۔

جواب ﴿۲﴾:۔ مطوّل کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ بسا اوقات ربط کی بناء پر اَمَّا کو حذف کر دیا جاتا ہے اور اس کی جگہ صرف واؤ ذکر کی جاتی ہے کیونکہ اما کی طرح واؤ میں بھی ربط والا معنی ہے جس طرح اَمَّا شرطیہ شرط اور جزاء کو ملا دیتا ہے اسی طرح واؤ عاطفہ بھی معطوف علیہ اور معطوف کو ملا دیتی ہے۔ نیز اس میں اختصار بھی ہے کہ صرف ایک حرف ہے آسانی سے پڑھا جا سکتا ہے اگر اَمَّا ہوتا تو کلمہ ثقیل بن جاتا۔ الغرض واؤ اَمَّا شرطیہ کے قائم مقام ہے اس لئے فاء جزائیہ لانا درست ہے۔

مُقَدِّمَةٌ اِعْلَمْ اَنَّ الْعِلْمَ يُطْلَقُ عَلٰى مَعَانٍ اَحَدُهَا حُصُوْلُ صُوْرَةِ الشَّئِ فِى الْعَقْلِ ثَانِيْهَا اَلصُّوْرَةُ الْحَاصِلَةُ مِنَ الشَّئِ عِنْدَ الْعَقْلِ ثَالِثُهَا اَلْحَاضِرُ عِنْدَ الْمُدْرِكِ رَابِعُهَا قُبُوْلُ النَّفْسِ لِتِلْكَ الصُّوْرَةِ خَامِسُهَا اَلْاِضَافَةُ الْحَاصِلَةُ بَيْنَ الْعَالِمِ وَالْمَعْلُوْمِ

ترجمہ:۔ یہ مقدمہ ہے: جان لو کہ علم چند معانی پر بولا جاتا ہے (۱) شئی کی صورت کا عقل میں حاصل ہونا (۲) وہ صورت جو عقل کو شئی سے حاصل ہونے والی ہے (۳) وہ شئی جو مدرِک کے پاس حاضر ہو (۴) نفس کا اس صورت کو قبول کرنا (۵) عالم اور معلوم کے درمیان حاصل ہونے والی نسبت۔

تشریح:۔ کسی کتاب کی عبارت کی وضاحت سے پہلے اس کے حصے کر لئے جائیں تا کہ سمجھنے میں آسانی ہو اور اس کو اصطلاح میں تقطیع عبارت یا تحقیق اشتمالی کہتے ہیں۔ ہم بھی پہلے تقطیع عبارت کر لیتے ہیں تا کہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

تقطیع عبارت: یعنی مقدمہ کی عبارت میں مصنفؒ کیا کیا بیان کریں گے۔ تو اعلم ان العلم سے وینقسم تک علم کی تعریف بیان کی ہے وینقسم سے فصل التصور تک علم کی پہلی تقسیم کی ہے تصور اور تصدیق کی طرف نیز تصدیق کے بسیط و مرکب ہونے میں اختلاف کو بیان کیا ہے، فصل التصور سے فائدۃ تک علم کی دوسری تقسیم کی بدیہی اور نظری کی طرف تقسیم کی ہے۔ فائدۃ سے فصل ایاک تک نظر و فکر کا معنی بیان کیا ہے فصل ایاک سے اما تسمیتہ تک احتیاج الی المنطق کو بیان کیا ہے اما

تسمیتہ سے فائدۃ تک منطق ومیزان کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے فائدۃ سے فصل ولعلک تک اس علم کے واضعین کو بیان کیا ہے فصل ولعلک سے فصل موضوع تک مصنفؒ نے اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ احتیاج الی المنطق کو معلوم کرنے کے بعد منطق کی تعریف بھی واضح ہوگئی اور پھر اس کو صراحۃ ذکر بھی کر دیا فصل موضوع سے فائدۃ تک منطق کا موضوع بیان کیا ہے فائدۃ سے فصل لا شغل تک منطق کی غرض وغایت کو بیان کر کے مقدمہ کو ختم کیا ہے۔ فصل لا شغل سے اصل کتاب کو شروع کیا ہے۔ یہی ترتیب تقریباً تمام منطق کی کتابوں میں ہوا کرتی ہے۔

مقدمۃ :۔ لفظ مقدمة میں پانچ تحقیقات ہیں ﴿۱﴾ تحقیق ترکیبی: کہ اس کی ترکیب کیا ہے؟ ﴿۲﴾ تحقیق صیغوی: کہ یہ صیغہ کونسا ہے؟ ﴿۳﴾ تحقیق مأخذی: کہ یہ لفظ کس سے نکلا ہے؟ ﴿۴﴾ تحقیق معنوی: کہ اس کا معنی کیا ہے؟ ﴿۵﴾ تحقیق اشتمالی: کہ یہ مقدمہ کن چیزوں پر مشتمل ہے۔

تحقیق ترکیبی:۔ اس کی ترکیب میں بہت سے احتمال ہیں لیکن صحیح اور مختار یہی ہے کہ لفظ مقدمة کو خبر بنایا جائے مبتدا محذوف هذه سے۔ پھر مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ بن جائیگا۔

تحقیق صیغوی:۔ بعض کے نزدیک یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور بعض کے نزدیک اسم مفعول کا۔ علامہ زمخشریؒ نے لکھا ہے کہ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور یہی صحیح ہے هو مقدِّمة اور اس کا معنی ہے آگے کرنے والا۔ اس کو اسم مفعول کا صیغہ کہنا صحیح نہیں۔

سوال:۔ مقدمة تو خود آگے ہونے والا ہے آگے کرنے والا تو نہیں ہے اس لئے اسم فاعل کے اعتبار سے تو معنی غلط ہوگا۔

جواب:۔ یہ لفظ مقدِّمة باب تفعیل سے اسم فاعل ہے لیکن باب تفعیل باب تفعل کے معنی میں ہے یعنی مقدِّمة بمعنی متقدِّمة (آگے ہونے والا) ہے اب معنی صحیح ہوگا اور قرآن پاک میں بھی باب تفعیل، تفعل کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے وتبتل الیه تبتیلا میں تبتیل مصدر باب تفعل تبتّل کے معنی میں ہوکر مفعول مطلق ہے ورنہ تو ترکیب صحیح نہیں ہوتی۔

تحقیق مأخذی:۔مأخذ کا لغوی معنی ہے پکڑنے (لینے) کی جگہ۔اصطلاحی معنی ہے کسی محاورے کو دیکھ کر اس سے پکڑنا (لینا) تو یہ مقدمۃ الجیش سے ماخوذ کیا گیا ہے جس کا معنی ہے فوج کا ہراول دستہ۔جس طرح فوج کا ایک بڑا لشکر پیچھے آرہا ہو تو اس لشکر سے چند سپاہی نکال کر آگے بھیج دیتے ہیں تاکہ فوج کے آنے تک وہ کھانے پکانے رہنے سہنے کا انتظام کریں اسی طرح یہاں بھی جو آگے بڑے بڑے مسائل کتاب میں آرہے ہیں ان سے پہلے چند مسائل اس مقدمے میں درج کیے گئے تاکہ طالب العلم کو آنے والے مسائل پڑھنے میں آسانی ہو۔

فائدہ:۔مأخذ اور اشتقاق میں فرق ہے دونوں ایک چیز نہیں ہیں۔مأخذ کا معنی ہے کسی محاورے سے لینا اور اشتقاق کا معنی ہوتا ہے کسی کلمے کو مصدر سے بنانا۔

تحقیق معنوی:۔مقدمۃ کا لغوی معنی تو ماقبل میں گزر چکا ہے یعنی آگے ہونے والا (باب تفعل کے معنی میں کر کے) اور منطقیوں کی اصطلاح میں مقدمہ کی دو قسمیں ہیں مقدمۃ العلم اور مقدمۃ الکتاب۔عام طور پر منطقی صرف مقدمۃ العلم کو بیان کرتے ہیں اور یہاں بھی صرف اسی کو بیان کیا ہے۔''تعریف فن،موضوع فن اور غرض وغایت فن'' ان تین چیزوں کو معلوم کرنے کا نام مقدمۃ العلم ہے اور علم کا شروع کرنا انہی تین چیزوں پر موقوف ہے گویا کہ مقدمۃ العلم موقوف علیہ ہے کیونکہ اگر ان تین چیزوں کو نہ جانا جائے تو فن کا اصل مقصد ہی سمجھ میں نہیں آئیگا۔اور مقدمۃ الکتاب کلام کے اس حصے کا نام ہے جس کو مقصود سے پہلے ذکر کیا جائے تاکہ کتاب سے مناسبت ہو جائے اور کتاب کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

تحقیق اشتمالی:۔اس مقدمے میں یہی تین چیزیں ''تعریف منطق،موضوع اور غرض وغایت'' بیان ہونگی۔منطق کی تمام کتابوں شرح تہذیب،قطبی،وغیرہ میں بھی مقدمہ میں یہی تین چیزیں بیان کی جاتی ہیں۔اور ان کے بیان کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پہلے احتیاج الی المنطق کو ذکر کریں کہ ہم منطق کی طرف محتاج کیوں ہیں؟ اس کے ضمن میں تعریف اور غرض وغایت معلوم ہو جائیگی اور موضوع کو پھر مستقلا الگ ذکر کریں۔

چنانچہ منطقی کہتے ہیں کہ احتیاج الی المنطق کا جاننا موقوف ہے علم کی دو تقسیموں پر، جب تک علم کی دو تقسیمیں معلوم نہ کی جائیں احتیاج الی المنطق سمجھ نہیں آئیگا اور علم کی تقسیمیں موقوف ہیں تعریف پر جب تک تعریف کو معلوم نہ کیا جائے علم کی تقسیمیں سمجھ نہیں آئیں گی۔ اسی ترتیب پر منطقی سب سے پہلے علم کی تعریف بیان کرتے ہیں پھر علم کی پہلی تقسیم پھر دوسری تقسیم پھر احتیاج الی المنطق کو بیان کرتے ہیں۔ جب یہ چاروں چیزیں بیان ہو جاتی ہیں تو منطق کی تعریف اور غرض وغایت واضح ہو جاتی ہے اور اس کے بعد آخر میں پانچویں نمبر پر موضوع کو بیان کرتے ہیں اور اسی پر مقدمۃ العلم ختم ہو جاتا ہے۔

اعتراض:۔ بقیہ علوم میں تو سب سے پہلے علم کی تعریف اور غرض وغایت بیان کرتے ہیں مگر منطق میں اس کے خلاف کیوں ہے؟

جواب:۔ اصل میں علم منطق کی تعریف کا سمجھنا موقوف ہے احتیاج الی المنطق پر اور احتیاج الی المنطق کا سمجھنا نظر وفکر پر موقوف ہے اور نظر وفکر کا سمجھنا موقوف ہے بدیہی، نظری پر اور بدیہی، نظری کا سمجھنا تصور وتصدیق پر موقوف ہے اور تصور اور تصدیق کا سمجھنا علم کے معنی سمجھنے پر موقوف ہے اور موقوف علیہ پہلے اور موقوف بعد میں ہوا کرتے ہیں اسلئے ہم نے پہلے موقوف علیہ بیان کئے بعد میں موقوف کو بیان کیا

علم کی تعریف:۔ علم کی تعریف میں اولاً تین مذہب ہیں۔

﴿۱﴾ امام فخر الدین رازیؒ کے ہاں علم بدیہی ہے اور بدیہی کی تعریف نہیں ہوا کرتی لھذا اس کی تعریف نہیں ہے۔

﴿۲﴾ امام ابو حامد غزالیؒ کے ہاں علم نظری ہے اور نظری ہو کر متعسر التعریف ہے یعنی اس کی تعریف مشکل ہے ہو ہی نہیں سکتی۔

﴿۳﴾ جمہور حکماء کے ہاں علم نظری ہے اور ممکن التعریف ہے یعنی اس کی تعریف ہو سکتی ہے۔

پھر وہ تعریف کیا ہے؟ اسکے بارے میں پانچ مذہب ہیں جن کو مصنفؒ نے معانٍ الخ سے بیان کیا ہے لفظ معانٍ میں (نون تنوین کو شمار کر کے) پانچ حرف ہیں اس سے بھی اشارہ کر دیا کہ اسکے پانچ معانی ہیں۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔علم کی تعریف میں حکماء کا اختلاف ہے۔اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے دماغ کی جو کوٹھڑی بنائی ہے یہ بھی ایک آئینہ ہے فرق یہ ہے کہ آئینہ میں صرف محسوس مبصر چیزیں آسکتی ہیں جس کی طرف کردو اس کی شکل اس میں آجائیگی۔لیکن غیر محسوس اور نہ دکھائی دینے والی چیزیں اس میں نہیں آسکتیں جیسے محبت، عشق، دشمنی، بغض وغیرہ لیکن اللہ تعالی نے جو دماغ کی کوٹھڑی بنائی ہے اس میں محسوس وغیر محسوس سب چیزیں آسکتی ہیں۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔آئینہ کس چیز کی طرف کریں تو (۱) اس کی شکل اس میں حاصل ہوجائے گی گویا اس میں نمونہ کا حاصل ہونا معنی مصدری پایا گیا (۲) اس چیز کی صورت آئینہ میں داخل ہوجائے گی (۳) وہ چیز جو اس آئینے میں ہے وہ حاضر (سامنے) بھی ہوگی (۴) وہ آئینہ اس سامنے والی شکل کو قبول کرے گا (۵) اس آئینے اور اس چیز کے درمیان ایک نسبت بھی ہوگی۔خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی آئینے میں چیز ہوگی اس میں یہ پانچوں باتیں ضرور ہوں گی۔جیسے زید کی طرف ہم نے آئینہ کیا تو اس میں (۱) اس کی شکل کا نمونہ اس آئینہ میں حاصل ہوگیا (۲) زید کی شکل اس آئینے میں گھس گئی ہے (۳) زید سامنے موجود بھی ہے تبھی اسکی شکل اس آئینے میں آئی ہے اگر کہیں اِدھر اُدھر ہو جاتا تو شکل اس آئینے میں نہ آتی (۴) آئینہ نے زید کی شکل کو قبول بھی کیا ہے اگر آئینہ مدہم ہوتو زید کی شکل کو قبول نہیں کرے گا (۵) اس آئینے اور زید میں ایک نسبت بھی موجود ہے۔اسی طرح اللہ تعالی نے جو آپ کو عقل دی ہے اس کی مثال بھی یہی ہے کہ آپ کسی چیز کا علم حاصل کریں گے تو اس میں بھی یہ پانچوں چیزیں ضرور پائی جائیں گی (۱) جس چیز کا علم جان رہے ہوں گے اس کا نمونہ عقل کو حاصل ہوگا (۲) وہ چیز اس عقل کے اندر گھس جائے گی (۳) وہ عقل کے سامنے بھی ہوگی (۴) اس چیز کو عقل قبول بھی کرے گی (۵) اس چیز اور عقل میں ایک قسم کی نسبت بھی ہوگی۔

فائدہ:۔علم کی تعریف میں پانچ مذہب ہیں۔اس بات میں تمام حکماء کا اتفاق ہے کہ جس چیز کا بھی ہم علم حاصل کریں گے تو اسمیں یہ پانچ باتیں ضرور پائی جائیں گی لیکن اختلاف اس بات میں ہے کہ علم ان میں سے کس چیز کا نام ہے؟

مذاہب خمسہ:۔ (۱) بعض حکماء کہتے ہیں کہ علم ان پانچ میں سے پہلی چیز کا نام ہے یعنی نمونہ کا عقل میں حاصل ہونا (۲) بعض نے کہا کہ علم دوسری چیز کا نام ہے (۳) بعض نے کہا کہ علم تیسری چیز کا نام ہے (۴) بعض نے کہا کہ علم چوتھی چیز کا نام ہے (۵) بعض نے کہا کہ علم پانچویں چیز کا نام ہے۔ چنانچہ انہی پانچ مذاہب کو مصنفؒ نے عبارت میں بیان کیا ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلا مذہب:۔ حصول صورة الشئ فی العقل۔ شئ کی صورت اور نمونہ کا عقل میں حاصل ہو جانا۔

دوسرا مذہب:۔ الصورة الحاصلة من الشئ عند العقل۔ صورت جو شئ سے عقل میں حاصل ہونے والی ہے ﴿گھس جانا صورۃ کا عقل میں﴾

تیسرا مذہب:۔ الحاضر عند المدرک۔ صورت کا عقل کے سامنے حاضر ہونا۔

چوتھا مذہب:۔ قبول النفس لتلک الصورة۔ عقل کا صورت کو قبول کر لینا۔

پانچواں مذہب:۔ اَلْاِضَافَةُ الْحَاصِلَةُ بَیْنَ الْعَالِمِ وَالْمَعْلُوْمِ یہ متکلمین کا مذہب ہے وہ کہتے ہیں کہ جس چیز کا علم حاصل کیا جا رہا ہوگا اس کو معلوم اور علم حاصل کرنے والے کو عالم کہتے ہیں اور اس عالم اور معلوم کے درمیان جو تعلق ہے اس کا نام علم ہے۔

وَیَنْقَسِمُ عَلٰی قِسْمَیْنِ اَحَدُھُمَا یُقَالُ لَهُ التَّصَوُّرُ وَثَانِیْھُمَا یُعَبَّرُ عَنْهُ بِالتَّصْدِیْقِ اَمَّا التَّصَوُّرُ فَھُوَ الْاِدْرَاکُ الْخَالِیْ عَنِ الْحُکْمِ وَالْمُرَادُ بِالْحُکْمِ نِسْبَةُ اَمْرٍ اِلٰی اَمْرٍ اٰخَرَ اِیْجَابًا اَوْ سَلْبًا وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِیْقَاعًا اَوْ اِنْتِزَاعًا وَقَدْ یُفَسَّرُ الْحُکْمُ بِوُقُوْعِ النِّسْبَةِ اَوْلَا وُقُوْعِھَا کَمَا اِذَا تَصَوَّرْتَ زَیْدًا وَحْدَهٗ اَوْ قَائِمًا وَحْدَهٗ مِنْ دُوْنِ اَنْ تُثْبِتَ الْقِیَامَ لِزَیْدٍ اَوْ تَسْلُبَهٗ عَنْهُ

ترجمہ:۔ علم کی دو قسمیں ہیں ایک کو تصور کہا جاتا ہے اور دوسری کو تصدیق سے تعبیر کیا جاتا ہے بہر حال تصور تو وہ ایسا ادراک ہے جو حکم سے خالی ہو اور حکم سے مراد ایک چیز کی دوسری چیز کی طرف نسبت کرنا ہے اثبات کے طور پر ہو یا سلب کے طور پر اور اگر تو چاہے تو کہہ کہ واقع (ثابت) کرنے کے اعتبار سے ہو یا کھینچ لینے (نفی کرنے) کے اعتبار سے۔ اور کبھی حکم کی تفسیر وقوع نسبت یا لا وقوع سے کی جاتی ہے

جیسا کہ جب تو صرف زید یا صرف قائم کا تصور کرے بغیر اس کے کہ زید کیلئے قیام ثابت کرے یا اس سے قیام کی نفی کرے۔

تشریح:۔ علم کی تعریف کے بعد علم کی پہلی تقسیم فرما رہے ہیں اور چونکہ اس تقسیم میں حکم کا لفظ آیا ہے تو اس کی تعریف وتوضیح بھی فرمادی ہے۔

فائدہ:۔ منطقی کہتے ہیں کہ عقل انسانی کے تین بطن (حصے) ہیں۔

بطن اول: اس کی دو جانبیں ہیں پہلی جانب میں حس مشترک ہے پھر اس کے تحت پانچ حواس ہیں ﴿۱﴾ قوت باصرہ (دیکھنے والی) ﴿۲﴾ قوت سامعہ (سننے والی) ﴿۳﴾ قوت شامہ (سونگھنے والی) ﴿۴﴾ قوت ذائقہ (چکھنے والی) ﴿۵﴾ قوت لامسہ (چھونے والی)

یہ پانچ حواس اس حس مشترک کو فوراً خبر پہنچاتے رہتے ہیں مثلاً زید آیا تو قوت باصرہ نے فوراً حس مشترک کو اطلاع دی کہ زید آ گیا ہے اور بطن اول کی دوسری جانب میں خزانہ خیال ہے یہ حس مشترک کے تابع ہے مثلاً زید کو دیکھے کچھ مدت ہوگئی تھی کسی نے کہا کہ زید آ چکا ہے ہم نے سوچا تو حس مشترک میں کچھ نہیں تھا البتہ حس مشترک نے خزانہ خیال سے زید کے خیالات کو اٹھایا تو معلوم ہوا کہ فلاں ہے۔

بطن ثانی: اسکی بھی دو جانبیں ہیں پہلی جانب میں قوت عاقلہ ہے اور دوسری جانب میں قوت وہمیہ ہے۔ قوت عاقلہ مشورہ دیتی ہے اور قوت وہمیہ وہم پیدا کرتی ہے مثلاً رات کا وقت ہے کمرے کے اندر اندھیرا ہے اور ایک آدمی سویا ہوا ہے زید کو قوت عاقلہ نے مشورہ دیا کہ تم بھی جا کر سو جاؤ اُدھر قوت وہمیہ نے کہا کہ نہ جاؤ اندھیرا ہے کوئی بلا وغیرہ نہ ہو۔ عام طور پر قوت وہمیہ قوت عاقلہ سے زیادہ تیز ہوتی ہے

بطن ثالث:۔ اس میں قوت حافظہ ہے جو معلومات کا ذخیرہ کرتی ہے اور بوقت ضرورت بات یاد دلاتی ہے۔

اقسام علم

اصل میں علم کی سولہ قسمیں ہیں جن میں سے بعض تصورات اور بعض تصدیقات ہیں وہ سولہ قسمیں یہ ہیں۔ (۱) احساس (۲) تخیل (۳) توہم (۴) تعقل (۵) مرکب ناقص (۶) مرکب انشائی (۷) تخییل (۸) وہم (۹) شک (۱۰) تکذیب (۱۱) ظن (۱۲) جہل مرکب (۱۳) تقلید (۱۴) عین الیقین (۱۵) علم الیقین (۱۶) حق الیقین۔

وجہ حصر:۔ معلوم چیز جس کو مدرَک بھی کہتے ہیں مفرد ہوگی یا مرکب، اگر مفرد ہے تو دو حال سے خالی نہیں جزئی ہوگی یا کلی، اگر جزئی ہے تو وہ محسوس، مبصر ہوگی یا معنوی، اگر جزئی محسوس، مبصر ہے تو دو حال سے خالی نہیں اس کا ادراک حواس ظاہرہ سے ہو تو اس کو احساس کہتے ہیں مثلاً زید کو دیکھ کر زید کا علم ہوا یہ زید کا احساس ہے، اگر جزئی محسوس، مبصر ہے اور اس کا احساس حواس باطنہ کے ذریعے ہو تو اس کو تخیل کہتے ہیں مثلاً آپ نے زید کو دیکھا اور وہ چلا گیا پھر کسی نے زید کے بارے میں پوچھا آپ نے ذہن پر زور دیا تو زید کی جو صورت ذہن میں آئی یہ زید کا تخیل ہے۔

اگر مدرَک مفرد اور جزئی ہے مگر محسوس، مبصر نہیں بلکہ معنوی ہے تو اس کو توہم کہتے ہیں جیسے زید کی محبت یہ مفرد اور جزئی ہے لیکن معنوی ہے۔ اگر مدرَک کلی ہے تو اس کو تعقل کہتے ہیں مثلاً محبت اور نفرت کا مطلقاً مفہوم یہ کلی ہے۔ گویا کہ جب مدرَک مفرد ہو تو اس کی چار قسمیں ہیں احساس، تخیل، توہم اور تعقل۔

اگر مدرک مرکب ہے تو دو حال سے خالی نہیں مرکب تام ہوگا یا ناقص، اگر مرکب ناقص ہے تو یہ علم کی پانچویں قسم ہے۔ اگر مرکب تام ہے تو خبری ہوگا یا انشائی، اگر انشائی ہے تو یہ چھٹی قسم ہے۔ اگر خبری ہے تو اس میں حکم لگایا جائیگا یا نہیں، اگر حکم نہ لگایا جائے تو اس کو تخییل کہتے ہیں۔ اگر حکم لگایا جائے تو پھر تین حال سے خالی نہیں وہ حکم سچا ہوگا یا جھوٹا یا دونوں احتمال ہوں گے، اگر جھوٹا ہو تو اس کو تکذیب کہتے ہیں اگر دونوں احتمال ہوں تو پھر دونوں احتمال برابر ہوں گے یا ایک جانب راجح ہوگی اور دوسری جانب مرجوح، اگر دونوں احتمال برابر ہوں تو اسے شک کہتے ہیں، اگر دونوں احتمال برابر نہ ہوں تو جانب راجح کو ظن، اور جانب مرجوح کو وہم کہتے ہیں اور اگر وہ حکم سچا ہے تو وہ مطابق للواقع (واقعہ کے مطابق) ہوگا

یا نہیں ،اگر مطابق للواقع نہیں ہے تو اس کو جہل مرکب کہتے ہیں ،اگر مطابق للواقع ہے تو اس کو جزم کہتے ہیں ،جزم پھر دو حال سے خالی نہیں تشکیک مشکک (شک میں ڈالنے والے کے شک میں ڈالنے سے) سے زائل ہو جائیگا یا نہیں ،اگر زائل ہو جائے تو اس کو تقلید کہتے ہیں ،اگر زائل نہ ہو تو اس کو یقین اور اذعان کہتے ہیں۔ پھر یقین کی تین حالتیں ہیں وہ یقین مشاہدات سے حاصل ہوگا یا دلائل سے یا تجربات سے۔اگر مشاہدات سے یقین حاصل ہو تو اس کو عین الیقین کہتے ہیں اگر دلائل کے ذریعے یقین حاصل ہو تو اس کو علم الیقین کہتے ہیں اگر تجربات سے حاصل ہو تو اس کو حق الیقین کہتے ہیں مثلا اللہ تعالیٰ کا علم ،علم الیقین ہے۔سقمونیا کا مسہلِ صفراء ہونا حق الیقین ہے اور سورج کا موجود ہونا یہ عین الیقین ہے۔

ان سولہ قسموں میں سے کون سی قسمیں تصور اور کون سی قسمیں تصدیق ہیں یہ جاننے سے پہلے تصور اور تصدیق کا مفہوم سمجھ لینا چاہیے۔

تصور:۔الادراک الخالی عن الحکم ﴿وہ ادراک جو حکم سے خالی ہو﴾

تصدیق:۔الادراک الذی فیہ الحکم ﴿وہ ادراک اور علم جس میں حکم پایا جائے﴾

حکم:۔نسبۃ امر الی امر اخر ایک امر کی دوسرے امر کی طرف نسبت کرنا جیسے زید قائم میں قیام کی نسبت زید کی طرف ہے۔اگر صرف زید یا صرف قائم کہا جائے تو یہ حکم نہیں ہے۔پھر حکم میں تعمیم ہے ایجاباً ہو یا سلباً۔

حکم کی دوسری تعریف:۔نسبت کا واقع ہونا (ایجاب میں) یا نہ ہونا (سلب میں) جیسے زید قائم میں چار چیزیں ہیں (۱) زید کا تصور (۲) قائم کا تصور (۳) نسبت کا تصور (۴) اور چوتھی چیز ہے نسبت کا واقع ہونا یا نہ ہونا۔بعض کے نزدیک اسی چوتھی چیز کا نام حکم ہے۔

فائدہ:۔ہم جس چیز کو اثبات کہتے ہیں اس کو تین ناموں سے پکارا جاتا ہے اثبات ،ایجاب اور ایقاع۔

جس چیز کو ہم نفی کہتے ہیں اس پر بھی تین لفظ بولے جاتے ہیں نفی ،سلب اور انتزاع۔

اب اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ ان سولہ قسموں میں سے کونسی تصور ہیں اور کونسی تصدیق ہیں۔

تصورات:۔ مفرد کی چار قسمیں ﴿۱﴾ احساس ﴿۲﴾ تخیل ﴿۳﴾ توہم ﴿۴﴾ تعقل اور مرکب کی قسموں میں سے ﴿۵﴾ ناقص ﴿۶﴾ انشائی ﴿۷﴾ تخییل ﴿۸﴾ وہم ﴿۹﴾ شک یہ نو تصورات ہیں۔

تصدیقات:۔ بقیہ سات میں سے مندرجہ ذیل چھ تصدیقات ہیں ﴿۱﴾ ظن ﴿۲﴾ جہل مرکب ﴿۳﴾ تقلید ﴿۴﴾ عین الیقین ﴿۵﴾ علم الیقین ﴿۶﴾ اور حق الیقین۔ اور ایک قسم تکذیب مختلف فیہ ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ تصدیق ہے کیونکہ اس میں حکم ہے اگر چہ جھوٹا ہی سہی اور بعض کہتے ہیں کہ یہ تصور میں داخل ہے۔

وضاحت:۔ مفرد کی چار قسمیں تو مفرد ہیں ان میں حکم ہوتا ہی نہیں اس لئے تصور ہیں مرکبات میں سے مرکب ناقص چونکہ پورا جملہ نہیں ہوتا اس لئے اس میں بھی حکم نہیں ہوتا، جملہ انشائیہ میں بھی حکم نہیں ہوتا اس میں انشاء ہوتا ہے تخییل میں بھی حکم نہیں لگایا جاتا شک میں حکم ہوتا ہے مگر اس کے سچے ہونے میں شک ہوتا ہے اسلئے یہ بھی تصور ہے وہم میں غالب گمان جھوٹ کا ہوتا ہے اس لئے وہ بھی تصور ہے۔

جہل مرکب تصدیق ہے کیونکہ وہ پچ نوتا ہے اور اس میں حکم بھی ہوتا ہے اگر چہ واقع کے مطابق نہ ہو، ظن بھی تصدیق ہے کیونکہ اس میں غالب گمان سچ کا ہوتا ہے اور تصدیق ہے بھی وہی ہے جو جملہ خبریہ یقینیہ ہو یا ظنیہ (اس کے سچے ہونے کا غالب گمان) ہو، تقلید بھی تصدیق ہے اگر چہ یہ تشکیک مشکک سے زائل ہو جاتی ہے مگر اس میں بھی حکم تو موجود ہے، اور یقین کی تینوں قسموں کا تصدیق ہونا تو واضح ہے۔ تکذیب میں اختلاف ہے جو پیچھے بیان ہو چکا ہے۔

علم کی ان سولہ اقسام کا تفصیلی نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں۔

علم کی سولہ اقسام کا نقشہ

مدرک

- مفرد
  - جزئی
    - محسوس مبصر
      - حواس ظاہرہ کے ذریعے: احساس ۳
      - حواس باطنہ کے ذریعے: تخیل ۴
    - معنوی: توہم ۲
  - کلی: تعقل ۱
- مرکب
  - تام
    - خبریہ
      - حکم لگایا جائے
        - سچا ہوگا
          - مطابق للواقع ہو
            - تشکیک مشکک سے زائل ہو جائے: تقلید ۱۳
            - تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو: یقین واذعان
              - مشاہدات سے: عین الیقین ۱۴
              - دلائل سے: علم الیقین ۱۵
              - تجربات سے: حق الیقین ۱۶
          - مطابق للواقع نہ ہو: جہل مرکب ۱۲
        - دونوں احتمال
          - جانب راجح: ظن ۱۱
          - جانبین برابر: شک ۱۰
          - جانب مرجوح: وہم ۹
        - جھوٹا ہوگا: تکذیب ۸
      - حکم نہ لگایا جائے: تخییل ۷
    - انشائیہ ۶
  - ناقص ۵

اَمَّا التَّصْدِيْقُ فَهُوَ عَلٰى قَوْلِ الْحُكَمَاءِ عِبَارَةٌ عَنِ الْحُكْمِ الْمُقَارِنِ لِلتَّصَوُّرَاتِ فَالتَّصَوُّرَاتُ الثَّلٰثَةُ شَرْطٌ لِوُجُوْدِ التَّصْدِيْقِ وَمِنْ ثَمَّ لَا يُوْجَدُ تَصْدِيْقٌ بِلَا تَصَوُّرٍ وَالْاِمَامُ الرَّازِىْ يَقُوْلُ اِنَّهٗ عِبَارَةٌ عَنْ مَجْمُوْعِ الْحُكْمِ وَتَصَوُّرَاتِ الْاَطْرَافِ فَاِذَا قُلْتَ زَيْدٌ قَائِمٌ وَاَذْعَنْتَ بِقِيَامِ زَيْدٍ يَحْصُلُ لَكَ عُلُوْمٌ ثَلٰثَةٌ اَحَدُهَا عِلْمُ زَيْدٍ وَثَانِيْهَا اِدْرَاكُ مَعْنٰى قَائِمٍ وَثَالِثُهَا عِلْمُ الْمَعْنَى الرَّابِطِ الَّذِىْ يُعَبَّرُ عَنْهُ فِى الْفَارِسِيَّةِ بِهَسْتْ فِى الْاِيْجَابِ وَنِيْسْت فِى السَّلْبِ وَ ہے وَ نہیں فِى الْهِنْدِيَّةِ وَيُقَالُ لِهٰذَا الْمَعْنَى الْحُكْمُ تَارَةً وَالنِّسْبَةُ الْحُكْمِيَّةُ اُخْرٰى فَاِذَا اَتْقَنْتَ مَا عَلَّمْنَاكَ فَاعْلَمْ اَنَّ الْحَكِيْمَ يَزْعَمُ اَنَّ التَّصْدِيْقَ لَيْسَ اِلَّا اِدْرَاكُ الْمَعْنَى الرَّابِطِيِّ وَالْاِمَامُ يَزْعَمُ اَنَّ التَّصْدِيْقَ مَجْمُوْعُ الْاِدْرَاكَاتِ الثَّلٰثَةِ اَعْنِىْ تَصَوُّرَ الْمَحْكُوْمِ عَلَيْهِ وَتَصَوُّرَ الْمَحْكُوْمِ بِهٖ وَاِدْرَاكَ النِّسْبَةِ الْحُكْمِيَّةِ الْمُسَمّٰى بِالْحُكْمِ

ترجمہ:۔ بہرحال تصدیق حکماء کے قول پر نام ہے اس حکم کا جو تصورات ثلاثہ سے ملا ہوا ہو۔ پس تصورات ثلاثہ وجود تصدیق کیلئے شرط ہیں اور اسی وجہ سے تصدیق بغیر تصور کے نہیں پائی جاتی۔ اور امام رازیؒ کہتے ہیں کہ تصدیق حکم اور تصورات اطراف کے مجموعہ کا نام ہے پس جب تو کہے زید قائم اور زید کے قیام کا اعتقاد بھی کرے تو تجھے تین علم حاصل ہوں گے ایک زید کا علم دوسرا معنی قائم کا علم، تیسرا معنی رابطی کا علم جسے فارسی زبان میں ایجاب کی صورت میں ''ہست'' اور سلب کی صورت میں ''نیست'' سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ہندی زبان میں ''ہے'' اور ''نہیں'' سے۔ اور اس معنی رابطی کو کبھی حکم اور کبھی نسبت حکمیہ بھی کہہ دیتے ہیں۔ پس جب تو نے ہماری بتلائی ہوئی بات کو پختہ کرلیا تو جان لے کہ حکماء کہتے ہیں تصدیق صرف معنی رابطی سمجھنے کا نام ہے اور امام رازیؒ کہتے ہیں کہ تصدیق تینوں ادراکوں کے مجموعے کا نام ہے یعنی تصور محکوم علیہ، تصور محکوم بہ اور ادراک نسبت حکمیہ جس کا نام حکم ہے۔

تشریح:۔ اس عبارت میں تصدیق کے بسیط اور مرکب ہونے میں حکماء اور امام رازیؒ کے اختلاف کی

تفصیل بیان کررہے ہیں۔تصدیق کی تعریف مختصر ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں یہاں ہم ان شاء اللہ تفصیلاً اس کی وضاحت کریں گے۔دراصل تصدیق کے بارے میں امام رازیؒ اور حکماء کے درمیان اختلاف ہے لیکن اس سے پہلے ایک فائدہ یادرکھنا ضروری ہے۔

فائدہ:۔ زَیْدٌ قَائِمٌ جب ہم بولتے ہیں تو اس میں چار چیزیں ہوتی ہیں ﴿۱﴾ زید کا تصور ﴿۲﴾ قائم کا تصور ﴿۳﴾ قائم کی زید کی طرف نسبت کا تصور ﴿۴﴾ ''ہے'' اور ''نہیں'' کے ذریعے نسبت کا واقع کرنا۔اس چوتھی چیز کو حکم کہتے ہیں گویا کہ تصدیق میں تین تصورات اور ایک حکم ہوتا ہے۔

حکماء کا مذہب:۔ حکماء کہتے ہیں حکم یعنی وقوعِ نسبت یا لا وقوع ہی تصدیق ہے تصورات ثلاثہ تصدیق کیلئے شرط ہیں تصدیق کا جزو نہیں۔

امام رازیؒ کا مذہب:۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ تصدیق نام ہے حکم اور تصورات ثلاثہ کے مجموعے کا یعنی تصورات ثلاثہ تصدیق کیلئے شطر (جزء) ہیں شرط نہیں۔

فرق بین المذہبین:۔ دونوں مذہبوں میں تین فرق ہیں۔

﴿۱﴾ امام رازیؒ کے نزدیک تصدیق مرکب ہے حکم اور تصورات ثلاثہ کے مجموعے کا نام ہے اور حکماء کے نزدیک تصدیق بسیط ہے، فقط حکم کا نام ہے۔﴿۲﴾ امام رازیؒ کے نزدیک تصورات ثلاثہ تصدیق کیلئے شطر (جزو) ہیں اور حکماء کے نزدیک شرط ہیں۔﴿۳﴾ حکماء کے نزدیک حکم عین تصدیق ہے یعنی تصدیق حکم ہی کا نام ہے اور امام رازیؒ کے نزدیک جزو تصدیق ہے۔

مختصر تعارف امام فخر الدین رازیؒ:۔ امام فخر الدین رازیؒ کا نام محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین ہے۔آپ کا لقب فخر الدین ہے اور فخر الدین رازی کے نام سے مشہور ہیں۔آپکی پیدائش ۵۴۳ھ اور ایک روایت کے مطابق ۵۴۴ھ میں ہوئی اور وفات ہرات میں عید الفطر کے دن ۶۰۶ھ میں ہوئی۔

آپ ابتداء میں انتہائی غریب تھے حتی کہ کبھی کبھی کھانے کیلئے کچھ بھی نہیں ہوتا تھا مگر جب آپ کے علمی کمالات سامنے آئے تو آپ کی بہت شہرت ہوئی اور آپ پر رزق بھی فراخ ہوگیا آپ

عربی اور فارسی کے بہت بڑے خطیب، فلسفہ اور منطق کے بہت بڑے امام تھے خاص کر مناظرے میں آپ کے سامنے آنے کی کوئی جرأت نہیں کرتا تھا یہودی اور عیسائی آپ سے مناظرہ کرتے ہوئے گھبراتے تھے اس کے علاوہ آپ کو تصوف کے ساتھ بھی کافی شغف تھا۔ بدعات کے رد میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ آپ نے قرآن پاک کی تفسیر بھی لکھی ہے۔

فَصْلٌ اَلتَّصَوُّرُ قِسْمَانِ اَحَدُهُمَا بَدِيْهِيٌّ اَىْ حَاصِلٌ بِلَا نَظْرٍ وَكَسْبٍ كَتَصَوُّرِنَا الْحَرَارَةَ وَالْبُرُوْدَةَ وَيُقَالُ لَهُ الضَّرُوْرِيُّ اَيْضًا وَثَانِيْهِمَا نَظْرِيٌّ اَىْ يُحْتَاجُ فِىْ حُصُوْلِهٖ اِلَى الْفِكْرِ وَالنَّظْرِ كَتَصَوُّرِنَا الْجِنَّ وَالْمَلَائِكَةَ فَاِنَّا مُحْتَاجُوْنَ فِىْ اَمْثَالِ هٰذِهِ التَّصَوُّرَاتِ اِلَى تَجَشُّمِ فِكْرٍ وَتَرْتِيْبِ نَظْرٍ وَيُقَالُ لَهُ الْكَسْبِىُّ اَيْضًا وَالتَّصْدِيْقُ اَيْضًا قِسْمَانِ اَحَدُهُمَا الْبَدِيْهِىُّ الْحَاصِلُ مِنْ غَيْرِ فِكْرٍ وَكَسْبٍ وَثَانِيْهُمَا النَّظْرِىُّ الْمُفْتَقِرُ اِلَيْهِ مِثَالُ الْاَوَّلِ اَلْكُلُّ اَعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ وَالْاِثْنَانِ نِصْفُ الْاَرْبَعَةِ وَمِثَالُ الثَّانِىْ اَلْعَالَمُ حَادِثٌ وَالصَّانِعُ مَوْجُوْدٌ وَنَحْوُ ذٰلِكَ

ترجمہ:۔ فصل: تصور دو قسم پر ہے ایک بدیہی یعنی بغیر نظر وکسب کے حاصل ہونے والا جیسے ہمارا گرمی اور سردی کا تصور کرنا اور اس (بدیہی) کو ضروری بھی کہا جاتا ہے۔ اور دوسری قسم نظری ہے یعنی اسکے حصول میں نظر وفکر کی ضرورت ہوتی ہے جیسے ہمارا جن اور فرشتوں کا تصور کرنا کیونکہ ہم اس قسم کے تصورات میں فکر کی مشقت اٹھانے اور ترتیب نظر کے محتاج ہیں اور اس (نظری) کو کسبی بھی کہا جاتا ہے۔ اور تصدیق بھی دو قسم پر ہے ایک بدیہی جو فکر اور کسب کے بغیر حاصل ہو اور دوسری نظری جو محتاج فکر ہو۔ اول قسم کی مثال (جیسے یوں کہیں کہ) کل جزء سے بڑا ہوتا ہے اور دو چار کا آدھا ہوتا ہے اور دوسری قسم کی مثال (جیسے یوں کہیں کہ) جہان حادث ہے اور جہان کا بنانے والا موجود ہے اور اس کی مثل۔

تشریح:۔ اس عبارت میں مصنفؒ تصور اور تصدیق کی تقسیم کر رہے ہیں۔ تصور اور تصدیق کی دو دو قسمیں ہیں (۱) بدیہی (۲) نظری۔ ان کی تعریفات سے پہلے ایک فائدہ ملاحظہ ہو۔

فائدہ:۔ابتداء تمام تصورات اور تصدیقات کے بارے میں تین مذہب ہیں ﴿۱﴾ امام رازی کا ﴿۲﴾ بعض حکماء کا ﴿۳﴾ جمہور حکماء کا۔

امام رازی کا مذہب:۔تمام تصورات بدیہی ہیں البتہ تصدیقات بعض بدیہی ہیں اور بعض نظری۔

بعض حکماء کا مذہب:۔تمام تصورات اور تصدیقات نظری ہیں۔

جمہور حکماء کا مذہب:۔نہ سب تصورات وتصدیقات بدیہی ہیں اور نہ نظری بلکہ بعض تصورات ایسے ہیں جن کی تعریف کی ضرورت ہے اور بعض کی نہیں اسی طرح بعض تصدیقات نظری ہیں اور بعض بدیہی ہیں

یہی آخری مذہب صحیح ہے اوپر والے دونوں مذہب صحیح نہیں امام رازیؒ کا مذہب اس لئے صحیح نہیں کہ اگر تمام تصورات بدیہی ہوں تو یہ لازم آئیگا کہ ہمیں کسی چیز کی تعریف کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے حالانکہ ہمیں تعریف کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اور بعض حکماء کا مذہب بھی درست نہیں کیونکہ اگر تمام چیزیں نظری ہوں تو دور یا تسلسل لازم آتا ہے اور یہ دونوں باطل ہیں۔

دور اور تسلسل کی تعریف: دور:۔ توقف الشیء علی نفسہ (ایک چیز کا سمجھنا اپنی ذات پر موقوف ہو) مثلا یہ کہا جائے کہ الف کا سمجھنا باء کے سمجھنے پر موقوف ہے اور باء کا سمجھنا الف کے سمجھنے پر موقوف ہے تو باء کے واسطے سے الف کا سمجھنا الف (اپنی ذات) کے سمجھنے پر موقوف ہوا۔

تسلسل:۔امور غیر متناہیہ کے ترتب کو تسلسل کہتے ہیں مثلا یہ کہا جائے کہ الف کا سمجھنا باء کے سمجھنے پر موقوف ہے اور باء کا سمجھنا تاء کے سمجھنے پر موقوف ہے اور تاء کا سمجھنا ثاء کے سمجھنے پر موقوف ہے اسی طرح لامتناہی سلسلہ آگے چلتا رہے۔

اگر ہم بعض حکماء کا مذہب تسلیم کرلیں تو ہم کہیں گے کہ ہمیں کسی چیز کی تعریف معلوم ہے یا نہیں، اگر نہیں تو ہم ہر چیز سے جاہل ہیں گویا کہ ہم دنیا میں کسی جملہ اور تصور کا علم نہیں رکھتے۔اگر معلوم ہے تو کس سے معلوم ہوئی؟ کیونکہ جس تصور یا تصدیق سے معلوم کریں گے وہ بھی نظری ہے۔

لہذا صحیح مذہب جمہور حکماء کا ہے کہ بعض تصورات وتصدیقات بدیہی ہیں اور بعض نظری ہیں۔

تصور بدیہی:۔ جس کیلئے تعریف کرنے کی ضرورت نہ ہو بلکہ وہ بغیر نظر وفکر کے حاصل ہو جائے جیسے گرمی سردی وغیرہ۔ **تصور نظری:۔** جس کیلئے تعریف کرنے کی ضرورت ہو جیسے جن، فرشتہ، پری وغیرہ ان کی تعریف کرنے کی ضرورت ہے۔

تصدیق بدیہی:۔ جس کیلئے دلیل دینے کی ضرورت نہ پڑے بلکہ وہ بغیر نظر وفکر کے حاصل ہو جائے جیسے اَلْکُلُّ اَعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ (کل جزء سے بڑا ہوتا ہے) اور اَلْاِثْنَانِ نِصْفُ الْاَرْبَعَةِ (دو چار کا آدھا ہے) **تصدیق نظری:۔** جس کیلئے نظر وفکر اور دلیل دینے کی ضرورت پڑے جیسے اَلْعَالَمُ حَادِثٌ وَالصَّانِعُ مَوْجُوْدٌ ان تصدیقات کو سمجھنے کیلئے دلائل کی ضرورت ہے۔

فائدہ:۔ بدیہی کو ضروری اور نظری کو کسبی بھی کہا جاتا ہے

فَائِدَةٌ: وَاِذَا عَلِمْتَ مَا ذَكَرْنَا اَنَّ النَّظَرِيَّاتِ مُطْلَقًا تَصَوُّرِيًّا كَانَتْ اَوْ تَصْدِيْقِيًّا مُفْتَقِرَةٌ اِلٰى نَظَرٍ وَّ فِكْرٍ فَلَا بُدَّ لَكَ اَنْ تَعْلَمَ مَعْنَى النَّظَرِ فَاَقُوْلُ اَلنَّظَرُ فِيْ اِصْطِلَاحِهِمْ عِبَارَةٌ عَنْ تَرْتِيْبِ اُمُوْرٍ مَعْلُوْمَةٍ لِيَتَاَدّٰى ذٰلِكَ التَّرْتِيْبُ اِلٰى تَحْصِيْلِ الْمَجْهُوْلِ كَمَا اِذَا رَتَّبْتَ الْمَعْلُوْمَاتِ الْحَاصِلَةَ لَكَ مِنْ تَغَيُّرِ الْعَالَمِ وَحُدُوْثِ كُلِّ مُتَغَيِّرٍ وَتَقُوْلُ اَلْعَالَمُ مُتَغَيِّرٌ وَكُلُّ مُتَغَيِّرٍ حَادِثٌ فَحَصَلَ لَكَ مِنْ هٰذَا النَّظَرِ وَالتَّرْتِيْبِ عِلْمُ قَضِيَّةٍ اُخْرٰى لَمْ يَكُنْ حَاصِلًا لَكَ قَبْلُ وَهِيَ اَلْعَالَمُ حَادِثٌ

ترجمہ:۔ فائدہ: اور جب تو جان چکا جو ہم نے ذکر کیا کہ تمام نظریات خواہ تصوری ہوں یا تصدیقی نظر وفکر کی محتاج ہیں تو اب تیرے لئے نظر کا معنی جاننا ضروری ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ نظر منطقیوں کی اصطلاح میں نام ہے امور معلومہ کو ترتیب دینے کا تا کہ یہ ترتیب مجہول کو حاصل کرنے تک پہنچا دے جیسا کہ جب تو ان معلومات کو ترتیب دے جو تجھے حاصل ہیں مثلاً عالم کا متغیر ہونا اور ہر متغیر کا حادث ہونا اور تو اس طرح کہے کہ العالم متغیر الخ عالم متغیر ہے اور ہر متغیر چیز حادث ہے تو تجھے اس نظر اور

ترتیب سے ایک اور قضیے کا علم حاصل ہو جائے گا جو اس سے پہلے تجھے حاصل نہ تھا یعنی العالم حادث (عالَم حادث ہے)

تشریح:۔اس عبارت میں مصنفؒ نظر وفکر کا معنی بیان کرر ہے ہیں۔

نظر وفکر کی تعریف:۔ترتیب امور معلومة لیتاذّی الی امر مجهول (امور معلومہ کو ترتیب دینا تا کہ امر مجہول کی طرف پہنچائے) مثلاً ہمیں جسم، نامی، حساس اور متحرک بالا رادہ کا علم حاصل تھا ہم نے ان امور معلومہ کو اس طرح ترتیب دی سب سے پہلے جنس لائے پھر مختلف فصلیں لائے تو ایک امر مجہول حیوان کی تعریف ہمیں معلوم ہوگئی ھو جسم نامی حساس متحرک بالارادۃ۔اسی طرح ہمیں عالَم کے متغیر ہونے اور ہر متغیر کے حادث ہونے کا علم تھا ان کو ترتیب دینے کے بعد ہمیں عالَم کے حادث ہونے کا علم حاصل ہوا۔

فائدہ: انسانوں کی چار قسمیں ہیں (۱) نفوس قدسیہ (۲) اذکیاء الناس (۳) اوساط الناس (۴) بلداء الناس

نفوس قدسیہ:۔ان کو علم من جانب اللہ حاصل ہوتا ہے اور انکے نزدیک کوئی چیز بدیہی اور نظری نہیں ہوتی علماء اہلسنت کے نزدیک نفوس قدسیہ انبیاء علیہم السلام ہیں اور بعض حکماء کا نظریہ یہ ہے کہ نفوس قدسیہ میں عقول عشرہ بھی شامل ہیں۔**اذکیاء الناس:**۔ جو لوگوں میں سے انتہائی ذکی ہوتے ہیں جن کے حافظے انتہائی تیز ہوتے ہیں ان کے سامنے گویا تمام چیزیں بدیہی ہوتی ہیں جیسے امام فخر الدین رازیؒ، امام غزالیؒ وغیرہ۔**اوساط الناس:**۔جن کے حافظے درمیانے قسم کے ہوتے ہیں اور ان کے نزدیک بعض چیزیں بدیہی اور بعض نظری ہوتی ہیں یعنی ان کیلئے بعض تصورات کی تعریف اور بعض تصدیقات پر دلیل دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔**بلداء الناس:**۔یہ انتہائی درجہ کے غبی ہوتے ہیں انکے سامنے کوئی شی بدیہی نہیں ہوتی، بلکہ ان کیلئے ہر تصور کی تعریف اور تصدیق پر دلیل دینے کی ضرورت ہوتی ہے

فائدہ:۔جس چیز کو معلوم کرنا ہو اس کا من وجہ معلوم اور من وجہ مجہول ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر وہ چیز بالکل ہی مجہول ہے تو طلب مجہول مطلق کی خرابی لازم آئے گی اور اگر وہ چیز من کل الوجوہ ہمیں پہلے سے

معلوم ہے تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئے گی۔

فائدہ:۔ جس چیز کو معلوم کرنا ہو اس کے لئے دو سفر کرنے پڑتے ہیں (۱) اسکے متعلق معلومات کو اکٹھا کرنا (۲) ان معلومات کو ترتیب دینا۔ متاخرین کے نزدیک ان دونوں سفروں کا نام نظر و فکر ہے لیکن بعض متاخرین حکماء کہتے ہیں کہ فقط دوسرے سفر کا نام نظر و فکر ہے۔

فائدہ: ابو علی ابن سینا سے پہلے والے حضرات متقدمین اور انکے بعد والے متاخرین شمار ہوتے ہیں۔

فَصْلٌ: اِیَّاکَ وَاَنْ تَظُنَّ اَنَّ کُلَّ تَرْتِیْبٍ یَکُوْنُ صَوَابًا مُوْصِلاً اِلٰی عِلْمٍ صَحِیْحٍ کَیْفَ وَلَوْ کَانَ الْاَمْرُ کَذٰلِکَ مَا وَقَعَ الْاِخْتِلَافُ وَالتَّنَاقُضُ بَیْنَ اَرْبَابِ النَّظْرِ مَعَ اَنَّهٗ قَدْ وَقَعَ فَمِنْ قَائِلٍ یَقُوْلُ اَلْعَالَمُ حَادِثٌ وَیَسْتَدِلُّ بِقَوْلِهٖ اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ وَکُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ فَالْعَالَمُ حَادِثٌ وَمِنْ زَاعِمٍ یَزْعَمُ اَنَّ الْعَالَمَ قَدِیْمٌ غَیْرُ مَسْبُوْقٍ بِالْعَدَمِ وَیُبَرْهِنُ عَلَیْهِ بِقَوْلِهٖ اَلْعَالَمُ مُسْتَغْنٍ عَنِ الْمُؤَثِّرِ وَکُلُّ مَا هٰذَا شَانُهٗ فَهُوَ قَدِیْمٌ وَلَا اَظُنُّکَ شَاکًّا فِیْ اَنَّ اَحَدَ الْفِکْرَیْنِ صَحِیْحٌ حَقٌّ وَالْاٰخَرُ فَاسِدٌ غَلَطٌ وَاِذَا کَانَ قَدْ وَقَعَ الْغَلَطُ فِیْ فِکْرِ الْعُقَلَاءِ فَعُلِمَ مِنْ ذٰلِکَ اَنَّ الْفِطْرَةَ الْاِنْسَانِیَّةَ غَیْرُ کَافِیَةٍ فِیْ تَمَیُّزِ الْخَطَاِ مِنَ الصَّوَابِ وَاِمْتِیَازِ الْقِشْرِ عَنِ اللُّبَابِ فَجَاءَتِ الْحَاجَةُ فِیْ ذٰلِکَ اِلٰی قَانُوْنٍ عَاصِمٍ عَنِ الْخَطَاِ فِی الْفِکْرِ یُبَیِّنُ فِیْهِ طُرُقُ اِکْتِسَابِ الْمَجْهُوْلَاتِ عَنِ الْمَعْلُوْمَاتِ وَهٰذَا الْقَانُوْنُ هُوَ الْمَنْطِقُ وَالْمِیْزَانُ

ترجمہ:۔ فصل: اپنے آپ کو اس خیال سے دور رکھ کہ ہر ترتیب درست اور علم صحیح تک پہنچانے والی ہوتی ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ اگر معاملہ اس طرح ہوتا تو ارباب نظر میں اختلاف اور تناقض واقع نہ ہوتا باوجودیکہ اختلاف واقع ہوا کیونکہ کوئی کہہ رہا ہے کہ عالم حادث ہے اور دلیل بیان کرتا ہے کہ عالم متغیر ہے اور ہر متغیر حادث ہے پس عالم حادث ہے اور کوئی گمان کرتا ہے کہ عالم قدیم ہے عدم کے بعد موجود نہیں ہوا اور اس پر دلیل پیش کرتا ہے کہ عالم مؤثر سے بے پرواہ ہے اور جو چیز ایسی ہو وہ قدیم ہوتی

ہے (پس عالم قدیم ہے) اور میرا خیال نہیں کہ تو اس میں شک کریگا کہ ان دونوں فکروں میں سے ایک صحیح حق ہے اور دوسری فاسد، غلط ہے اور جب عقلاء کی فکر میں غلطی واقع ہو چکی ہے تو معلوم ہوا کہ فطرت انسانی خطاء کو درستگی سے الگ کرنے اور چھلکے کو مغز سے جدا کرنے میں کافی نہیں بلکہ اس کیلئے ایک قانون کی ضرورت ہے جو فکر میں خطاء سے بچانے والا ہو۔ اس قانون میں مجہولات کو معلومات سے حاصل کرنے کے طریقے بیان کئے جائیں اور یہ قانون منطق اور میزان ہی ہے۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ احتیاج الی المنطق بتا رہے ہیں اور اسی کے ضمن میں تعریف اور غرض وغایت بھی آجائے گی۔ کسی چیز کو معلوم کرنے کیلئے دو سفر کرنے پڑتے ہیں جن کو نظر وفکر کہتے ہیں اور اس نظر وفکر میں کبھی غلطی بھی ہو سکتی ہے اس غلطی سے بچنے کیلئے کسی علم کی ضرورت ہے اس علم کو علم منطق کہتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ ہمیں تو کسی علم کی ضرورت نہیں ہم اپنی عقل سے معلومات تصوریہ یا تصدیقیہ کو ترتیب دیکر نامعلوم تصور یا تصدیق تک پہنچ سکتے ہیں تو یہ کہنا غلط ہوگا کیونکہ اگر امور معلومہ کو ترتیب دے کر نامعلوم امر تک پہنچنے کیلئے صرف عقل ہی کافی ہوتی تو عقلاء اور حکماء میں اختلاف نہ ہوتا حالانکہ اختلاف واقع ہوا ہے جیسا کہ بعض حکماء کا نظریہ ہے کہ عالم حادث ہے وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ **العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث** اور بعض کا نظریہ ہے کہ عالم قدیم ہے وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ **العالم مستغن عن المؤثر و کل ما ھو مستغن عن المؤثر فھو قدیم فالعالم قدیم** اب یہ بات تو واضح ہے کہ ان دو دعووں میں سے صرف ایک دعوی ہی صحیح ہوگا دونوں صحیح نہیں ہو سکتے تو معلوم ہوا کہ نظر وفکر میں ایک فرقے سے غلطی ہوئی ہے۔ اس غلطی سے بچنے کیلئے ایک علم اور قانون کی ضرورت ہے جس کو منطق کہتے ہیں۔

سوال:۔ قانون بھی تو انسان ہی نے بنایا ہے اس قانون بنانے میں بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ ہر قانون بنانے کیلئے ایک اور قانون بنانا پڑے گا اور پھر اس دوسرے قانون کیلئے تیسرا قانون بنانا پڑے گا اس طرح یہ لامتناہی سلسلہ کبھی بھی ختم نہ ہوگا اور تسلسل لازم آئے گا جو باطل ہے۔

جواب:۔ یہ بات غلط ہے کہ قانون انسان نے بنایا ہے۔ قانون تو خدا نے بنایا ہے اور خدا غلطی سے

پاک ہے انسانوں نے صرف اس کو ترتیب دیا ہے جیسے نحو کے قوانین نحات سے پہلے ہی موجود تھے اور لوگ فاعل کو مرفوع اور مفعول بہ کو منصوب پڑھتے تھے اسی طرح منطق کے قوانین بھی پہلے سے موجود تھے ان کو منطقیوں نے صرف ترتیب دیا ہے اور قانون کا نام دیا ہے۔ الغرض اصل واضع ہر علم کے اللہ تعالیٰ ہیں لہذا آپ کا اعتراض غلط ہے۔

نکتہ:۔ مصنفؒ نے العالم حادث نقل کرتے وقت فمن قائل یقول کہا اور العالم قدیم والی بات نقل کرتے وقت ومن زاعم یزعم کہا تو قائل اور زاعم سے اس طرف اشارہ کیا کہ پہلے شخص کا قول صحیح ہے اور دوسرے شخص کا گمان غلط ہے۔

اَمَّا تَسْمِيَتُهٗ بِالْمَنْطِقِ فَلِتَاثِيْرِهٖ فِي النُّطْقِ الظَّاهِرِيْ اَعْنِي التَّكَلُّمَ اِذِ الْعَارِفُ بِهٖ يَقْوٰى عَلَى التَّكَلُّمِ بِمَالَا يَقْوٰى عَلَيْهِ الْجَاهِلُ وَكَذَا فِي النُّطْقِ الْبَاطِنِيْ اَعْنِي الْاِدْرَاكَ لِاَنَّ الْمَنْطِقِيَّ يَعْرِفُ حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ وَيَعْلَمُ اَجْنَاسَهَا وَفُصُوْلَهَا وَاَنْوَاعَهَا وَلَوَازِمَهَا وَخَوَاصَّهَا بِخِلَافِ الْغَافِلِ عَنْ هٰذَا الْعِلْمِ الشَّرِيْفِ وَاَمَّا تَسْمِيَتُهٗ بِالْمِيْزَانِ فَلِاَنَّهٗ قِسْطَاسٌ لِلْعَقْلِ يُوْزَنُ بِهِ الْاَفْكَارُ الصَّحِيْحَةُ وَيُعْرَفُ بِهٖ نُقْصَانُ مَا فِي الْاَفْكَارِ الْفَاسِدَةِ وَاِخْتِلَالُ مَا فِي الْاَنْظَارِ الْكَاسِدَةِ وَمِنْ ثَمَّ يُقَالُ لَهُ الْعِلْمُ الْاٰلِيُّ لِكَوْنِهَا اٰلَةً لِجَمِيْعِ الْعُلُوْمِ لَا سِيَّمَا لِلْعُلُوْمِ الْحِكْمِيَّةِ

ترجمہ:۔ بہرحال اس قانون کا نام منطق رکھنا پس اس کے نطق ظاہری یعنی بولنے میں اثر کرنے کی وجہ سے ہے، کیونکہ اس کو جاننے والا جس قدر کلام کرنے پر قادر ہے اس پر نہ جاننے والا قادر نہیں اور ایسے ہی نطق باطنی یعنی ادراک میں اثر کرنے کی وجہ سے کیونکہ منطقی اشیاء کے حقائق اور اجناس، فصول، انواع، لوازم اور خواص کو جانتا ہے بخلاف اس شخص کے جو اس علم شریف سے غافل ہے (وہ ان چیزوں کے ادراک سے بھی غافل ہے) اور بہرحال اس قانون کو میزان کہنا اس لئے ہے کہ یہ قانون عقل کیلئے ترازو ہے اس سے صحیح افکار کو تولا جاتا ہے اور افکار فاسدہ کے نقصان اور انظار فاسدہ کے خلل کو پہچانا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اس قانون کو علم آلی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ تمام علوم کیلئے آلہ ہے خصوصاً علوم حکمیہ کیلئے۔

تشریح:۔ اس عبارت میں منطق کی وجہ تسمیہ بیان کررہے ہیں۔علم منطق کے مشہور نام تین ہیں۔

﴿۱﴾علم المنطق ﴿۲﴾علم المیزان ﴿۳﴾علم الآلی۔

علم المنطق:۔ منطق مصدر میمی یا اسم ظرف کا صیغہ ہے۔اگر مصدر ہوتو معنی ہوگا ''بولنا'' اور یہ بھی چونکہ ظاہری اور باطنی نطق کا سبب ہے اس لئے اس کو منطق کہتے ہیں۔ظاہری نطق کا سبب اس طرح ہے کہ جو شخص منطق پڑھا ہوا ہے وہ دوسروں کی بنسبت زیادہ اچھے انداز سے بات کرسکتا ہے کیونکہ اس کے پاس دلائل مضبوط ہوتے ہیں جن کے ذریعے دوسروں کو قائل کرسکتا ہے۔بات کرنا موقوف ہے مضامین کی آمد پر اور مضامین کی آمد موقوف ہے معلومات کے ذخیرہ پر۔گویا کہ منطق ہماری معلومات میں بھی اضافہ کرتی ہے اور باطنی نطق کا سبب اس طرح ہے کہ اس علم کے ذریعے ہمیں اشیاء کے حقائق اجناس وغیرہ معلوم ہوتے ہیں الغرض چونکہ منطق بولنے کا سبب ہے اس لئے اس کو منطق کہتے ہیں تو یہ تسمیۃ السبب باسم المسبب ہوا۔

اور اگر یہ اسم ظرف کا صیغہ ہوتو معنی ہوگا بولنے کی جگہ اور بولنے کی جگہ زبان ہے تو چونکہ جو علم منطق پڑھا ہوا ہو وہ زبان سے زیادہ بولتا ہے اس لئے اس کو منطق کہتے ہیں یہ تسمیۃ الحال باسم المحل ہوا۔

علم المیزان:۔ میزان کا معنی ہے ترازو۔اس کے ذریعے بھی افکار کو تولا جاتا ہے تو یہ بھی ترازو ہوا۔

العلم الآلی:۔ کیونکہ یہ علوم غیر مقصودہ میں سے ہے اور علوم مقصودہ (قرآن،حدیث اور فقہ) کو حاصل کرنے کا آلہ ہے۔

فَـائِـدَةٌ:اِعْـلَمْ اَنَّ اَرَسْطَا طَالِيْسَ الْحَكِيْمَ دَوَّنَ هٰذَا الْعِلْمَ بِاَمْرِ الْاِسْكَنْدَرِ الـرُّوْمِـيِّ وَلِهٰـذَا يُلَقَّبُ بِالْمُعَلِّمِ الْاَوَّلِ وَالْفَارَابِىُّ هَذَّبَ هٰذَاالْفَنَّ وَهُوَالْمُعَلِّمُ الثَّانِىْ وَبَعْدَ اِضَاعَةِ كُتُبِ الْفَارَابِىْ فَصَّلَهُ الشَّيْخُ اَبُوْعَلِيِّ بْنُ سِيْنَا

ترجمہ:۔ فائدہ:جاننا چاہیے کہ ارسطا طالیس حکیم نے اس علم کو اسکندر رومی کے حکم سے مدوّن کیا اور اسی وجہ سے اس کو معلم اول کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور فارابی نے اس فن کو آراستہ کیا اور وہ معلم ثانی

ہے اور فارابی کی کتابیں ضائع ہونے کے بعد شیخ ابو علی ابن سینا نے اس علم کی تفصیل کی۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ واضع علم منطق بتارہے ہیں۔

معلم اول:۔ سب سے پہلے ارسطا طالیس (جس کو ارسطو بھی کہتے ہیں) اس علم کو قوت سے فعل کی طرف لایا یعنی ارسطو نے اس کو مدون کیا۔ یہ ۳۸۴ قبل مسیح پیدا ہوا اس کی جائے ولادت مقدونیہ (یونان کا شہر) کی بستی تاجرہ ہے یہ حکیم افلاطون کا شاگرد ہے اور افلاطون حکیم سقراط کا اور حکیم سقراط حکیم فیثاغورث کا اور فیثاغورث حضرت سلیمان علیہ السلام کا شاگرد ہے۔ ارسطو نے اٹھارہ سال کی عمر میں اس وقت کے تمام مروجہ علوم وفنون حاصل کر کے اپنے استاذ افلاطون کے مدرسہ (جو اثنیہ میں تھا) میں تدریس شروع کردی پھر ان کو یونان کے بادشاہ فلپ نے اپنے بیٹے سکندر کیلئے معلم مقرر کیا۔ یہ وہی سکندر تھا جس نے ایک قول کے مطابق ساری دنیا پر بادشاہی کی اور وہ بادشاہی اپنے استاذ کے مشوروں سے ہی حاصل کی اور بعض روایات کے مطابق سکندر کی گزارش پر ہی ارسطا طالیس نے علم منطق کی بنیاد رکھی اور واضع اول کہلائے۔ ان کی وفات ۳۲۲ قبل مسیح میں ہوئی۔

فائدہ:۔ ہم نے لفظ بولا ہے "قوت سے فعل کی طرف لایا" یہ اصل میں ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض:۔ اس علم کو بھی انسان کی عقل نے بنایا ہے اس میں بھی غلطی ہوسکتی ہے پھر اس غلطی سے بچنے کیلئے ایک اور قانون کی ضرورت ہوگی اور اس قانون کیلئے پھر تیسرے قانون کی تو تسلسل لازم آئیگا۔

جواب:۔ اس علم کو اصل اللہ تعالیٰ ہی نے بنایا ہے اور یہ بالقوۃ پہلے موجود تھا ارسطو اس علم کو صرف بالفعل وجود میں لایا ہے اس کو بنانے والا نہیں ہے۔

معلم ثانی:۔ محمد بن طرخان فارابی ہے۔ ارسطو نے جب اس علم کو وضع کیا تو یہ علم صرف یونان میں رہا۔ بنو عباس کے دور خلافت میں خلیفہ ہارون الرشید نے ان کتب کو یونان سے منگوایا اور محمد بن اسحاق کو یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا مگر وہ تسلی بخش ترجمہ نہ کرسکا تو یہ کتابیں محمد بن طرخان فارابی کو دیں جنہوں نے ان کتب کا ترجمہ کیا اور مزید کچھ اضافے بھی کئے اسلئے ان کو منطق کا معلم ثانی

کہا جاتا ہے۔محمد بن طرخان فارابی ۲۶۰ھ یا ۲۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۳۹ھ میں فوت ہوئے۔ یہ علوم عقلیہ کے ماہر تھے اور موسیقی سے کافی لگاؤ تھا اور تنہائی پسند ہونے کی وجہ سے اکثر دریا کے کنارے رہتے تھے۔افسوس کہ ان کی وفات کے بعد ان کی اکثر کتب ضائع ہوگئیں۔

معلم ثالث:۔ ابوعلی ابن سینا ہے۔فارابی کی کتب ضائع ہونے کے بعد ابوعلی ابن سینا نے اس علم کو از سرنو مرتب کیا اور اس علم کو مزید سنوارا اور اسکے قواعد وضوابط بنائے اسلئے ان کو معلم ثالث کہا جاتا ہے۔ابو علی ابن سینا کا نام حسین بن عبداللہ بن سینا تھا اور اپنے دادا کے نام سے ابن سینا مشہور تھے آپ کی کنیت ابوعلی تھی آپ ۳۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔بارہ سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ تمام علوم وفنون بھی حاصل کر لئے تھے اور اپنے وقت کے بہت بڑے ذہین وفطین نوجوانوں میں شمار ہوتے تھے۔آپ کے حواس خمسہ بہت تیز تھے یہاں تک کہ اگر بارہ میل دور کوئی چکی چل رہی ہوتی تو اس کے شور کے کانوں میں سنائی دینے کی وجہ سے آپ کو نیند نہ آتی تھی۔آپ کو تصوف سے بھی کافی شغف تھا آپ خود فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو میں دو رکعت نفل پڑھتا اس چیز کی حد اوسط (دلیل) مجھے معلوم ہوجاتی۔آپ کی وفات ۴۲۷ھ میں قولنج کے مرض کی وجہ سے ہوئی۔

فَصْلٌ: وَلَعَلَّکَ عَلِمْتَ مِمَّا تَلَوْنَا عَلَیْکَ فِیْ بَیَانِ الْحَاجَةِ حَدَّ الْمَنْطِقِ وَتَعْرِیْفَهٗ مِنْ اَنَّهٗ عِلْمٌ بِقَوَانِیْنَ تَعْصِمُ مُرَاعَاتُهَا الذِّهْنَ عَنِ الْخَطَاِ فِی الْفِکْرِ

ترجمہ:۔ فصل: شاید تو ماقبل میں احتیاج الی المنطق والے مضمون سے منطق کی حد اور تعریف جان گیا ہوگا کہ وہ ایسے قاعدوں کا جاننا ہے جن کی رعایت کرنا ذہن کو خطاء فی الفکر سے بچاتا ہے۔

تشریح:۔ اس فصل اور آنے والی فصل میں مصنفؒ منطق کی تعریف، موضوع اور غرض غایت بیان فرما رہے ہیں۔مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے پیچھے جو احتیاج الی المنطق بیان کی ہے اسکے ضمن میں آپکو تعریف معلوم ہوگئی ہوگی لیکن دوبارہ بھی صراحۃً تعریف کر دیتے ہیں کہ هُوَ عِلْمٌ بِقَوَانِیْنَ تَعْصِمُ مُرَاعَاتُهَا الذِّهْنَ عَنِ الْخَطَاِ فِی الْفِکْرِ (وہ جاننا ہے چند ایسے قوانین کا جن کی رعایت کرنا ذہن کو خطاء فی الفکر سے بچاتا ہے)

قوانین: قانون کی جمع ہے قانون کالغوی معنی ہے ''مسطر کتاب'' (کاتبوں کا پیمانہ) اصطلاح میں قانون ایک امر کلی کا نام ہے جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہو اور اس کے ذریعے جزئیات کے احکام معلوم ہوں۔ مثلاً قانون ہے کہ مضاف الیہ مجرور ہوگا تو جو بھی مضاف الیہ کے تحت جزئی داخل ہوگی اس کا حکم یہی ہوگا کہ اس کو مجرور پڑھا جائے۔

قانون سے جزئیات کے احکام معلوم کرنے کا طریقہ:۔ جس جزئی کا حکم معلوم کرنا ہے اسکو صغری کا موضوع اور قانونِ کلی کے موضوع کو صغری کا محمول بنائیں گے اور قانونِ کلی کو کبری بنا کر شکل اول بنائیں پھر نتیجہ نکالیں تو جزئی کا حکم معلوم ہو جائیگا مثلاً ایک قانون ہے کل فاعل مرفوع اس کی جزئیات زید عمر بکر وغیرہ جب فاعل بن رہی ہوں تو مرفوع ہوا کرتی ہیں تو ضرب زید میں زید کا حکم معلوم کرنے کیلئے اس طرح شکل بنائیں گے (صغری) زید فاعل (کبری) کل فاعل مرفوع (نتیجہ) زید مرفوع۔ یہی نتیجہ اس جزئی کا حکم ہے۔

فَصْلٌ: مَوْضُوْعُ كُلِّ عِلْمٍ مَا يُبْحَثُ فِيْهِ عَنْ عَوَارِضِهِ الذَّاتِيَةِ لَهٗ كَبَدَنِ الْاِنْسَانِ لِلطِّبِّ وَالْكَلِمَةِ وَالْكَلَامِ لِعِلْمِ النَّحْوِ فَمَوْضُوْعُ الْمَنْطِقِ الْمَعْلُوْمَاتُ التَّصَوُّرِيَّةُ وَالتَّصْدِيْقِيَّةُ لٰكِنْ لَا مُطْلَقًا بَلْ مِنْ حَيْثُ اَنَّهَا مُوْصِلَةٌ اِلَى الْمَجْهُوْلِ التَّصَوُّرِيِّ وَالتَّصْدِيْقِيِّ

ترجمہ:۔ **فصل:** ہر علم کا موضوع وہ چیز ہے کہ اس علم میں اس کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جائے جیسے بدن انسانی علم طب کیلئے اور کلمہ وکلام علم نحو کیلئے، تو منطق کا موضوع معلومات تصوریہ اور تصدیقیہ ہیں لیکن مطلقاً نہیں بلکہ اس اعتبار سے کہ وہ مجہول تصوری اور مجہول تصدیقی تک پہنچانے والی ہوں۔

تشریح:۔ مقدمہ جن تین چیزوں کیلئے وضع کیا گیا تھا ان میں سے دو (تعریف، غرض وغایت) کا بیان تو ماقبل میں ہو چکا ہے اب یہاں سے تیسری چیز موضوع کو بیان کرنا چاہتے ہیں مطلق موضوع یہ عام ہے اور منطق کا موضوع یہ خاص ہے یہاں اصل میں تو علم منطق کے موضوع کو بیان کرنا تھا لیکن خاص چونکہ عام کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا اسلئے پہلے عام یعنی مطلق موضوع کو بیان کرتے ہیں اس کے بعد

خاص یعنی منطق کے موضوع کو بیان کریں گے۔

مطلق موضوع کی تعریف:۔ علم میں جس شئی کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے اس شئی کو اس علم کا موضوع کہا جاتا ہے جیسے علم طب میں انسان کے بدن کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے کہ وہ کیسے بیمار ہوتا ہے اور کیسے تندرست ہوتا ہے اس لئے علم طب کا موضوع بدن انسانی ہے۔اسی طرح کلمہ اور کلام اعراب اور بناء کے اعتبار سے علم نحو کا موضوع ہیں۔

جب ایک شئی دوسری شئی کو عارض ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو کسی واسطے کے ذریعے سے عارض ہوگی یا بغیر واسطے کے۔اگر بغیر واسطے کے ہے تو یہ ایک صورت ہے۔اور اگر واسطے کے ساتھ عارض ہو تو پھر وہ واسطہ اس معروض (ذی الواسطہ) کی جزو ہوگا یا اس سے خارج ہوگا اگر وہ واسطہ اس معروض کی جزو ہو تو یہ دوسری صورت ہے۔اور اگر وہ واسطہ معروض کا جزو نہ ہو بلکہ اس سے خارج ہو تو خارج ہو کر وہ واسطہ معروض کے متساوی ہوگا یہ تیسری صورت ہے یا مبائن ہوگا یہ چوتھی صورت ہے یا اعم ہوگا یہ پانچویں صورت ہے یا اخص ہوگا یہ چھٹی صورت ہے۔کل چھ صورتیں بن گئیں ہر ایک کی مثال نقشہ میں ملاحظہ ہو۔

نمبر شمار	عارض	معروض	واسطہ
۱	تعجب	انسان	بغیر کسی واسطے کے
۲	حرکت	انسان	کو عارض ہے بواسطہ حیوان کے (یعنی انسان چونکہ حیوان ہے اسلئے متحرک ہے) اور واسطہ معروض کی جزو ہے
۳	ضحک	انسان	کو عارض ہے بواسطہ تعجب کے (کیونکہ پہلے انسان کو تعجب ہوتا ہے پھر وہ ہنستا ہے) اور تعجب انسان کا امر مساوی ہے
۴	حرکت	ناطق	کو عارض ہے بواسطہ حیوان کے اور حیوان ناطق سے اخص ہے
۵	ناطق	حیوان	کو عارض ہے بواسطہ انسان کے اور انسان حیوان سے اخص ہے
۶	حرارت	پانی	کو عارض ہے بواسطہ آگ کے جو پانی کا مبائن ہے

ان چھ صورتوں میں سے پہلی تین قسمیں عوارض ذاتیہ اور بقیہ تین صورتیں عوارض غریبہ کہلاتے ہیں

علم کے اندر جن عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے وہ اس علم کا موضوع کہلاتے ہیں اور عوارض غریبہ کو اس علم کا موضوع نہیں کہا جاتا ہے۔ علم منطق میں معرف اور حجۃ کے عوارض ذاتیہ سے بحث ہوگی۔

موضوع منطق:۔ اَلْمَعْلُوْمَاتُ التَّصَوُّرِيَّةُ وَالتَّصْدِيْقِيَّةُ لٰكِنْ لَا مُطْلَقًا بَلْ مِنْ حَيْثُ اَنَّهَا مُوْصِلَةٌ اِلَى الْمَجْهُوْلِ التَّصَوُّرِيْ وَالتَّصْدِيْقِيْ (معلوم تصورات اور تصدیقات ہیں اس حیثیت سے کہ وہ کسی نامعلوم تصور یا تصدیق تک پہنچائیں)

فَائِدَةٌ: اِعْلَمْ اَنَّ لِكُلِّ عِلْمٍ وَصِنَاعَةٍ غَايَةٌ وَاِلَّا لَكَانَ طَلَبُهُ عَبَثًا وَالْجِدُّ فِيْهِ لَغْوًا وَغَايَةُ عِلْمِ الْمِيْزَانِ الْاِصَابَةُ فِي الْفِكْرِ وَحِفْظُ الرَّأْيِ عَنِ الْخَطَاِ فِي النَّظْرِ

ترجمہ:۔ فائدہ: جاننا چاہیے کہ ہر علم اور صنعت کیلئے کوئی نہ کوئی غرض وغایت ہوتی ہے ورنہ اس کا طلب کرنا عبث ہوگا اور اس میں کوشش کرنا بیکار ہوگا اور علم میزان کی غرض فکر میں درستگی کو پہنچنا اور نظر میں خطاء کرنے سے رائے کو محفوظ رکھنا ہے۔

تشریح:۔ اس فائدہ میں علم منطق کی غرض وغایت بیان فرمارہے ہیں۔ علم منطق کی غرض صِيَانَةُ الذِّهْنِ عَنِ الْخَطَاءِ فِي الْفِكْرِ یا اَلْاِصَابَةُ فِي الْفِكْرِ وَحِفْظُ الرَّأْيِ عَنِ الْخَطَاءِ فِي النَّظْرِ ہے یعنی نظر وفکر کی غلطی سے بچنا۔

فَصْلٌ: لَا شُغْلَ لِلْمَنْطِقِيِّ مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ مَنْطِقِيٌّ يَبْحَثُ الْاَلْفَاظَ كَيْفَ وَهٰذَا الْبَحْثُ بِمَعْزَلٍ عَنْ غَرْضِهِ وَغَايَتِهِ وَمَعَ ذٰلِكَ فَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ بَحْثِ الْاَلْفَاظِ الدَّالَّةِ عَلَى الْمَعَانِيْ لِاَنَّ الْاِفَادَةَ وَالْاِسْتِفَادَةَ مَوْقُوْفَةٌ عَلَيْهِ وَلِذٰلِكَ يُقَدَّمُ بَحْثُ الدَّلَالَةِ وَالْاَلْفَاظِ فِيْ كُتُبِ الْمَنْطِقِ

ترجمہ:۔ فصل: منطقی کو بحیثیت منطقی ہونے کے الفاظ کی بحث سے کوئی لگاؤ نہیں اور ہو کیسے سکتا ہے حالانکہ یہ بحث منطقی کی غرض وغایت سے الگ ہے اور اس کے باوجود منطقی کیلئے ایسے الفاظ کی بحث

ضروری ہے جو معانی پر دلالت کرنے والے ہوں کیونکہ فائدہ پہنچانا اور فائدہ حاصل کرنا دونوں اس پر موقوف ہیں اور اسی وجہ سے دلالت اور الفاظ کی بحث کتب منطق میں پہلے لائی جاتی ہے۔

تشریح:۔ مصنفؒ مقدمہ سے فارغ ہونے کے بعد اب اصل مقصد کو بیان کرنا چاہتے ہیں مگر اس سے پہلے ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔ یہ اصطلاح ہے کہ جو عبارت کتاب میں کسی سوال کا جواب بن رہی ہو اور وہ سوال مذکور نہ ہو تو اس کو دفع دخل مقدر (چھپی ہوئی مداخلت اور اعتراض کو دور کرنا) کہتے ہیں تو گویا یہاں بھی دفع دخل مقدر ہے۔

اعتراض:۔ مصنفؒ دلالت کی بحث شروع کر رہے ہیں اور دلالت الفاظ کے قبیل سے ہے حالانکہ منطقی کا مطمح نظر تو معانی ہیں نہ کہ الفاظ۔ تو مصنفؒ یہاں الفاظ سے بحث کیوں کر رہے ہیں؟

جواب:۔ مصنفؒ نے اس کا جواب دیا کہ منطقی الفاظ سے بحث اس لئے کرتے ہیں کہ الفاظ کی بحث کا سمجھنا معانی کی بحث کے سمجھنے کیلئے ضروری ہے کیونکہ الفاظ دلالت کرتے ہیں معانی پر اور معانی کا سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا یہ الفاظ کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے تبعاً الفاظ کی بحث لائی گئی ہے۔

مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ مَنْطِقِيٌّ:۔ یہ عبارت بھی دفع دخل مقدر ہے یعنی ایک سوال کا جواب ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ منطقیوں کو الفاظ کی بحث سے کوئی لگاؤ نہیں ہے بلکہ صرف ضرورت کے تحت ان سے بحث کرتے ہیں حالانکہ جب منطقی صرف اور نحو پڑھاتے ہیں تو اس وقت بالقصد الفاظ سے بحث کرتے ہیں تو آپ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ منطقیوں کو الفاظ کی بحث سے کوئی لگاؤ نہیں ہے؟

جواب:۔ منطقیوں کو منطقی ہونے کی حیثیت سے الفاظ کی بحث سے لگاؤ نہیں ہے صرف اور نحو پڑھتے، پڑھاتے وقت تو وہ صرفی اور نحوی ہوتے ہیں۔

فَصْلٌ: فِي الدَّلَالَةِ اَلدَّلَالَةُ لُغَةً هُوَ الْاِرْشَادُ ای راہنمودن وَفِي الْاِصْطِلَاحِ كَوْنُ الشَّيْئِ بِحَيْثُ يَلْزَمُ مِنَ الْعِلْمِ بِهِ الْعِلْمُ بِشَيْئٍ اٰخَرَ وَالدَّلَالَةُ قِسْمَانِ لَفْظِيَّةٌ وَغَيْرُ لَفْظِيَّةٍ وَاللَّفْظِيَّةُ مَا يَكُوْنُ الدَّالُّ فِيْهِ اللَّفْظَ وَغَيْرُ اللَّفْظِيَّةِ مَالَا يَكُوْنُ الدَّالُّ فِيْهِ اللَّفْظَ وَكُلٌّ

مِنْهُمَا عَلٰى ثَلَاثَةِ اَنْحَاءٍ اَحَدُهَا اللَّفْظِيَّةُ الْوَضْعِيَّةُ كَدَلَالَةِ لَفْظِ زَيْدٍ عَلٰى مُسَمَّاهُ وَثَانِيْهَا اللَّفْظِيَّةُ الطَّبْعِيَّةُ كَدَلَالَةِ لَفْظِ اُحْ اُحْ بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَسُكُوْنِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَقِيْلَ بِفَتْحِهَا عَلٰى وَجْعِ الصَّدْرِ فَاِنَّ الطَّبِيْعَةَ تَضْطَرُّ بِاِحْدَاثِ هٰذَا اللَّفْظِ عِنْدَ عُرُوْضِ الْوَجْعِ فِى الصَّدْرِ وَثَالِثُهَا اللَّفْظِيَّةُ الْعَقْلِيَّةُ كَدَلَالَةِ لَفْظِ دَيْزٍ اَلْمَسْمُوْعِ مِنْ وَّرَاءِ الْجِدَارِ عَلٰى وُجُوْدِ اللَّافِظِ وَرَابِعُهَا غَيْرُ اللَّفْظِيَّةِ الْوَضْعِيَّةِ كَدَلَالَةِ الدَّوَالِ الْاَرْبَعِ عَلٰى مَدْلُوْلَاتِهَا وَخَامِسُهَا غَيْرُ اللَّفْظِيَّةِ الطَّبْعِيَّةِ كَدَلَالَةِ صَهِيْلِ الْفَرَسِ عَلٰى طَلَبِ الْمَاءِ وَالْكَلَاِ وَسَادِسُهَا غَيْرُ اللَّفْظِيَّةِ الْعَقْلِيَّةِ كَدَلَالَةِ الدُّخَانِ عَلَى النَّارِ فَهٰذِهٖ سِتُّ دَلَالَاتٍ وَالْمَنْطِقِيُّ اِنَّمَا يَبْحَثُ عَنِ الدَّلَالَةِ اللَّفْظِيَّةِ الْوَضْعِيَّةِ لِاَنَّ الْاِفَادَةَ لِلْغَيْرِ وَالْاِسْتِفَادَةَ مِنَ الْغَيْرِ اِنَّمَا يَتَيَسَّرُ بِهَا بِسُهُوْلَةٍ بِخِلَافِ غَيْرِهَا فَاِنَّ الْاِفَادَةَ وَالْاِسْتِفَادَةَ بِهَا لَا يَخْلُوْ عَنْ صُعُوْبَةٍ هٰذَا

ترجمہ:۔ فصل دلالت کے بیان میں: دلالت کا لغوی معنی ہے راستہ دکھانا اور اصطلاح میں ہونا شی کا ایسے طور پر کہ اس کے جاننے سے دوسری چیز کا جاننا لازم آئے اور دلالت دو قسم پر ہے لفظی اور غیر لفظی۔ لفظی وہ ہے کہ دلالت کرنے والا اس میں لفظ ہو اور غیر لفظی وہ ہے کہ دلالت کرنے والا اس میں لفظ نہ ہو۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک تین تین قسم پر ہے۔ پہلی قسم لفظی وضعی: جیسے لفظ زید کی دلالت اسکی ذات پر۔ دوسری قسم لفظی طبعی: جیسے لفظ اُح اُح (ہمزہ مضموم اور حاء ساکنہ کے ساتھ اور حاء مفتوحہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) کا دلالت کرنا سینہ کے درد پر کیونکہ طبیعت سینہ میں درد عارض ہو جانے کے وقت اس لفظ کے بولنے پر مجبور ہوتی ہے۔ تیسری قسم لفظی عقلی: جیسے لفظ دیز جو دیوار کے پیچھے سے سنا جائے اس کی دلالت بولنے والے کے وجود پر۔ چوتھی قسم غیر لفظی وضعی: جیسے دلالت دوال اربعہ کی اپنے مدلولات پر۔ پانچویں قسم غیر لفظی طبعی: جیسے گھوڑے کے ہنہنانے کی دلالت پانی اور گھاس کے طلب کرنے پر۔ چھٹی قسم غیر لفظی عقلی: جیسے دھویں کا آگ پر دلالت کرنا۔ پس یہ چھ دلالتیں ہیں اور منطقی صرف دلالت لفظی وضعی سے بحث کرتا ہے اس لئے کہ دوسرے کو فائدہ پہنچانا اور اس سے فائدہ حاصل

کرنا اس دلالت سے بسہولت میسر آتا ہے بخلاف دوسری اقسام دلالت کے کہ ان سے افادہ اور استفادہ دشواری سے خالی نہیں۔ یہ مضمون خوب یاد کرلو۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ دلالت کی تعریف اور قسمیں بیان فرما رہے ہیں۔ دلالت کا لغوی معنی ہے **الارشاد** (راستہ دکھانا) اور اصطلاحی معنی **کون الشئ بحیث یلزم من العلم به العلم بشئ اخر** (کسی شی کا اس حیثیت سے ہونا کہ اس شی کے علم سے کسی دوسری شی کا علم لازم آئے) پہلی چیز جس کی وجہ سے علم آیا اس کو دال اور جس چیز کا علم آیا اس کو مدلول کہتے ہیں۔

اقسام دلالت:۔ دلالت کی اوّلاً دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ دلالت لفظیہ ﴿۲﴾ دلالت غیر لفظیہ۔

دلالت لفظیہ:۔ جس میں دال لفظ ہو۔ **دلالت غیر لفظیہ:**۔ جس میں دال لفظ نہ ہو۔

پھر منطقیوں نے دیکھا کہ دال کی دلالت مدلول پر تین چیزوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے ہوتی ہے ﴿۱﴾ وضع کیوجہ سے ﴿۲﴾ طبیعت کے تقاضے کی وجہ سے ﴿۳﴾ عقل کے تقاضے کی وجہ سے۔

اس اعتبار سے مناطقہ نے دلالت لفظیہ اور غیر لفظیہ کی تین تین قسمیں بنائیں۔ گویا کہ اب دلالت کی کل چھ قسمیں ہوئیں۔ ہر ایک کی تعریف مع مثال ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۱﴾ **دلالت لفظیہ وضعیہ:**۔ جس میں دال لفظ ہو اور دلالت وضع کی وجہ سے ہو جیسے لفظ زید کی دلالت اس کی ذات پر کیونکہ زید کو ذات زید کیلئے وضع کیا گیا ہے۔

﴿۲﴾ **دلالت لفظیہ طبعیہ:**۔ جس میں دال لفظ ہو اور دلالت طبیعت کے اقتضاء کی وجہ سے ہو جیسے اُح اُح کی دلالت رنج وصدمے پر کیونکہ طبیعت انسانی ہے کہ وہ رنج وصدمہ کے وقت اُح اُح کرتا ہے

﴿۳﴾ **دلالت لفظیہ عقلیہ:**۔ جس میں دال لفظ ہو اور دلالت عقل کے تقاضے کی وجہ سے ہو جیسے لفظ دیز کی دلالت دیوار کے پیچھے موجود انسان کی ذات پر۔ کیونکہ عقل اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ کوئی بولنے والا موجود ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے یہاں لفظ دیز کیوں کہا زید یا اور کوئی لفظ کہہ دیتے؟

جواب:۔اگر ہم لفظ زید یا اور کوئی موضوع لفظ کہتے تو پھر دو دلالتیں ہو جاتیں۔ایک عقلیہ اور دوسری وضعیہ۔اس لئے مہمل لفظ دیز لائے تا کہ صرف لفظیہ عقلیہ کی مثال بنے۔

﴿۴﴾ **دلالت غیر لفظیہ وضعیہ**:۔جس میں دال لفظ نہ ہو اور دلالت وضع کی وجہ سے ہو جیسے دوال اربعہ کی دلالت اپنے مدلولات پر۔دوال اربعہ یہ ہیں ﴿۱﴾ نصب: جیسے نہر میں لکڑی کا پیمانہ پانی کی پیمائش معلوم کرنے کیلئے ﴿۲﴾ اشارات: جیسے سر کا ہلانا ہاں اور نہیں کیلئے یا ہاتھ ہلانا وغیرہ۔ ﴿۳﴾ خطوط: جیسے نقوش زید یا عمرو کی دلالت ان کے الفاظ پر۔اسی طرح سیدھی لکیر (ا) الف پر دلالت کرتی ہے، گول ادھورا دائرہ (ن) یہ نون پر دلالت کرتا ہے وغیرہ۔ ﴿۴﴾ عقود: جیسے انگلیوں کے ذریعے خاص اشارے بنا کر گنتی گننا اس طریقے سے ایک سے لیکر ہزار تک گنتی گنی جا سکتی ہے ان انگلیوں کی اشکال جو خاص عدد پر دلالت کرتی ہیں ان کو عقود کہتے ہیں۔تو ان کو اپنے مدلولات کیلئے وضع کیا گیا ہے

﴿۵﴾ **دلالت غیر لفظیہ طبعیہ**:۔جس میں دال لفظ نہ ہو اور دلالت طبیعت کے اقتضاء کی وجہ سے ہو جیسے گھوڑے کا ہنہنانا یہ گھوڑے کے گھاس اور پانی مانگنے پر دلالت کرتا ہے۔کیونکہ بھوک پیاس کے وقت وہ طبعاً ہنہناتا ہے۔

﴿۶﴾ **دلالت غیر لفظیہ عقلیہ**:۔جس میں دال لفظ نہ ہو اور دلالت عقل کے تقاضے کی وجہ سے ہو جیسے دھوئیں کی دلالت آگ پر۔عقل یہ کہتی ہے کہ جب دھواں ہے تو آگ بھی ضرور ہوگی۔

یہ کل چھ دلالتیں ہوئیں مگر منطقی حضرات ان میں سے صرف ایک دلالت لفظیہ وضعیہ سے بحث کرتے ہیں بقیہ پانچ دلالتوں سے بحث نہیں کرتے۔

اعتراض:۔منطقی بقیہ پانچ دلالات سے بحث کیوں نہیں کرتے؟

جواب:۔دراصل منطقی حضرات دلالت سے بحث افادہ اور استفادہ کی غرض سے کرتے ہیں اور افادہ اور استفادہ پورے طور پر اسی سے ہی ہو سکتا ہے بقیہ پانچ سے نہیں۔

اعتراض:۔بقیہ پانچ دلالتوں سے افادہ اور استفادہ نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ دلالت غیر لفظیہ کی تین قسمیں تو لفظ ہی نہیں ہیں لہذا ان سے افادہ اور استفادہ لفظ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہوسکتا اور دلالت لفظیہ کی دو قسمیں طبعیہ اور عقلیہ لفظ تو ہیں مگر عقل اور طبیعت میں چونکہ تفاوت ہوتا ہے لوگوں کی طبیعتیں اور عقلیں مختلف ہوتی ہیں اس لئے ان سے بھی بحث کا کائی فائدہ نہیں جبکہ وضع ہمیشہ ایک ہی رہتی ہے اور اس میں تفاوت نہیں ہوتا الحاصل چونکہ افادہ واستفادہ صرف دلالت لفظیہ وضعیہ پر موقوف ہے اس لئے صرف اسی سے مکمل بحث کرتے ہیں اور اسی کی قسمیں بیان کرتے ہیں باقیوں کی نہیں۔

سوال:۔ اگر ان پانچ دلالتوں سے افادہ اور استفادہ نہیں ہوسکتا تو پھر انکو ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب﴿۱﴾:۔ طلباء کے فائدے کیلئے ذکر کیا گیا ہے۔

جواب﴿۲﴾:۔ ان دلالتوں کو دلالت لفظیہ وضعیہ کے سمجھنے کیلئے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ قاعدہ ہے تُعرفُ الاشیاء باضدادھا (اشیاء اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں)

ھٰذا کی ترکیب:۔ منطقی حضرات بعض اوقات کوئی اہم بات ذکر کرنے کے بعد ھذا کے ذریعے اس کی اہمیت بتاتے ہیں۔ یہ ھذا ترکیب میں خبر ہے مبتداء محذوف کی اصل عبارت یوں ہوگی الامر ھذا یا یہ مفعول بہ بنے گا خذ کا تو عبارت یوں ہوگی خذ ھذا۔

وَيَنبَغِي اَنْ يُعْلَمَ اَنَّ الدَّلَالَةَ اللَّفْظِيَّةَ الْوَضْعِيَّةَ الَّتِي لَهَا الْعِبْرَةُ فِي الْمُحَاوَرَاتِ وَالْعُلُومِ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَنْحَاءٍ اَحَدُهَا الْمُطَابِقِيَّةُ وَهِيَ اَنْ يَّدُلَّ اللَّفْظُ عَلٰى تَمَامِ مَا وُضِعَ ذٰلِكَ اللَّفْظُ لَهُ كَدَلَالَةِ الْاِنْسَانِ عَلٰى مَجْمُوْعِ الْحَيْوَانِ وَالنَّاطِقِ وَثَانِيْهَا التَّضَمُّنِيَّةُ وَهِيَ اَنْ يَّدُلَّ اللَّفْظُ عَلٰى جُزْءِ الْمَعْنَى الْمَوْضُوْعِ لَهُ كَدَلَالَتِهٖ عَلَى الْحَيْوَانِ فَقَطْ وَثَالِثُهَا الدَّلَالَةُ الْاِلْتِزَامِيَّةُ وَهِيَ اَنْ لَّا يَدُلَّ اللَّفْظُ عَلَى الْمَوْضُوْعِ لَهُ وَلَا عَلٰى جُزْئِهٖ بَلْ عَلٰى مَعْنًى خَارِجٍ لَازِمٍ لِلْمَوْضُوْعِ لَهُ وَاللَّازِمُ هُوَ مَا يَنْتَقِلُ الذِّهْنُ مِنَ الْمَوْضُوْعِ لَهُ اِلَيْهِ كَدَلَالَةِ الْاِنْسَانِ عَلٰى قَابِلِ الْعِلْمِ وَصَنْعَةِ الْكِتَابَةِ وَكَدَلَالَةِ لَفْظِ الْعَمٰى عَلَى الْبَصَرِ

ترجمہ:۔ **فصل**: یہ جاننا مناسب ہے کہ دلالت لفظیہ وضعیہ جس کا محاورات وعلوم میں اعتبار ہے تین قسم پر ہے(۱) مطابقی: اور وہ یہ ہے کہ لفظ اس پورے معنی پر دلالت کرے جس کیلئے وہ وضع کیا گیا ہے جیسے انسان کا دلالت کرنا حیوان اور ناطق کے مجموعے پر(۲) تضمنی: اور وہ یہ ہے کہ لفظ معنی موضوع لہ کی جزء پر دلالت کرے جیسے انسان کا دلالت کرنا صرف حیوان پر(۳) التزامی: اور وہ یہ ہے کہ لفظ نہ معنی موضوع لہ پر دلالت کرے نہ اس کی جزء پر بلکہ ایسے خارجی معنی پر دلالت کرے جو معنی موضوع لہ کو لازم ہو اور لازم وہ چیز ہے کہ ذہن معنی موضوع لہ سے اس کی طرف منتقل ہو جائے جیسے انسان کا دلالت کرنا قابلیت علم اور صنعت کتابت پر اور جیسے لفظ عمی کا دلالت کرنا بصر پر۔

تشریح:۔ چونکہ منطقی حضرات فقط دلالت لفظیہ وضعیہ سے بحث کرتے ہیں اس لئے مصنفؒ اس فصل میں اس کی اقسام ذکر کر رہے ہیں۔

دلالت لفظیہ وضعیہ کی تین قسمیں ہیں ﴿۱﴾ مطابقی ﴿۲﴾ تضمنی ﴿۳﴾ التزامی۔

دلالت مطابقی:۔ لفظ اپنے پورے معنی موضوع لہ پر دلالت کرے جیسے انسان کی دلالت حیوان ناطق پر جو انسان کا پورا معنی موضوع لہ ہے۔ **دلالت تضمنی**:۔ لفظ اپنے معنی موضوع لہ کی جزء پر دلالت کرے جیسے انسان کی دلالت صرف حیوان یا صرف ناطق پر۔ **دلالت التزامی**:۔ لفظ نہ پورے معنی موضوع لہ پر دلالت کرے نہ اسکی جزء پر بلکہ ایسی چیز پر دلالت کرے جو موضوع لہ سے خارج ہو کر اسکے ساتھ چمٹی ہوئی ہو جیسے انسان کی دلالت قابلیت علم یا صنعت کتابت پر اور جیسے لفظ عمی کا دلالت کرنا بصر پر

فائدہ:۔ جو چیز کسی کو چمٹی ہوئی ہو اس کو لازم کہتے ہیں اور جس کو چمٹی ہوئی ہو اس کو ملزوم کہتے ہیں۔

سوال:۔ آپ نے کہا کہ اندھے کو آنکھ لازم ہے اور اس کو آپ دلالت التزامی کہتے ہیں حالانکہ جب لفظ اندھا بولا جاتا ہے تو اس کی دلالت آنکھ پر ہوتی ہے جو اندھے کا جزء ہے کیونکہ اندھے کی تعریف ہے عدم البصر عما من شانہ ان یکون بصیرا اور آنکھ اس تعریف کا جزء ہے تو یہ دلالت التزامی نہیں بلکہ تضمنی ہے۔ **جواب**: عدم البصر میں عدم مضاف اور البصر مضاف الیہ ہے

اوران دونوں میں سے مقصود عدم یعنی مضاف ہے نہ کہ مضاف الیہ۔ کیونکہ اگر دونوں مراد ہوں تو پھر عدم کا معنی ہے نہ ہونا اور بصر کا معنی ہے ہونا تو ایک چیز کا نہ ہونا اور ہونا لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں بلکہ ہمارا مقصود فقط مضاف ہے مضاف الیہ وضاحت کیلئے لائے ہیں ہمارا مقصد فقط عدم ہے نہ کہ بصر اس لئے یہ دلالت التزامی ہے نہ کہ تضمنی۔

دلالت مطابقی، تضمنی اور التزامی کی وجہ تسمیہ: مطابقی:۔ یہ باب طابق یطابق مطابقة سے مصدر ہے بمعنی موافقت کرنا، جس طرح ایک جوتا جب دوسرے کے ساتھ سائز میں مل جاتا ہے تو کہتے ہیں طابق النعل بالنعل جوتا جوتے کے برابر ہو گیا۔ چونکہ اس دلالت میں بھی لفظ بول کر پورا معنی موضوع لہ مراد ہوتا ہے، گویا لفظ اور موضوع لہ ایک دوسرے کے موافق ہو جاتے ہیں اس لئے اس کو مطابقی کہتے ہیں۔ **تضمنی:۔** یہ ضمن سے ہے اور اس کا معنی ہے کسی شی کو بغل میں لینا اور یہ بھی معنی موضوع لہ کے جزء کو اندر لئے ہوئے ہوتی ہے اسلئے اس کو تضمنی کہتے ہیں۔ **التزامی:۔** یہ لزوم سے ہے اس کو التزامی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بھی لفظ سے موضوع لہ کے لازم پر دلالت ہوتی ہے۔

فائدہ (۱):۔ لزوم کی تین قسمیں ہیں (۱) لزوم ماہیت (۲) لزوم ذہنی (۳) لزوم خارجی۔

لزوم ماہیت:۔ جس میں لازم ملزوم کو ذہن میں بھی چمٹا ہوا ہو اور خارج میں بھی جیسے چار کو جفت ہونا ذہن اور خارج دونوں میں چمٹا ہوا ہے۔ **لزوم ذہنی:۔** لازم فقط ذہن میں ملزوم کو چمٹا ہوا ہو خارج میں چمٹا ہوا نہ ہو جیسے قابلیت علم انسان کو ذہن میں چمٹی ہوئی ہے نہ کہ خارج میں۔ **لزوم خارجی:۔** جس میں لازم ملزوم کو صرف خارج میں چمٹا ہوا ہو ذہن میں چمٹا ہوا نہ ہو مثلاً آگ کو جلانا، اور پانی کو ڈبونا چمٹا ہوا ہے لیکن صرف خارج میں ذہن میں نہیں ورنہ تو ان چیزوں کے تصور کے وقت ذہن کا غرق اور حرق لازم آئیگا۔

دلالت التزامی میں لزوم ذہنی معتبر ہوتا ہے لزوم خارجی اور لزوم ماہیت نہیں۔

فائدہ (۲):۔ پھر لزوم ذہنی کی دو قسمیں ہیں (۱) لزوم عقلی (۲) لزوم عرفی۔

لزوم عقلی: ۔جس میں لازم اور ملزوم کے درمیان جدائی عقل کے نزدیک محال ہو جیسے عمی کی دلالت بصر پر

لزوم عرفی: ۔جس میں لازم اور ملزوم کے درمیان عقلاً تو جدائی ہو سکے عرف عام میں جدائی نہ ہو سکے جیسے حاتم طائی کی دلالت سخاوت پر۔

فَصلٌ: اَلدَّلَالَۃُ التَّضَمُّنِیَّۃُ وَالْاِلْتِزَامِیَّۃُ لَا تُوْجَدَانِ بِدُوْنِ الْمُطَابَقَۃِ وَذٰلِکَ لِاَنَّ الْجُزْءَ لَا یُتَصَوَّرُ بِدُوْنِ الْکُلِّ وَکَذَا اللَّازِمُ بِدُوْنِ الْمَلْزُوْمِ وَالتَّابِعُ لَا یُوْجَدُ بِدُوْنِ الْمَتْبُوْعِ وَالْمُطَابَقَۃُ قَدْ تُوْجَدُ بِدُوْنِهِمَا لِجَوَازِ اَنْ یُّوْضَعَ اللَّفْظُ لِمَعْنًی بَسِیْطٍ لَا جُزْءَ لَهٗ وَلَا لَازِمَ لَهٗ

ترجمہ: ۔فصل: دلالت تضمنی اور التزامی مطابقی کے بغیر نہیں پائی جاتیں اور یہ اس لئے کہ جزء بغیر کل کے متصور نہیں ہوتا اور اسی طرح لازم بغیر ملزوم کے اور تابع بغیر متبوع کے نہیں پایا جاتا۔اور دلالت مطابقی کبھی ان دونوں کے بغیر بھی پائی جاتی ہے کیونکہ یہ بات جائز ہے کہ لفظ کسی معنی بسیط کیلئے وضع کیا گیا ہو نہ اس کا کوئی جزء ہو اور نہ لازم۔

تشریح: ۔اس فصل کے دو حصے ہیں۔مندرجہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے مذکورہ تین دلالتوں کے درمیان نسبت بیان کی ہے اور دوسرے حصے میں مناطقہ کے درمیان ایک اختلافات بیان کریں گے۔

﴿۱﴾ دلالت مطابقی اور تضمنی کے درمیان نسبت: ۔دلالت مطابقی اور دلالت تضمنی کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے کیونکہ جس جگہ دلالت تضمنی پائی جائے گی اس جگہ دلالت مطابقی بھی ضرور پائی جائے گی اور جس جگہ دلالت مطابقی پائی جائے وہاں دلالت تضمنی کا پایا جانا ضروری نہیں گویا دلالت مطابقی عام مطلق ہے اور دلالت تضمنی خاص مطلق ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ دلالت مطابقی کل ہے اور دلالت تضمنی جزء ہے اور جزء کبھی بھی کل کے بغیر نہیں پایا جاتا نیز دلالت مطابقی متبوع اور تضمنی تابع ہے اور تابع متبوع کے بغیر نہیں پایا جاتا البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی کل ایسا ہو جس کے اجزاء ہی نہ ہوں تو وہاں کل پایا جائے گا اور جزء نہیں پایا جائے گا دلالت مطابقی ہوگی تضمنی نہیں ہوگی جیسے لفظ

اللہ کا معنی بسیط ہے اس کے اجزاء نہیں ہیں، یہ معنی بسیط کیلئے وضع کیا گیا ہے تو اس میں دلالت مطابقی پائی جاتی ہے دلالت تضمنی نہیں پائی جاتی۔

﴿۲﴾ **دلالت مطابقی اور التزامی کے درمیان نسبت:** ۔ان کے درمیان بھی یہی عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی جس جگہ التزامی پائی جائے گی وہاں دلالت مطابقی ضرور پائی جائے گی البتہ جہاں مطابقی پائی جائے وہاں التزامی کا پایا جانا ضروری نہیں کیونکہ دلالت التزامی لازم ہے اور مطابقی ملزوم، اور لازم کبھی بھی ملزوم کے بغیر نہیں پایا جا سکتا البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی ملزوم ایسا ہو جس کو کوئی چیز لازم ہی نہ ہو تو وہاں مطابقی ہوگی التزامی نہیں ہوگی۔

﴿۳﴾ **دلالت تضمنی اور التزامی کے درمیان نسبت:** ۔ان کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے یعنی کسی معنی موضوع لہ میں دونوں دلالتیں پائی جاتی ہیں اور بعض اوقات کسی معنی موضوع لہ میں دلالت التزامی پائی جاتی ہے تضمنی نہیں پائی جاتی اور کبھی کسی معنی میں تضمنی پائی جاتی ہے التزامی نہیں پائی جاتی جیسے حیوان ناطق میں دونوں دلالتیں پائی جاتی ہیں کیونکہ حیوان ناطق ایک ایسا معنی موضوع لہ ہے جس کے اجزاء بھی ہیں اور اس کو کئی اشیاء لازم بھی ہیں اور لفظ اللہ میں التزامی ہے مگر تضمنی نہیں پائی جا سکتی کیونکہ لفظ اللہ کا معنی بسیط ہ اس کے اجزاء نہیں ہیں اور ایسا معنی موضوع لہ جس کے اجزاء تو ہوں لیکن اس کو کوئی شئی لازم نہ ہو وہاں تضمنی ہوگی التزامی نہیں۔

فَاِنْ قُلْتَ لانُسَلِّمُ اَنْ يُّوْجَدَ مَعْنًى لا لا زِمَ لَهٗ فَاِنَّ لِكُلِّ مَعْنًى لا زِمًا اَلْبَتَّةَ وَاَقَلُّهٗ اَنَّهٗ لَيْسَ غَيْرَهٗ قُلْنَا اَلْمُرَادُ بِاللَّازِمِ هُوَ اللَّازِمُ الْبَيِّنُ الَّذِىْ يَنْتَقِلُ الذِّهْنُ مِنَ الْمَلْزُوْمِ اِلَيْهِ وَقَوْلُكَ لَيْسَ غَيْرَهٗ لَيْسَ مِنَ اللَّوَازِمِ الْبَيِّنَةِ لِاَنَّا كَثِيْرًا مَّا نَتَصَوَّرُ الْمَعَانِىَ وَلا يَخْطُرُ بِبَالِنَا مَعْنَى الْغَيْرِ فَضْلاً عَنْ كَوْنِهٖ لَيْسَ غَيْرَهٗ

ترجمہ: ۔پس اگر تو کہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ایسا معنی پایا جائے جس کا کوئی لازم نہ ہو کیونکہ یقیناً ہر معنی کیلئے لازم ہے اور کم از کم لازم یہ ہے کہ وہ معنی اپنا غیر نہیں ہے۔ ہم جواب دیں گے کہ لازم سے مراد لازم

بین ہے جس کی طرف ملزوم سے ذہن منتقل ہو جاتا ہے اور آپکا یہ کہنا کہ وہ معنی اپنا غیر نہیں لوازم بینہ میں سے نہیں ہے کیونکہ بہت دفعہ ہم معانی کا تصور کرتے ہیں اور ہمارے دل میں غیر کے معنی کا وسوسہ بھی نہیں آتا چہ جائیکہ اس غیر کا نہ ہونا ہمارے ذہن میں آئے۔

تشریح:۔ یہ اس فصل کا دوسرا حصہ ہے۔اس میں مصنفؒ امام رازیؒ کے ایک اعتراض کو نقل کر کے اس کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض:۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ دلالت مطابقی اور دلالت التزامی میں نسبت عموم خصوص مطلق کی نہیں ہے بلکہ ان کے درمیان نسبت تساوی کی ہے جس جگہ دلالت التزامی پائی جائے گی اس جگہ مطابقی بھی پائی جائے گی اور جس جگہ دلالت مطابقی پائی جائے گی اس جگہ التزامی بھی ضرور پائی جائے گی کیونکہ دنیا میں کوئی معنی ایسا نہیں ہے جس کو کوئی چیز لازم نہ ہو،اگر کوئی معنی ایسا ہے کہ اس کو کوئی لازم نہیں ہے تو کم ازکم اس کو لیس غیرہ ہونا تو ضرور لازم ہے لیس غیرہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ معنی اپنا غیر نہیں ہے لہٰذا آپ کی یہ بات غلط ہے کہ ان کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔

جواب سے پہلے ایک تمہید ملاحظہ ہو۔**تمہید:۔** لازم کی تین قسمیں ہیں۔ ﴿۱﴾ لازم بین بالمعنی الاخص ﴿۲﴾ لازم بین بالمعنی الاعم ﴿۳﴾ لازم غیر بین۔

لازم بین بالمعنی الاخص:۔ ایسا لازم ہے کہ فقط ملزوم کے تصور سے لازم اور ملزوم کے درمیان لزوم کا تصور ذہن میں آجائے جیسے عمی کی دلالت بصر پر کہ جیسے ہی ہم نے اندھاپن کہا تو ایک ایسی آنکھ کا تصور ہمارے ذہن میں آیا جس کو نور لازم تھا۔

لازم بین بالمعنی الاعم:۔ ایسا لازم ہے کہ فقط ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور اور لزوم کا یقین ہمارے ذہن میں نہ آئے بلکہ لازم کا علیحدہ سے تصور کرنا پڑے پھر لزوم کا یقین آئے جیسے چار کو جفت ہونا لازم ہے یہاں صرف چار کے تصور سے اس کے جفت ہونے کا تصور ہمارے ذہن میں نہیں آتا بلکہ چار اور جفت دونوں کا الگ الگ تصور کرنے کے بعد ان کے درمیان لزوم کا تصور ذہن میں آتا ہے۔

لازم غیر بین:۔ لازم اور ملزوم دونوں کے تصور سے بھی لزوم کا تصور ہمارے ذہن میں نہ آئے بلکہ اس کیلئے ایک تیسری چیز یعنی دلیل کی بھی ضرورت ہو جیسے عالَم کو حادث ہونا لازم ہے یہاں عالَم اور حادث کا تصور کرنے سے بھی ان کے درمیان لزوم کا تصور ذہن میں نہیں آتا بلکہ ایک دلیل بھی دینی پڑتی ہے کہ العالَم متغیر و کل متغیر حادث اس کے بعد ان کے درمیان لزوم کا یقین آتا ہے۔

جواب:۔ لفظ اپنے معنی موضوع لہ کے لازم پر دلالت کرے تو وہ دلالت التزامی ہے اس لازم سے مراد لازم بین بالمعنی الاخص ہے نہ کہ دوسرے دو لازم، اور دنیا میں کئی چیزیں ایسی ہیں جن کا کوئی لازم بین بالمعنی الاخص نہیں ہے ہاں بالمعنی الاعم اور لازم غیر بین ہو سکتا ہے اور لیس غیرہ کا تصور لازم غیر بین ہے کیونکہ جب ہم کسی معنی موضوع لہ کا تصور کرتے ہیں تو ہمارے ذہن میں بسا اوقات اس کے غیر کا تصور ہی نہیں آتا چہ جائیکہ اس غیر کے نہ ہونے کا تصور یعنی لیس غیرہ کا تصور آئے لہذا آپکا اعتراض صحیح نہیں اور ہماری بات صحیح ہے کہ مطابقی اور التزامی کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔

فَصْلٌ: اَللَّفْظُ الدَّالُّ اِمَّا مُفْرَدٌ وَاِمَّا مُرَكَّبٌ فَالْمُفْرَدُ مَالَا يُقْصَدُ بِجُزْئِهِ الدَّلَالَةُ عَلٰى جُزْءِ مَعْنَاهُ كَدَلَالَةِ هَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ عَلٰى مَعْنَاهُ وَدَلَالَةِ زَيْدٍ عَلٰى مُسَمَّاهُ وَدَلَالَةِ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَى الْمَعْنَى الْعَلَمِيِّ وَالْمُرَكَّبُ مَا يُقْصَدُ بِجُزْئِهِ الدَّلَالَةُ عَلٰى جُزْءِ مَعْنَاهُ كَدَلَالَةِ زَيْدٌ قَائِمٌ عَلٰى مَعْنَاهُ وَدَلَالَةِ رَامِي السَّهْمِ عَلٰى فَحْوَاهُ

ترجمہ:۔ فصل: دلالت کرنے والا لفظ مفرد ہوگا یا مرکب، پس مفرد وہ لفظ ہے کہ اسکی جزء سے اسکے معنی کی جزء پر دلالت کا ارادہ نہ کیا گیا ہو جیسے ہمزۂ استفہام کا دلالت کرنا اپنے معنی پر، اور لفظ زید کا دلالت کرنا اپنے مسمی پر اور لفظ عبد اللہ کا دلالت کرنا معنی علمی پر۔ اور مرکب وہ لفظ ہے کہ اسکی جزء سے اس کے معنی کی جزء پر دلالت کا ارادہ کیا گیا ہو جیسے زید قائم کی دلالت اپنے معنی پر اور رامی السھم کی دلالت اپنے مفہوم پر۔

تشریح:۔ چونکہ لفظ کی بحث (جو معنی پر دلالت کرتا ہے) کلیات خمس کیلئے موقوف علیہ ہے اس لئے

دلالت کی بحث سے فارغ ہو کر کلیات خمس کی بحث سے پہلے لفظ کی تعریف وتقسیم کرر ہے ہیں۔

لفظ کی دوقسمیں ہیں ﴿۱﴾مفرد﴿۲﴾مرکب۔

مفرد:۔لفظ کی جزء سے معنی کی جزء پر دلالت کاارادہ نہ کیا جائے۔ پھر اسکی چار صورتیں ہیں اور یہی مفرد کی چار قسمیں بھی ہیں ﴿۱﴾لفظ کی جزء ہی نہ ہو جیسے ہمزۂ استفہام۔﴿۲﴾لفظ کی جزء ہو لیکن معنی کی جزء نہ ہو جیسے زید یا انسان۔﴿۳﴾لفظ کی جزء بھی ہو معنی کی جزء بھی ہو لیکن لفظ کے اجزاء کی معنی کے اجزاء پر دلالت نہ ہو جیسے عبداللہ جب یہ کسی کا علم (نام) ہو کیونکہ نام ہونے کی صورت میں عبد کی بندہ پر اور لفظ اللہ کی اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت نہیں بلکہ مجموعہ کی دلالت مسمّٰی پر ہے۔﴿۴﴾لفظ کی کی جزء بھی ہو معنی کی جزء بھی ہو لفظ کی جزء معنی کی جزء پر دلالت بھی کرے لیکن ہمارا دلالت کرنے کا ارادہ نہ ہو جیسے حیوان ناطق جب کسی کا نام رکھ دیا جائے کیونکہ حیوان ناطق نام رکھنے کے بعد ہمارا مقصود وارادہ حیوان سے حیوانیت اور ناطق سے ناطقیت نہیں ہے بلکہ مجموعہ سے کسی کا نام لینا مقصود ہے۔

مرکب:۔مرکب وہ لفظ ہے جس کے جزء سے معنی کی جزء پر دلالت کا ارادہ کیا جائے جیسے زید قائم یا رامی الحجارۃ بعنوان دیگر یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مرکب کیلئے چار شرطیں ہیں اگر ایک بھی شرط نہیں پائی جائے گی تو وہ مفرد ہوگا مرکب نہیں ﴿۱﴾لفظ کی جزء ہو﴿۲﴾معنی کی جزء بھی ہو۔﴿۳﴾لفظ کے اجزاء کی معنی کے اجزاء پر دلالت بھی ہو﴿۴﴾دلالت مقصود بھی ہو۔

ثُمَّ الْمُفْرَدُ عَلٰی اَنْحَاءٍ ثَلاثَةٍ لِاَنَّهُ اِنْ كَانَ مَعْنَاهُ مُسْتَقِلًّا بِالْمَفْهُوْمِيَّةِ اَیْ لَمْ يَكُنْ فِیْ فَهْمِهٖ مُحْتَاجًا اِلٰی ضَمِّ ضَمِيْمَةٍ فَهُوَ اِسْمٌ اِنْ لَّمْ يَقْتَرِنْ ذٰلِكَ الْمَعْنٰی بِزَمَانٍ مِّنَ الْاَزْمِنَةِ الثَّلاثَةِ وَكَلِمَةٌ اِنِ اقْتَرَنَ بِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَعْنَاهُ مُسْتَقِلًّا فَهُوَ اَدَاةٌ فِیْ عُرْفِ الْمِيْزَانِيِّيْنَ وَحَرْفٌ فِیْ اِصْطِلَاحِ النَّحْوِيِّيْنَ هٰذَا

ترجمہ:۔پھر مفرد تین قسم پر ہے اس لئے کہ اگر اس کا معنی سمجھنے کے اعتبار سے مستقل ہو یعنی اس کے سمجھنے میں کسی ضمیمہ کے ملانے کی ضرورت نہ ہو تو وہ اسم ہے اگر یہ معنی تین زمانوں میں سے کسی سے ملا ہوا

نہ ہو اور کلمہ ہے اگر کسی زمانہ کے ساتھ ملا ہوا ہو اور اگر مفرد کا معنی مستقل نہ ہو تو وہ اداۃ ہے اہل منطق کی اصطلاح میں اور حرف ہے نحویوں کے محاورہ میں۔ اس کو خوب یاد کرلیں۔

تشریح:۔ اس فصل میں معنی کے اعتبار سے مفرد کی تقسیم کررہے ہیں۔ مفرد کی تین قسمیں ہیں ﴿۱﴾ اسم ﴿۲﴾ کلمہ ﴿۳﴾ اداۃ

وجہ حصر:۔ لفظ معنی مستقل پر دلالت کرے گا یا نہیں، اگر معنی مستقل پر دلالت نہ کرے تو اداۃ ہے۔ اگر معنی مستقل پر دلالت کرے تو تین زمانوں میں سے کوئی ایک زمانہ اس میں پایا جائے گا یا نہیں، اگر پایا جائے تو کلمہ ہے اگر نہ پایا جائے تو اسم ہے۔

اسم: جو معنی مستقل پر دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ اسمیں نہ پایا جائے جیسے زید بکر وغیرہ

کلمہ:۔ جو معنی مستقل پر دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کوئی ایک زمانہ بھی اس میں پایا جائے جیسے ضرب (اس نے گزشتہ زمانہ میں مارا)۔

اداۃ:۔ جو معنی مستقل پر دلالت نہ کرے بلکہ اس کے مفہوم کے سمجھنے میں غیر کی طرف احتیاج ہو جیسے من، الی، علیٰ وغیرہ

فائدہ:۔ یہ وہی تین قسمیں ہیں جن کو نحوی حضرات اسم، فعل، حرف سے تعبیر کرتے ہیں لیکن ان میں معمولی فرق بھی ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

سوال:۔ ہم آپ کو ایک مثال دکھاتے ہیں جس میں معنی مستقل بھی پایا جاتا ہے اور زمانہ بھی ہے مگر اس کو کلمہ نہیں کہتے جیسے امس (گزشتہ کل) زمانہ ماضی، غدا (آئندہ کل) زمانہ مستقبل اور الآن (آج) زمانہ موجودہ پر دلالت کرتا ہے حالانکہ ان کو کلمہ نہیں کہتے۔

جواب:۔ کلمہ وہ ہے جس کی ہیئت یعنی شکل وصورت سے زمانہ سمجھا جائے نہ کہ مادہ سے جیسے ضرب یضرب یضربان وغیرہ جبکہ ان مثالوں میں زمانہ شکل وصورت سے نہیں سمجھا جارہا بلکہ مادہ سے سمجھا جارہا ہے۔ اس لئے یہ کلمہ کی تعریف میں داخل ہی نہیں ہیں۔

سوال:۔ ہم آپ کو مثال دکھاتے ہیں کہ معنی مستقل پر دلالت بھی ہو رہی ہے اور زمانہ بھی پایا جارہا ہے اور زمانہ مادہ سے بھی نہیں سمجھا جارہا پھر بھی ان کو اسم کہتے ہیں کلمہ نہیں کہتے جیسے اسماء افعال روید بمعنی امھل علیک بمعنی الزم وغیرہ۔

جواب:۔ زمانے سے مراد یہ ہے کہ زمانہ وضع اولی کے اعتبار سے پایا جائے، اسماء افعال میں زمانہ وضع ثانوی کے اعتبار سے پایا جاتا ہے یعنی جب ہم نے روید کو امھل کے معنی میں کیا اور علیک کو الزم کے معنی میں کیا تو پھر ان میں زمانہ آیا نہ کہ وضع اولی کے اعتبار سے۔

فَصلٌ: اِعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ ظَنَّ بَعْضُهُمْ اَنَّ الْكَلِمَةَ عِنْدَ اَهْلِ الْمِيْزَانِ هِيَ مَا يُسَمّٰى فِيْ عِلْمِ النَّحْوِ بِالْفِعْلِ وَلَيْسَ هٰذَا الظَّنُّ بِصَوَابٍ فَاِنَّ الْفِعْلَ اَعَمُّ مِنَ الْكَلِمَةِ اَلَا تَرٰى اَنَّ نَحْوَ اَضْرِبُ وَنَضْرِبُ وَاَمْثَالَهٗ فِعْلٌ عِنْدَ النُّحَاةِ وَلَيْسَ بِكَلِمَةٍ عِنْدَ الْمَنْطِقِيِّيْنَ لِاَنَّ الْكَلِمَةَ مِنْ اَقْسَامِ الْمُفْرَدِ وَنَحْوُ اَضْرِبُ مَثَلًا لَيْسَ بِمُفْرَدٍ بَلْ هُوَ مُرَكَّبٌ لِدَلَالَةِ جُزْءِ اللَّفْظِ عَلٰى جُزْءِ الْمَعْنٰى فَاِنَّ الْهَمْزَةَ تَدُلُّ عَلَى الْمُتَكَلِّمِ وَضَرَبَ عَلَى الْمَعْنَى الْحَدَثِ

ترجمہ:۔ فصل: تو جان لے کہ بعض لوگوں نے خیال کیا ہے کہ کلمہ منطقیوں کے نزدیک وہی ہے جس کو علم نحو میں فعل کہتے ہیں حالانکہ یہ خیال ٹھیک نہیں، کیونکہ فعل کلمہ سے عام ہے۔ کیا اے مخاطب کیا تجھے نظر نہیں آتا کہ اضرب اور نضرب اور ان جیسے الفاظ نحویوں کے نزدیک فعل ہیں اور اہل منطق کے نزدیک کلمہ نہیں ہیں کیونکہ کلمہ مفرد کی اقسام میں سے ہے اور اضرب مثلاً مفرد نہیں بلکہ مرکب ہے۔ اسلئے کہ لفظ کی جزء معنی کی جزء پر دلالت کررہی ہے پس بے شک ہمزہ متکلم پر اور ضرب معنی مصدری پر دلالت کررہے ہیں۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ ایک شبہ کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ شاید بعض کا یہ گمان ہو کہ منطقیوں کا کلمہ اور نحویوں کا فعل ایک ہی چیز ہے کیونکہ دونوں ایک ہی تعریف کرتے ہیں لھذا ان میں کوئی فرق نہیں تو مصنف فرماتے ہیں کہ ان کا یہ خیال درست نہیں کیونکہ اضرب نضرب وغیرہ نحویوں کے

ہاں فعل ہیں مگر منطقیوں کے ہاں کلمہ نہیں بلکہ یہ مفرد ہی نہیں مرکب ہیں کیونکہ مثلاً اضرب میں ہمزہ متکلم پر دلالت کرتا ہے اور ضرب معنی مصدری پر دلالت کرتا ہے یعنی لفظ کی جز معنی کی جزء پر دلالت کر رہی ہے۔ بعنوان دیگر نحویوں کا فعل عام مطلق ہے اور منطقیوں کا کلمہ خاص مطلق ہے۔ یعنی جو منطقیوں کا کلمہ ہوگا وہ نحویوں کا فعل ضرور ہوگا اور جو نحویوں کا فعل ہوگا ضروری نہیں کہ وہ منطقیوں کا کلمہ بھی ہو۔

فائدہ: تعریف ایک ہونے کے باوجود یہ فرق اس لئے ہوا کہ نحوی حضرات لفظ کی ظاہری شکل وصورت کو دیکھتے ہیں جبکہ منطقیوں کے ہاں لفظ کے معنی اور حقیقت کو دیکھا جاتا ہے تو نحویوں نے اضرب نضرب کی ظاہری شکل وصورت کو دیکھ کر اس پر فعل ہونے کا حکم لگا دیا مگر منطقیوں نے دیکھا کہ لفظ کی جزء سے معنی کی جزء پر دلالت ہو رہی ہے تو انہوں نے اس حقیقت کو دیکھتے ہوئے اس پر مرکب ہونے کا حکم لگایا

اسی طرح نحویوں کا حرف اور منطقیوں کا اداۃ بھی بالکل ایک جیسے نہیں ہوتے اگر چہ ان کی تعریف ایک ہی ہے کیونکہ نحویوں کے ہاں افعال ناقصہ فعل ہیں مگر منطقیوں کے ہاں اداۃ ہیں وہ اس لئے کہ نحویوں نے دیکھا کہ یہ تو افعال کی طرح ہیں یعنی کان قال کی طرح ہے ظل مد کی طرح ہے لہذا یہ افعال ہیں اور منطقیوں نے دیکھا کہ یہ تو اپنے معنی کے اعتبار سے ناقص ہیں لہذا یہ اداۃ ہیں۔ بعنوان دیگر منطقیوں کا اداۃ عام مطلق ہے اور نحویوں کا حرف خاص مطلق ہے۔

فَصْلٌ: قَدْ يُقَسَّمُ الْمُفْرَدُ بِتَقْسِيمِ الْاٰخَرِ وَهُوَ اَنَّ الْمُفْرَدَ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَعْنَاهُ وَاحِدًا اَوْ يَكُوْنَ كَثِيْرًا وَالَّذِىْ لَهٗ مَعْنًى وَاحِدٌ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَضْرُبٍ لِاَنَّهٗ لَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى مُتَعَيَّنًا مُشَخَّصًا اَوْ لَمْ يَكُنْ وَالْاَوَّلُ يُسَمّٰى عَلَمًا كَزَيْدٍ وَهٰذَا وَهُوَ وَالْاَوْلٰى اَنْ يُّسَمّٰى هٰذَا الْقِسْمُ بِالْجُزْئِيِّ الْحَقِيْقِيِّ وَالثَّانِىْ اَىْ مَا لَا يَكُوْنُ مَعْنَاهُ الْوَاحِدُ مُشَخَّصًا بَلْ يَكُوْنُ لَهٗ اَفْرَادٌ كَثِيْرَةٌ هُوَ ضَرْبَانِ اِحْدٰهُمَا اَنْ يَّكُوْنَ صِدْقُ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى عَلٰى سَائِرِ اَفْرَادِهٖ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِوَاءِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّتَفَاوَتَ بِاَوَّلِيَّةٍ اَوْ اَوْلَوِيَّةٍ اَوْ اَشَدِّيَّةٍ اَوْ اَزْيَدِيَّةٍ وَيُسَمّٰى هٰذَا الْقِسْمُ بِالْمُتَوَاطِىْ لِتَوَاطُؤِ اَفْرَادِهٖ وَتَوَافُقِهَا فِىْ تَصَادُقِ ذٰلِكَ الْمَعْنَى الْعَامِّ كَالْاِنْسَانِ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى زَيْدٍ وَعَمْرٍو وَبَكْرٍ وَثَانِيْهُمَا

اَنْ لَا یَکُوْنَ صِدْقُ ذٰلِکَ الْمَعْنَی الْعَامِ فِیْ جَمِیْعِ اَفْرَادِہٖ عَلٰی وَجْہِ الْاِسْتِوَاءِ بَلْ یَکُوْنُ صِدْقُ ذٰلِکَ الْمَعْنٰی عَلٰی بَعْضِ الْاَفْرَادِ بِالْاَوَّلِیَّۃِ اَوِ الْاَشَدِّیَّۃِ اَوِ الْاَوْلَوِیَّۃِ وَصِدْقُھَا عَلٰی بَعْضِ الْاٰخَرِ بِاَضْدَادِ ذٰلِکَ کَالْوُجُوْدِ بِالنِّسْبَۃِ اِلَی الْوَاجِبِ جَلَّ مَجْدُہٗ وَبِالنِّسْبَۃِ اِلَی الْمُمْکِنِ وَکَالْبَیَاضِ بِالنِّسْبَۃِ اِلَی الثَّلْجِ وَالْعَاجِ وَیُسَمّٰی ھٰذَا الْقِسْمُ مُشَکِّکًا لِاَنَّہٗ یُوْقِعُ النَّاظِرَ فِی الشَّکِّ فِیْ کَوْنِہٖ مُتَوَاطِیًا اَوْ مُشْتَرَکًا

ترجمہ:۔ فصل: کبھی مفرد دوسری تقسیم کے ساتھ منقسم ہوتا ہے وہ یہ کہ مفرد کا معنی واحد ہوگا یا کثیر۔ جس مفرد کا معنی واحد ہو وہ تین قسم پر ہے کیونکہ یہ دو حال سے خالی نہیں وہ معنی معین اور مشخص ہوگا یا نہیں اول کا نام علم ہے جیسے زید ھذا اور ھو اور بہتر یہ ہے کہ اس قسم کا نام جزئی حقیقی رکھا جائے اور دوسری قسم یعنی جس کا معنی واحد مشخص نہ ہو بلکہ اس کے افراد کثیر ہوں وہ دو قسم پر ہے پہلی یہ کہ اس معنی کا صدق اپنے تمام افراد پر برابر ہو کہ ان میں اولیت، اولویت، اشدیت یا ازدیت کے اعتبار سے تفاوت بالکل نہ ہو اس قسم کا نام کلی متواطی رکھا جاتا ہے اس لئے کہ اس کے تمام افراد اس معنی عام کے صدق میں باہم متفق ہیں جیسے انسان زید، عمرو اور بکر کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اس معنی عام کا صدق اس کے تمام افراد پر برابر نہ ہو بلکہ بعض افراد پر اس معنی کا صدق اوّلیت، اشدیت یا اولویت کے ساتھ ہو اور دوسرے بعض افراد پر اس معنی کا صدق مذکورہ صفات کی ضدوں کے ساتھ ہو جیسے وجود باعتبار واجب تعالیٰ اور ممکن کے اور جیسے سفیدی باعتبار برف اور ہاتھی کے دانت کے۔ اس قسم کا نام (کلی) مشکک رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ دیکھنے والے کو شک میں ڈال دیتی ہے اس امر میں کہ یہ کلی متواطی ہے یا مشترک۔

تشریح:۔ یہاں سے مفرد کی معنی واحد اور کثیر ہونے کے اعتبار سے ایک اور تقسیم بیان کررہے ہیں۔

فائدہ:۔ اس تقسیم کے بارے میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ مفرد کی قسمیں ہیں اور بعض کے نزدیک یہ اسم کی قسمیں ہیں بہرحال راجح قول یہی ہے کہ یہ اسم کی قسمیں ہیں دلائل ان شاء اللہ مطولات میں آئیں گے۔

معنی ایک یا کئی ہونے کے اعتبار سے کل چار احتمال بنتے ہیں ﴿۱﴾توحد اللفظ مع توحد المعنی یعنی لفظ بھی ایک ہو اور معنی بھی ایک ہو ﴿۲﴾تکثر اللفظ مع تکثر المعنی یعنی لفظ بھی کئی ہوں اور معانی بھی کئی ہوں ﴿۳﴾توحد اللفظ مع تکثر المعنی یعنی لفظ ایک ہو اور معانی کئی ہوں ﴿۴﴾تکثر اللفظ مع توحد المعنی یعنی لفظ کئی ہوں اور معنی ایک ہو۔

پہلی قسم یعنی لفظ بھی ایک ہو اور معنی بھی ایک ہو اس کو اس فصل میں بیان کر رہے ہیں دوسری قسم یعنی لفظ بھی کئی ہوں اور معانی بھی کئی ہوں اس کو اہل لغت بیان کرتے ہیں، لغت کی کتابیں اسی سے متعلق ہیں۔ تیسری قسم یعنی لفظ ایک ہو اور معانی زیادہ ہوں اس کو ان شاء اللہ اگلی فصل میں بیان کریں گے اور چوتھی قسم یعنی لفظ زیادہ ہوں اور معنی ایک ہو اس کو اس سے اگلی فصل میں بیان کریں گے۔

توحد اللفظ مع توحد المعنی: ۔اگر لفظ بھی ایک ہو اور معنی بھی ایک ہو تو اس کی تین قسمیں ہیں ﴿۱﴾علم یا جزئی حقیقی ﴿۲﴾کلی متواطی ﴿۳﴾کلی مشکک۔

وجہ حصر: ۔اگر لفظ ایک ہے اور اس کا معنی بھی ایک ہے تو یہ معنی جزئی ہوگا یا کلی۔ اگر معنی جزئی ہے یعنی معین، مشخص ہے تو اس کو علم کہتے ہیں اور مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس کا نام جزئی حقیقی ہونا چاہیے جیسے زید۔ اور اگر وہ ایک معنی کلی ہے تو پھر وہ معنی کلی اپنے تمام افراد پر برابری کے ساتھ سچا آئیگا یا تفاوت کے ساتھ اگر وہ معنی تمام افراد پر برابری کے ساتھ سچا آئے تو اس کو کلی متواطی کہتے ہیں جیسے انسان یہ اپنے تمام افراد زید، عمرو اور بکر وغیرہ سب پر برابری کے ساتھ سچا آرہا ہے۔ اگر تفاوت کے ساتھ سچا آئے تو اس کو کلی مشکک کہتے ہیں جیسے ابیض (سفید) یہ اپنے افراد پر تفاوت کے ساتھ سچا آتا ہے۔

پھر اس تفاوت کی کئی اقسام ہیں۔

اقسام تفاوت: ۔پھر تفاوت چار چیزوں میں سے کسی ایک چیز میں ہوگا ﴿۱﴾اولیت ﴿۲﴾اولویت ﴿۳﴾اشدیت ﴿۴﴾ازیدیت۔

اولیت: ۔اولیت کے مقابلے میں غیر اولیت آتی ہے اگر کوئی معنی بعض افراد پر علت کے طور پر سچا آئے

اور بعض پر معلول کے طور پر۔ تو علت کے طور پر سچا آنے کو اولیت اور معلول کے طور پر سچا آنے کو غیر اولیت کہتے ہیں۔ جیسے روشنی کا لفظ زمین پر بھی سچا آتا ہے اور سورج پر بھی مگر سورج پر علت اور اولیت کے طور پر سچا آرہا ہے اور زمین پر معلول اور غیر اولیت کے طور پر سچا آرہا ہے۔

اولویت: اولویت کی ضد غیر اولویت ہے اگر کوئی معنی بعض افراد پر بلا واسطہ سچا آئے اور بعض افراد پر بالواسطہ تو بلا واسطہ سچا آنے کو اولویت کہتے ہیں اور بالواسطہ سچا آنے کو غیر اولویت کہتے ہیں اسکی مثال وہی ہے جو اولیت میں گزری کہ روشنی کا لفظ زمین پر بالواسطہ اور غیر اولویت کے ساتھ سچا آتا ہے اور سورج پر بلا واسطہ اور اولویت کے ساتھ سچا آرہا ہے۔

اشدیت:۔ اشدیت کے مقابلے میں اضعفیت آتی ہے اشدیت اور اضعفیت کیفیت میں کمی بیشی کو کہتے ہیں۔ یعنی کلی کا معنی بعض افراد پر شدت کے ساتھ سچا آئے اور بعض پر ضعف کے ساتھ۔ شدت کے ساتھ سچا آنے کو اشدیت اور ضعف کے ساتھ سچا آنے کو اضعفیت کہتے ہیں جیسے اسود (کالا رنگ) بالوں پر شدت کے ساتھ سچا آتا ہے اور سانولے آدمی پر ضعف کے ساتھ سچا آتا ہے۔

ازیدیت:۔ اگر مقدار میں کمی بیشی ہو تو اس کو ازدیت وانقصیت کہتے ہیں زیادتی کے ساتھ سچا آنے کو ازدیت اور کمی کے ساتھ سچا آنے کو انقصیت کہتے ہیں جیسے لڑکوں کا لفظ تیس لڑکوں پر بھی سچا آتا ہے اور تین لڑکوں پر بھی، مگر تیس لڑکوں پر زیادتی کے ساتھ سچا آتا ہے اور تین لڑکوں پر نقصان کے ساتھ سچا آتا ہے۔

وجوہات تسمیہ: **علَم**:۔ علم کا معنی ہے نام۔ اور یہ بھی اکثر نام ہوتے ہیں اس لئے اس کو علم کہتے ہیں۔ مصنفؒ کے نزدیک اس کا نام جزئی حقیقی رکھنا چاہیے اس لئے کہ اس کے اندر اسماء اشارات اور مضمرات بھی شامل ہیں کیونکہ وہ بھی معین ومشخص ذات پر دلالت کرتے ہیں اور اسماء اشارات ومضمرات پر علم کا لفظ بولنا مناسب نہیں ہے۔ **متواطی**:۔ یہ تواطؤ سے ہے اس کا معنی ہے موافق ہونا اور اس میں بھی معنی تمام افراد پر موافقت کے ساتھ سچا آتا ہے۔ **مشکک**:۔ مشکک کا معنی ہے شک میں ڈالنے والی اور یہاں بھی دیکھنے والا شک میں پڑ جاتا ہے کہ یہ کلی متواطی ہے یا مشترک۔

فَصْلٌ: اَلْمُتَكَثِّرُ الْمَعْنٰى لَهٗ اَقْسَامٌ عَدِيْدَةٌ وَجْهُ الْحَصْرِ اَنَّ اللَّفْظَ الَّذِىْ كَثُرَ مَعْنَاهُ اِنْ وُضِعَ ذٰلِكَ اللَّفْظُ لِكُلِّ مَعْنًى اِبْتِدَاءً بِاَوْضَاعٍ مُتَعَدِّدَةٍ عَلٰحِدَةٍ يُسَمّٰى مُشْتَرَكًا كَالْعَيْنِ وُضِعَ تَارَةً لِلذَّهَبِ وَتَارَةً لِلْبَاصِرَةِ وَتَارَةً لِلرُّكْبَةِ وَاِنْ لَّمْ يُوْضَعْ لِكُلٍّ اِبْتِدَاءً بَلْ وُضِعَ اَوَّلاً لِمَعْنًى ثُمَّ اسْتُعْمِلَ فِىْ مَعْنًى ثَانٍ لِاَجْلِ مُنَاسَبَةٍ بَيْنَهُمَا اِنِ اشْتَهَرَ فِى الثَّانِىْ وَتُرِكَ مَوْضُوْعُهُ الْاَوَّلُ يُسَمّٰى مَنْقُوْلاً وَالْمَنْقُوْلُ بِالنَّظْرِ اِلَى النَّاقِلِ يَنْقَسِمُ اِلٰى ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ اَحَدُهَا الْمَنْقُوْلُ الْعُرْفِىُّ بِاِعْتِبَارِ كَوْنِ النَّاقِلِ عُرْفًا عَامًّا وَثَانِيْهَا الْمَنْقُوْلُ الشَّرْعِىُّ بِاِعْتِبَارِ كَوْنِهٖ اَرْبَابَ الشَّرْعِ وَثَالِثُهَا الْمَنْقُوْلُ الْاِصْطِلَاحِىُّ بِاِعْتِبَارِ كَوْنِهٖ عُرْفًا خَاصًّا وَطَائِفَةً مَّخْصُوْصَةً مِثَالُ الْاَوَّلِ كَلَفْظَةِ الدَّابَّةِ كَانَ فِى الْاَصْلِ مَوْضُوْعًا لِمَا يَدُبُّ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ نَقَلَهُ الْعَامَّةُ لِلْفَرَسِ اَوْلِذَاتِ الْقَوَائِمِ الْاَرْبَعِ مِثَالُ الثَّانِىْ كَلَفْظِ الصَّلٰوةِ كَانَ فِى الْاَصْلِ بِمَعْنَى الدُّعَاءِ ثُمَّ نَقَلَهُ الشَّارِعُ اِلٰى اَرْكَانٍ مَّخْصُوْصَةٍ مِثَالُ الثَّالِثِ كَلَفْظِ الْاِسْمِ كَانَ فِى اللُّغَةِ بِمَعْنَى الْعُلُوِّ ثُمَّ نَقَلَهُ النُّحَاةُ اِلٰى كَلِمَةٍ مُسْتَقِلَّةٍ فِى الدَّلَالَةِ غَيْرِ مُقْتَرِنَةٍ بِزَمَانٍ مِّنَ الْاَزْمِنَةِ الثَّلٰثَةِ وَاِنْ لَّمْ يَشْتَهِرْ فِى الثَّانِىْ وَلَمْ يُتْرَكِ الْاَوَّلُ بَلْ يُسْتَعْمَلُ فِى الْمَوْضُوْعِ الْاَوَّلِ مَرَّةً وَفِى الثَّانِىْ اُخْرٰى يُسَمّٰى بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْاَوَّلِ حَقِيْقَةً وَبِالنِّسْبَةِ اِلَى الثَّانِىْ مَجَازًا كَالْاَسَدِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْحَيْوَانِ الْمُفْتَرِسِ وَالرَّجُلِ الشُّجَاعِ فَهُوَ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْاَوَّلِ حَقِيْقَةٌ وَبِالنِّسْبَةِ اِلَى الثَّانِىْ مَجَازٌ

ترجمہ:۔ فصل: جس مفرد کے معنی کثیر ہوں اس کی چند اقسام ہیں۔ وجہ حصر یہ ہے کہ جس لفظ کے معنی کثیر ہوں اگر وہ لفظ ہر معنی کیلئے ابتداءً الگ الگ چند اوضاع کے ساتھ وضع کیا گیا ہوتو اس کا نام مشترک ہے جیسے لفظ عیــــن کبھی سونے کیلئے، کبھی آنکھ کیلئے اور کبھی گھٹنے کیلئے وضع کیا گیا ہے اور اگر ہر معنی کیلئے ابتداءً وضع نہ کیا گیا ہو بلکہ اولاً صرف ایک معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو پھر اس کا استعمال دوسرے معنی میں ہونے لگے دونوں معنوں میں مناسبت کی وجہ سے، تو اگر دوسرے معنی میں مشہور ہو گیا ہو اور پہلا معنی

متروک ہو چکا ہو تو اس کا نام منقول ہے اور منقول ناقل کے اعتبار سے تین قسم پر منقسم ہے۔ اول منقول عرفی ہے باعتبار ناقل کے عرف عام ہونے کے۔ دوسری قسم منقول شرعی ہے بلحاظ ناقل کے اصحاب شرع ہونے کے۔ اور تیسری قسم منقول اصطلاحی ہے بلحاظ ناقل کے عرف خاص یا مخصوص گروہ ہونے کے۔ اول قسم کی مثال لفظ دابۃ ہے اصل میں یہ اس حیوان کیلئے وضع کیا گیا تھا جو زمین پر چلے پھر اس کو عوام نے گھوڑے یا چوپائے کے لئے نقل کر دیا دوسری قسم کی مثال لفظ صلوۃ ہے اصل میں یہ دعاء والے معنی کیلئے موضوع تھا پھر شارع نے اس کو ارکان مخصوصہ کی طرف نقل کر دیا تیسری قسم کی مثال لفظ اسم ہے کہ لغت میں اس کے معنی بلندی کے تھے پھر نحویوں نے اس کو اس کلمہ کی طرف نقل کر دیا جو دلالت میں مستقل ہو اور تین زمانوں میں سے کسی کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو اور اگر وہ لفظ دوسرے معنی میں مشہور نہ ہوا اور نہ پہلا معنی ترک کیا گیا ہو بلکہ کبھی پہلے معنی میں استعمال ہوتا ہو اور کبھی دوسرے میں۔ تو پہلے معنی کے اعتبار سے اس لفظ کا نام حقیقت اور دوسرے کے اعتبار سے مجاز ہے جیسے اسد پھاڑنے والے جانور (شیر) اور بہادر مرد کے اعتبار سے۔ کہ پہلے معنی کے اعتبار سے حقیقت اور دوسرے کے اعتبار سے مجاز ہے۔

تشریح:۔ اسم کی دوسری قسم توحد اللفظ مع تکثر المعنی کی اقسام اس فصل میں ذکر کر رہے ہیں۔ اسکی ابتدءً چار قسمیں ہیں پھر ایک قسم کی تین قسمیں ہیں اس طرح کل چھ قسمیں بن جاتی ہیں۔

وجہ حصر:۔ اگر لفظ ایک ہو اور معانی کئی ہوں تو ان تمام معانی کیلئے اس لفظ کی وضع الگ الگ ہوگی یا ایک ہی وضع ہوگی اگر ہر معنی کیلئے الگ الگ وضع ہو تو اس کو مشترک کہتے ہیں جیسے لفظ عین، اس کے بہتر (۷۲) کے قریب معانی ہیں اور ہر معنی کیلئے الگ وضع ہے مثلاً اس کے چند معانی یہ ہیں (۱) آنکھ (۲) گھٹنا (۳) جاسوس (۴) پانی کا چشمہ (۵) حوض (۶) سورج (۷) سونا (۸) سردار (۹) خالص (۱۰) دیکھنے والا (۱۱) ہر شئی کی ذات (۱۲) اشرفی (۱۳) روپیہ (۱۴) مال (۱۵) بارش (۱۶) قبلہ کی طرف سے اٹھنے والا بادل (۱۷) عمدہ شئی (۱۸) نفس (۱۹) اہل خانہ (۲۰) اہل شہر (۲۱) گروہ (۲۲) ٹھیک ہونا (۲۳) نظارہ (۲۴) نظارہ والی جگہ (۲۵) نظر (۲۶) انگور (۲۷) زانو (۲۸) حرف کا نام وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر اس لفظ کی ہر معنی کیلئے الگ الگ وضع نہ ہو بلکہ وضع ایک ہی معنی کیلئے ہو لیکن بعد میں

دوسرے معنی میں بھی استعمال ہونے لگے تو اس میں دو صورتیں ہیں دوسرے میں استعمال ہونے کے بعد وہ لفظ اپنے اصلی معنی میں بھی استعمال ہوگا یا نہیں اگر وہ لفظ اپنے اصلی معنی میں بالکل استعمال نہیں ہوتا تو اس کو منقول کہتے ہیں اور اگر لفظ اپنے اصلی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے تو جس وقت اپنے اصلی معنی میں استعمال ہوگا اس کو حقیقت کہیں گے اور اپنے اصلی معنی کے علاوہ کسی معنی میں استعمال ہوگا تو اس کو مجاز کہیں گے جیسے اسد کا معنی حیوان مفترس (شیر) ہے اور کبھی یہ بہادر آدمی پر بھی بولا جاتا ہے تو اگر اسد اپنے اصلی معنی یعنی حیوان مفترس پر بولا جائے تو اس کو حقیقت کہیں گے۔ اور اگر بہادر آدمی پر بولا جائے تو اس کو مجاز کہیں گے۔

پھر منقول کی باعتبار ناقل کے تین قسمیں ہیں۔ اگر لفظ کو اصلی معنی سے دوسرے معنی کی طرف نقل کرنے والے عام لوگ ہیں تو اس کو منقول عرفی کہتے ہیں جیسے دابہ کا معنی ما یدب علی الارض (جو زمین پر چلے) تھا مگر بعد میں عام لوگوں نے اس کو نقل کر کے صرف گھوڑے یا ہر چار پاؤں والے جانور کا نام رکھ دیا۔ اب یہ اپنے اصلی معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ اور اگر نقل کرنے والا کوئی خاص گروہ ہے تو اس کو منقول اصطلاحی کہتے ہیں جیسے اسم کا معنی بلندی تھا مگر ایک خاص گروہ یعنی نحویوں نے نقل کر کے ایسے لفظ میں استعمال کیا جو اپنے مستقل معنی پر دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس میں نہ پایا جائے اور اگر دوسرے معنی کی طرف نقل کرنے والی شریعت ہے تو اس کو منقول شرعی کہتے ہیں جیسے الصلوۃ کا معنی دعا تھا مگر بعد میں شریعت نے اس کو مخصوص ارکان یعنی نماز کیلئے خاص کر دیا اور اب الصلوۃ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد نماز ہی ہوتی ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ منقول وہ ہے کہ لفظ ایک معنی سے منتقل ہو کر دوسرے معنی میں استعمال ہو اور اس کا استعمال پہلے معنی میں نہ ہوتا ہو مگر ہم آپ کو مثال دکھاتے ہیں کہ منقول اپنے اصلی معنی میں بھی استعمال ہو رہا ہے جیسے دابۃ کا لفظ قرآن مجید میں اپنے اصلی معنی (ما یدب علی الارض یعنی جو بھی زمین پر چلنے والا ہے) میں مستعمل ہے جیسے و ما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا (اور نہیں ہے کوئی زمین پر چلنے والا مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے) یہاں دابۃ اپنے اصلی معنی میں استعمال ہو رہا ہے؟

جواب:۔اپنے اصلی معنی میں استعمال نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اصلی معنی پر کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔اگر اصلی معنی پر کوئی قرینہ موجود ہے تو پھر اصلی معنی میں بھی استعمال ہوسکتا ہے۔اس جگہ تو دو قرینے موجود ہیں ایک یہ کہ نکرہ تحت النفی ہے اور جب نکرہ تحت النفی ہو تو وہاں عموم ہوتا ہے۔دوسرا یہ کہ من دابۃ میں من استغراقیہ ہے اور من استغراقیہ بھی عموم کا فائدہ دیتا ہے اس لئے یہاں دابۃ سے عام معنی یعنی ہر زمین پر چلنے والا مراد ہے صرف چوپایہ نہیں۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔اصل میں منقول کی دو قسمیں ہیں منقول عرفی اور منقول اصطلاحی۔اور منقول شرعی منقول اصطلاحی کے اندر آجاتا ہے مگر شریعت کیونکہ عظمت کے اعتبار سے بہت بلند ہے اسلئے اسکو علیحدہ قسم بنادیا گیا

فائدہ ﴿۲﴾:۔جب ایک معنی سے دوسرے معنی کی طرف کسی لفظ کو منتقل کیا جائے تو ان دونوں معنوں کے درمیان مناسبت کا ہونا ضروری ہے جتنی مثالیں اوپر دی گئی ہیں ان کے درمیان مناسبت ملاحظہ کریں

دابۃ :۔دابہ زمین پر چلنے والی چیز۔اس کو چوپایہ اور گھوڑے پر اس لئے بولا جاتا ہے کہ وہ بھی زمین پر چلتے ہیں۔صلوۃ :۔صلوۃ کا لغوی معنی دعا ہے اور بعد میں اس کو نقل کیا ارکان مخصوصہ یعنی نماز کی طرف کیونکہ نماز میں بھی دعا ہوتی ہے۔اسم :۔اسم کا لغوی معنی ہے بلندی۔پھر نقل کرکے نحوی اسم پر یہ لفظ بولا جاتا ہے کیونکہ نحویوں کا اسم بھی حرف اور فعل سے بلند ہوتا ہے۔اسد:۔اسد کا لغوی معنی شیر ہے اور بہادر آدمی اور شیر کے درمیان بہادری والی صفت مشترک ہے۔

وجوہات تسمیہ:۔مشترک:۔یہ اشتراک سے ہے اس کا معنی ہے اکٹھا ہونا اور یہاں بھی لفظ کئی معنوں میں اکٹھا ہوتا ہے۔منقول:۔اس کا معنی ہے نقل کیا ہوا اور یہ بھی اصل معنی سے نقل ہو کر دوسرے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔عرفی:۔کیونکہ اس کو نقل کرنے والے عام لوگ ہوتے ہیں۔شرعی:۔کیونکہ اسکو نقل کرنے والے اہل شرع ہوتے ہیں۔اصطلاحی:۔کیونکہ اس کو نقل کرنے والا ایک خاص گروہ ہوتا ہے۔

حقیقت:۔یہ حق یحق سے ہے بمعنی ثابت ہونا۔اور یہ بھی اپنے اصلی معنی میں ثابت ہوتا ہے۔

مجاز:۔ یہ تجاوز سے ہے اس کا معنی ہے تجاوز کرنا اور یہ بھی اپنے اصلی معنی سے تجاوز کر جاتا ہے۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔ جس وقت لفظ اپنے اصلی معنی سے منتقل ہوکر دوسرے معنی میں استعمال ہو رہا ہو تو کسی مناسبت کی وجہ سے منتقل ہوا ہوگا یا بغیر مناسبت کے۔ اگر کسی مناسبت کی وجہ سے منتقل ہوا ہے تو اس کو منقول کہتے ہیں جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اور اگر کسی مناسبت کے بغیر منتقل ہوا ہے تو اس کو مرتجل کہتے ہیں مثلاً السماء آسمان کو کہتے ہیں اگر یہ آدمی کا نام رکھا ہوا ہو تو اس وقت آسمان اور انسان کے درمیان کوئی بھی مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے یہ منقول نہیں ہوگا بلکہ مرتجل ہوگا۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔ حقیقت اور مجاز کے درمیان تشبیہ والی مناسبت ہوگی یا کوئی اور مناسبت ہوگی اگر تشبیہ والی مناسبت نہیں ہے تو اس کو مجاز مرسل کہتے ہیں مثلاً ان کے درمیان کل جزء، سبب مسبب، حال محل، علت معلول، لازم ملزوم یا اس کے علاوہ کوئی اور مناسبت ہو۔ مجاز مرسل کی چوبیس قسمیں ہیں جو آپ ان شاء اللہ بڑی کتابوں میں پڑھیں گے۔

اگر حقیقت اور مجاز کے درمیان تشبیہ والی مناسبت ہو تو اس میں چار چیزیں ہوتی ہیں ﴿۱﴾ مشبَّہ (جس کو تشبیہ دی جائے) ﴿۲﴾ مشبَّہ بہ (جس کے ساتھ تشبیہ دی جائے) ﴿۳﴾ وجہ شبہ ﴿۴﴾ حرف تشبیہ۔ مثلاً **زید کالاسد** اس میں زید مشبَّہ، اسد مشبَّہ بہ، کاف حرف تشبیہ اور بہادری وجہ شبہ ہے۔ اگر مشبَّہ اور مشبَّہ بہ کے درمیان حرف تشبیہ مذکور ہو تو اس کو تشبیہ کہتے ہیں اور اگر حرف تشبیہ مذکور نہ ہو تو اس کو استعارہ کہتے ہیں۔ پھر استعارہ کی چار قسمیں ہیں ﴿۱﴾ استعارہ مصرحہ (دوسرا نام تصریحیہ) ﴿۲﴾ استعارہ مکنیہ (دوسرا نام بالکنایہ) ﴿۳﴾ استعارہ تخییلیہ ﴿۴﴾ استعارہ ترشیحیہ۔

استعارہ مصرحہ:۔ ذکر مشبَّہ بہ کا ہو لیکن مراد مشبہ ہو مثلاً **رایت اسدا یرمی** (میں نے شیر کو دیکھا کہ وہ تیر اندازی کر رہا تھا) اس جگہ مذکور تو شیر ہے لیکن اس سے مراد بہادر آدمی ہے کیونکہ شیر تو تیر اندازی کر ہی نہیں سکتا۔ **استعارہ مکنیہ**:۔ ذکر مشبَّہ کا ہو اور مراد بھی مشبہ ہو مگر دل ہی دل میں اس کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔ **استعارہ تخییلیہ**:۔ مشبہ بہ کے لوازمات میں سے کسی لازم کو مشبَّہ کیلئے ثابت

کیا جائے۔ **استعارہ ترشیحیہ:**۔ مشبّہ بہ کے مناسبات میں سے کسی مناسب کو مشبّہ کیلئے ثابت کیا جائے

لازم:۔ جو کبھی جدا نہ ہو ہمیشہ ساتھ رہے۔ **مناسب:**۔ جو جدا بھی ہو جائے۔

ان تینوں کی مثال ایک ہی ہے

اذاانشبت المنیۃ اظفارھا (جب گاڑ دیئے موت نے اپنے ناخن)

اس مثال میں ذکر مشبّہ موت کا ہے مراد بھی مشبہ ہے لیکن دل ہی دل میں اس موت کو کسی درندے کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں تو المنیۃ کے لفظ میں استعارہ مکنیہ ہوا۔ مشبہ بہ (درندہ) کے لوازمات میں سے ایک لازم (ناخنوں) کو مشبہ (موت) کیلئے ثابت کیا جارہا ہے تو اظفار کے لفظ میں استعارہ تخییلیہ ہوا۔ اور مشبّہ بہ (درندے) کے مناسبات میں سے ایک مناسب (ناخنوں کو گاڑنا) کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جارہا ہے تو انشبت کے لفظ میں استعارہ ترشیحیہ ہوا۔

فائدہ:۔ درندے کے ناخن تو ہر حال میں ہوتے ہیں اس لئے یہ لوازمات میں سے ہے لیکن گاڑنا کبھی کبھی ہے اس لئے گاڑنا مناسبات میں سے ہے۔

فَصْلٌ اِنْ کَانَ اللَّفْظُ مُتَعَدِّدًا وَالْمَعْنٰی وَاحِدًا یُسَمّٰی مُرَادِفًا کَالْاَسَدِ وَاللَّیْثِ وَالْغَیْمِ وَالْغَیْثِ

ترجمہ:۔ فصل: اگر لفظ چند ہوں اور معنی ایک ہو تو انکو مرادف کہتے ہیں جیسے اسد اور لیث اور جیسے غنم اور غیث

تشریح: اس فصل میں مصنفؒ مفرد کی آخری قسم **تکثر اللفظ مع توحد المعنی** کو بیان کررہے ہیں لفظ بہت ہوں اور معنی ایک ہو تو ان کو مرادف کہتے ہیں اور جو تعلق ان کے درمیان ہے اس کو ترادف کہتے ہیں جیسے اسد اور لیث دو لفظ ہیں اور دونوں کا معنی شیر ہے نیز غیم اور غیث دونوں کا معنی بارش ہے۔

فائدہ:۔ یہ ترادف اس وقت ہوگا جب چار شرطیں پائی جائیں ﴿۱﴾ دونوں الفاظ موضوع ہوں مہمل نہ ہوں۔ اگر کوئی ایک لفظ مہمل ہو تو ترادف نہ ہوگا جیسے روٹی شوٹی اس میں شوٹی مہمل ہے اس لئے اس کو ترادف نہیں کہتے۔ ﴿۲﴾ دونوں لفظ مختلف ہوں ایک ہی لفظ کا تکرار نہ ہو۔ اگر ایک لفظ کا تکرار ہے تو ترادف نہ ہوگا اس سے تاکید لفظی خارج ہو جائے گی جیسے جاء جاء زید یا جاء زید زید اس میں

ایک ہی لفظ کا تکرار ہے۔ ﴿۳﴾ دونوں لفظوں میں سے کسی ایک کو مقدم یا مؤخر کرنا لازمی نہ ہو۔ اس سے تاکید معنوی خارج ہوگئی۔ جیسے جاء زید نفسه یہاں نفسہ اور زید سے مراد تو ایک ہی ہے لیکن نفسه کو زید سے مؤخر کرنا ضروری ہے لہذا ان میں ترادف نہیں ہوگا۔ ﴿۴﴾ ان دونوں کا مصداق بھی ایک ہو اور معنی بھی ایک ہو اگر مصداق تو ایک ہے مگر معنی ایک نہیں ہے تو ترادف نہیں ہوگا۔ جیسے ناطق اور فصیح۔ ان دونوں کا مصداق تو ایک ہی ہے یعنی انسان مگر ناطق کا معنی ہے مطلقا بولنے والا اور فصیح کا معنی ہے فصاحت و بلاغت کے ساتھ بولنے والا لہذا ان کے درمیان ترادف نہیں ہوگا۔

فَصْلٌ: اَلْمُرَكَّبُ قِسْمَانِ اَحَدُهُمَا الْمُرَكَّبُ التَّامُّ وَهُوَ مَا يَصِحُّ السُّكُوْتُ عَلَيْهِ كَزَيْدٌ قَائِمٌ وَثَانِيْهُمَا الْمُرَكَّبُ النَّاقِصُ وَهُوَ مَالَيْسَ كَذٰلِكَ

ترجمہ:۔ فصل: مرکب دو قسم پر ہے ایک مرکب تام اور وہ وہ ہے جس پر خاموشی صحیح ہو جیسے زید قائم (زید کھڑا ہے) دوسری قسم ناقص ہے اور وہ وہ ہے جو ایسا نہ ہو۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ مرکب کی اقسام ذکر کر رہے ہیں۔ مرکب کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ مرکب تام ﴿۲﴾ مرکب ناقص۔ مرکب تام:۔ جس پر سکوت صحیح ہو یعنی جس پر بات کو ختم کرنا صحیح ہو مثلاً زید قائم مرکب ناقص:۔ جس پر قائل کا سکوت صحیح نہ ہو جیسے غلام زید اس پر سکوت صحیح نہیں ہے۔

فَصْلٌ: اَلْمُرَكَّبُ التَّامُّ ضَرْبَانِ يُقَالُ لِاَحَدِهِمَا الْخَبَرُ وَالْقَضِيَّةُ وَهُوَ مَا قُصِدَ بِهِ الْحِكَايَةُ وَيَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَالْكِذْبَ وَيُقَالُ لِقَائِلِهٖ اِنَّهٗ صَادِقٌ اَوْ كَاذِبٌ نَحْوُ اَلسَّمَاءُ فَوْقَنَا وَالْعَالَمُ حَادِثٌ فَاِنْ قِيْلَ قَوْلُنَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَضِيَّةٌ وَخَبَرٌ مَعَ اَنَّهٗ لَايَحْتَمِلُ الْكِذْبَ قُلْتُ مُجَرَّدُ اللَّفْظِ يَحْتَمِلُهٗ وَاِنْ كَانَ بِالنَّظْرِ اِلٰى خُصُوْصِيَةِ الْحَاشِيَتَيْنِ غَيْرُ مُحْتَمِلٍ لِلْكِذْبِ وَيُقَالُ لِثَانِي الْقِسْمَيْنِ اَلْاِنْشَاءُ وَلِلْاِنْشَاءِ اَقْسَامٌ اَمْرٌ وَنَهْيٌ وَتَمَنٍّ وَتَرَجٍّ وَاِسْتِفْهَامٌ وَنِدَاءٌ

ترجمہ:۔ فصل: مرکب تام دو قسم پر ہے ایک کو خبر اور قضیہ کہا جاتا ہے اور وہ وہ ہے کہ اس سے حکایت

مقصود ہو اور صدق و کذب دونوں کا احتمال رکھے اور اس کے بولنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جا سکے جیسے السماء فوقنا (آسمان ہمارے اوپر ہے) اور العالم حادث (عالم حادث ہے) پس اگر اعتراض کیا جائے کہ ہمارا قول لا الہ الا اللہ قضیہ اور خبر ہے باوجودیکہ یہ جھوٹ کا احتمال ہی نہیں رکھتا میں جواب دوں گا کہ محض الفاظ جھوٹ کا احتمال رکھتے ہیں اگرچہ دونوں کناروں کی خصوصیت کے لحاظ سے اس میں جھوٹ کا احتمال نہیں ہے اور دونوں قسموں میں سے دوسری قسم کو انشاء کہا جاتا ہے۔ اور انشاء چند اقسام پر ہے امر، نہی، تمنی، ترجی، استفہام اور نداء۔

تشریح:۔ اس فصل میں مرکب کی اقسام ذکر کر رہے ہیں۔ مرکب تام کی دو قسمیں ہیں خبر اور انشاء۔

خبر:۔ وہ ہے جو صدق اور کذب کا احتمال رکھے یا جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جا سکے۔ منطقی حضرات اس کی ایک اور تعریف بھی کرتے ہیں کہ ''جس میں حکایت کا ارادہ کیا جائے''۔

اعتراض:۔ آپ نے کہا جس میں صدق یا کذب کا احتمال ہو وہ خبر ہے حالانکہ ہم آپ کو خبر کی ایک مثال دکھاتے ہیں جس کے کہنے والے کو جھوٹا کہا ہی نہیں جا سکتا جیسے **لا الہ الا اللہ**، **السماء فوقنا** وغیرہ ان مثالوں میں جھوٹ کا احتمال ہی نہیں اس لئے آپ کی یہ تعریف صحیح نہیں ہے۔

جواب:۔ ہماری مراد یہ ہے کہ خارجی دلائل اور قرائن کو چھوڑ کر نفس کلام کو دیکھا جائے کہ اسمیں سچ اور جھوٹ کا احتمال ہے یا نہیں اب **لا الہ الا اللہ** میں دو قرینے موجود ہیں ایک ہمارا مسلمان ہونا اور دوسرا خدا کا واقعی موجود ہونا تو ان قرائن کی بناء پر یہ کلام فقط سچی ہے مگر ان قرائن کو ایک طرف رکھ کر سوچا جائے تو کلام میں سچ، جھوٹ دونوں کا احتمال موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ خدا کی وحدانیت کے منکر بھی ہیں اسی طرح بقیہ مثالیں ہیں۔ مصنفؒ ان دو قرائن کو **خصوصیۃ الحاشیتین** سے تعبیر فرما رہے ہیں۔

انشاء:۔ جس کے کہنے والے کو سچ یا جھوٹ کے ساتھ موصوف نہ کیا جا سکے مثلاً اضرب انشاء کی پھر دس قسمیں ہیں ﴿۱﴾ امر ﴿۲﴾ نہی ﴿۳﴾ استفہام ﴿۴﴾ تمنی ﴿۵﴾ ترجی ﴿۶﴾ عرض ﴿۷﴾ نداء۔ ﴿۸﴾ عقود ﴿۹﴾ تعجب ﴿۱۰﴾ قسم۔ ان کی مکمل تفصیل نحو میں آتی ہے۔

فَصْلٌ: اَلْمُرَكَّبُ النَّاقِصُ عَلٰى اَنْحَاءٍ مِنْهَا الْمُرَكَّبُ الْاِضَافِيُّ كَغُلَامِ زَيْدٍ وَمِنْهَا الْمُرَكَّبُ التَّوْصِيْفِيُّ كَالرَّجُلُ الْعَالِمُ وَمِنْهَا الْمُرَكَّبُ التَّقْيِيْدِيُّ كَفِي الدَّارِ وَهٰهُنَا قَدْ تَمَّ بَحْثُ الْاَلْفَاظِ وَالْاٰنَ نُرْشِدُكَ اِلٰى بَحْثِ الْمَعَانِيْ

ترجمہ:۔ فصل: مرکب ناقص چند قسم پر ہے ان میں سے مرکب اضافی ہے جیسے غلام زید۔ اور ان میں سے مرکب توصیفی ہے جیسے الرجل العالم۔ اور ان میں سے مرکب تقییدی ہے جیسے فی الدار یہاں الفاظ کی بحث پوری ہو چکی ہے اب ہم تجھے معانی کی بحث کی رہنمائی کرتے ہیں۔

تشریح:۔ اس فصل میں مرکب ناقص کی اقسام ذکر کر رہے ہیں۔ مرکب ناقص کی ابتداءً دو قسمیں ہیں۔
﴿۱﴾ تقییدی ﴿۲﴾ غیر تقییدی۔

تقییدی: جس میں دوسری جزء پہلی جزء کی قید بنے جیسے غلام زید، الرجل العالم۔ پھر تقییدی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اضافی (۲) توصیفی۔

غیر تقییدی:۔ جس میں دوسری جزء پہلی کیلئے قید نہ ہو جیسے احد عشر، بعلبک، سیبویہ وغیرہ اس کی بھی کئی قسمیں ہیں (۱) بنائی (۲) منع صرف یا امتزاجی (۳) صوتی

اس طرح مرکب ناقص کی کل پانچ قسمیں ہو گئیں۔ (۱) اضافی (۲) توصیفی (۳) بنائی (۴) منع صرف یا امتزاجی (۵) صوتی۔

فَصْلٌ: اَلْمَفْهُوْمُ اَیْ مَا حَصَلَ فِی الذِّهْنِ قِسْمَانِ اَحَدُهُمَا جُزْئِیٌّ وَالثَّانِیْ كُلِّیٌّ اَمَّا الْجُزْئِیُّ فَهُوَ مَا يَمْنَعُ نَفْسُ تَصَوُّرِهٖ عَنْ صِدْقِهٖ عَلٰى كَثِيْرِيْنَ كَزَيْدٍ وَعَمْرٍو وَهٰذَا الْفَرَسُ وَهٰذَا الْجِدَارُ وَاَمَّا الْكُلِّیُّ فَهُوَ مَالَا يَمْنَعُ نَفْسُ تَصَوُّرِهٖ عَنْ وُقُوْعِ الشِّرْكَةِ فِيْهِ وَعَنْ صِدْقِهٖ عَلٰى كَثِيْرِيْنَ كَالْاِنْسَانِ وَالْفَرَسِ وَقَدْ يُفَسَّرُ الْكُلِّیُّ وَالْجُزْئِیُّ بِتَفْسِيْرَيْنِ اٰخَرَيْنِ اَمَّا الْكُلِّیُّ فَهُوَ مَا جَوَّزَ الْعَقْلُ تَكَثُّرَهٗ مِنْ حَيْثُ تَصَوُّرِهٖ وَاَمَّا الْجُزْئِیُّ فَهُوَ مَالَا يَكُوْنُ كَذٰلِكَ

ترجمہ:۔ فصل: مفہوم یعنی وہ چیز جو ذہن میں حاصل ہو دو قسم پر ہے ایک جزئی اور دوسری کلی، بہر حال

جزئی تو وہ ایسا مفہوم ہے جس کا محض تصور اسکے کثیر افراد پر سچا آنے سے روکے جیسے زید، عمرو، یہ گھوڑا اور یہ دیوار۔اور بہر حال کلی تو وہ ایسا مفہوم ہے جس کا محض تصور اس میں کثرت کے واقع ہونے اور کثیر افراد پر صادق آنے سے نہ روکے جیسے انسان اور گھوڑا اور کبھی کلی اور جزئی کی وضاحت دوسری دو تفسیروں کے ساتھ کی جاتی ہے۔بہر حال کلی تو وہ ایسا مفہوم ہے کہ عقل اس کے تصور کے اعتبار سے اس کے کثیر ہونے کو جائز قرار دے اور بہر حال جزئی تو وہ ایسا مفہوم ہے جو اس طرح نہ ہو۔

تشریح:۔یہاں سے مصنفؒ مفہوم کی بحث شروع کر رہے ہیں۔اس عبارت میں مفہوم کا معنی اور اس کی اقسام کلی اور جزئی کی تعریف کی ہے۔جو چیز ذہن میں آئے اس کے کئی نام ہیں ﴿۱﴾ مفہوم: کیونکہ اس کو سمجھا جاتا ہے ﴿۲﴾ معنی: کیونکہ اس کا بھی ارادہ کیا جاتا ہے۔﴿۳﴾ مطلوب: کیونکہ لفظ سے اس کو طلب کیا جاتا ہے۔﴿۴﴾ معلوم: کیونکہ اس کو جانا جاتا ہے ﴿۵﴾ مدلول: کیونکہ اس پر دلالت ہوتی ہے ﴿۶﴾ مسمی: کیونکہ لفظ کو اس کیلئے مقرر کیا جاتا ہے ﴿۷﴾ موضوع لہ۔کیونکہ اس کیلئے وضع ہوتی ہے ان کے درمیان اعتباری فرق بھی ہیں جن کی تفصیل ان شاء اللہ تعالی بڑی کتابوں میں آئے گی۔

اس مفہوم کی پھر دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ کلی ﴿۲﴾ جزئی۔

کلی:۔ ما لا یمنع نفس تصورہ عن وقوع الشرکۃ فیہ (وہ مفہوم جس کا محض تصور کرنا اسمیں وقوع شرکت سے نہ روکے) یعنی جب ہم اس کا ذہن میں تصور کریں تو اس میں شرکت ہو سکے شرکت ممتنع نہ ہو۔مثلاً انسان، فرس، حیوان وغیرہ۔

جزئی:۔ ما یمنع نفس تصورہ عن وقوع الشرکۃ فیہ (وہ مفہوم جس کا محض تصور کرنا اسمیں وقوع شرکت سے مانع ہو) یعنی اس میں شرکت نہ ہو سکے مثلاً زید، ھذا الفرس وغیرہ۔

تعریف ثانی:۔کبھی کلی، جزئی کی ایک اور تعریف بھی کی جاتی ہے۔ان دونوں تعریفوں میں فقط لفظی فرق ہے مفہوم اور انجام کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔

کلی:۔وہ مفہوم کہ محض تصور کرنے سے عقل اس کے تکثر کو جائز رکھے۔

جزئی:۔وہ مفہوم کہ محض تصور کرنے سے عقل اس کی کثرت کو جائز نہ رکھے۔

فائدہ:۔کلی کی اس تعریف سے معلوم ہوا کہ کلی وہ ہے کہ محض اس کا تصور کرنا وقوع شرکت سے مانع نہ ہو باقی خارج اور نفس الامر میں کلی کے ایک سے زیادہ افراد کا ہونا کوئی ضروری نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ خارج میں کلی کا صرف ایک ہی فرد ہو جیسے سورج یہ ایک کلی ہے اسلئے جب ہم اس کا ذہن میں تصور کرتے ہیں تو اسمیں شرکت ہوسکتی ہے لیکن خارج میں اس کا صرف ایک ہی فرد ہے۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کلی کا خارج میں ایک فرد بھی نہ ہو جیسے لا شئی اور لا واحد یہ دونوں کلیاں ہیں لیکن ان کا خارج میں کوئی فرد بھی نہیں ہے۔

دونوں تعریفوں میں فرق:۔مصنفؒ نے دو تعریفیں کی ہیں ان دونوں تعریفوں میں مطلب اور مفہوم کے اعتبار سے تو کوئی فرق نہیں لیکن لفظوں کے اعتبار سے ان میں دو فرق ہیں۔

(۱) پہلی تعریف لمبی ہے اور دوسری تعریف میں کچھ اختصار ہے۔

(۲) پہلی تعریف کے مطابق کلی کی تعریف عدمی اور جزئی کی تعریف وجودی ہے جب کہ دوسری تعریف کے مطابق جزئی کی تعریف عدمی اور کلی کی تعریف وجودی ہے۔

سوال:۔مصنفؒ نے پہلی تعریف میں جزئی کی تعریف کو مقدم اور کلی کی تعریف کو مؤخر کیا اور دوسری تعریف میں جزئی کو مؤخر اور کلی کو مقدم کیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔جزئی کی پہلی تعریف وجودی تھی اور کلی کی دوسری تعریف وجودی تھی اور وجود عدم سے اشرف ہوتا ہے اور اشرف مقدم ہونے کا زیادہ حقدار ہے اس لئے مصنفؒ نے پہلی تعریف میں جزئی کو اور دوسری تعریف میں کلی کو مقدم کیا۔

کلی وجزئی کی وجہ تسمیہ:۔کلی اور جزئی کے آخر میں یاء نسبت کی ہے کلی کا معنی ہے کل والی یعنی یہ کل تو نہیں کسی کل کا جزء ہے اور کل جزئی ہے کلی اس جزئی کا جزء ہے تو چونکہ کلی یہ کل (جزئی) کا جزء بنتی ہے اس لئے اس کو کلی کہتے ہیں۔اسی طرح جزئی کے آخر میں بھی یا نسبت کی ہے اس کا مطلب ہے جز والی یعنی خود تو کل ہے مگر جزء والی ہے یعنی کلی اس کا جزء بنتی ہے جیسے زید ایک جزئی ہے اور اس کی حقیقت

حیوان ناطق ہے اور یہ دونوں کلیاں ہیں اور اس زید جزئی کی جزء بن رہی ہیں تو زید خود کل ہے اور اجزاء والا ہے یعنی جزئی ہے۔ اسی طرح حیوان اور ناطق کل والی ہیں یعنی کلی ہیں اور زید کا جزء بن رہے ہیں۔

اعتراض:۔ منطقی حضرات کلی سے بحث کرتے ہیں جزئی سے بحث کیوں نہیں کرتے؟

جواب ﴿۱﴾:۔ جزئیات لامتناہی ہیں ان کا احاطہ اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ بحث کرنا ممکن نہیں اور اگر بعض سے بحث کریں بعض سے بحث نہ کریں تو ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے اس لئے منطقی ان سے بحث ہی نہیں کرتے اور اس کے برعکس کلیاں محدود ہیں ان سے بحث کرنا ممکن ہے۔

جواب ﴿۲﴾:۔ جزئی کی حالت میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے وہ ایک حالت پر نہیں رہتی اس لئے اس سے بحث کرنا ممکن نہیں جیسے زید پہلے نطفہ تھا پھر رحم مادر میں گیا جنین ہوا پھر پیدا ہوا تو طفل کہلایا بڑا ہوا تو شاب کہلایا بوڑھا ہوا تو شیخ کہلایا فوت ہو گیا تو میت کہلایا۔

فَصْلٌ: اَلْكُلِّيُّ اَقْسَامٌ اَحَدُهَا مَا يَمْتَنِعُ وُجُوْدُ اَفْرَادِهٖ فِي الْخَارِجِ كَاللَّاشَئِ وَاللَّا مُمْكِنِ وَاللَّا مَوْجُوْدِ وَ ثَانِيْهَا مَا يُمْكِنُ اَفْرَادُهٗ وَلَمْ تُوْجَدْ كَالْعُنْقَاءِ وَجَبَلٌ مِنَ الْيَاقُوْتِ وَثَالِثُهَا مَا اَمْكَنَتْ اَفْرَادُهٗ وَلَمْ تُوْجَدْ مِنْ اَفْرَادِهِ الْاَفْرَدُ وَاحِدٌ كَالشَّمْسِ وَالْوَاجِبِ تَعَالٰى وَرَابِعُهَا مَا وُجِدَتْ لَهٗ اَفْرَادٌ كَثِيْرَةٌ اِمَّا مُتَنَاهِيَةٌ كَالْكَوَاكِبِ السَّيَّارَةِ فَاِنَّهَا سَبْعٌ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالْمَرِيْخُ وَالزُّهْرَةُ وَالزُّحَلُ وَعَطَارِدُ وَالْمُشْتَرِىْ اَوْ غَيْرُ مُتَنَاهِيَةٍ كَاَفْرَادِ الْاِنْسَانِ وَالْفَرَسِ وَالْغَنَمِ وَالْبَقَرِ

ترجمہ:۔ فصل: کلی کی چند اقسام ہیں۔ ان میں سے پہلی وہ کلی ہے جس کے افراد کا وجود خارج میں ممتنع اور محال ہو جیسے لاشی، لاممکن، لاموجود اور دوسری قسم وہ کلی ہے جس کے افراد کا وجود ممکن ہو اور پایا نہ جائے جیسے عنقاء پرندہ اور یاقوت کا پہاڑ۔ اور تیسری قسم وہ کلی ہے جس کے افراد کا وجود ممکن ہو اور صرف ایک فرد پایا جائے جیسے سورج اور واجب تعالی۔ اور چوتھی قسم وہ کلی ہے جس کے کثیر افراد پائے جائیں پھر متناہی ہوں جیسے کواکب سیارہ، پس بلاشبہ وہ سات ہیں سورج، چاند، مریخ، زہرہ، زحل، عطارد اور

مشتری یا غیر متناہی جیسے انسان، گھوڑا، بکری اور گائے کے افراد۔

تشریح:۔اس فصل کے پہلے حصے میں مصنفؒ کلی کی قسمیں بیان فرمارہے ہیں اور دوسرے حصے میں کچھ اشکالات کے جواب دیں گے۔تو مندرجہ بالا عبارت میں کلی کے اقسام بیان کئے جارہے ہیں۔

کلی کے اقسام کو سمجھنے سے پہلے ایک فائدہ ملاحظہ فرمائیے۔

فائدہ: دنیا میں جتنی بھی اشیاء ہیں انکی تین قسمیں ہیں (۱) واجب الوجود (۲) ممتنع الوجود (۳) ممکن الوجود

واجب الوجود:۔جس کا عدم یعنی نہ ہونا محال ہو اور وجود یعنی ہونا ضروری ہو جیسے ذات باری تعالی۔

ممتنع الوجود:۔جس کا وجود محال ہو اور عدم ضروری ہو جیسے شریک باری تعالی۔

ممکن الوجود:۔جس کا وجود ضروری ہو نہ عدم ضروری ہو اور وجود محال ہو نہ عدم محال ہو بلکہ موجود بھی سکتا ہو اور معدوم بھی ہو سکتا ہو جیسے انسان۔

اقسام کلی:۔کلی کی چھ قسمیں ہیں جن کی وجہ حصر مندرجہ ذیل ہے۔

وجہ حصر:۔کلی کے افراد خارج میں موجود ہوں گے یا نہیں۔اگر نہیں ہیں تو پھر ان کا خارج میں موجود نہ ہونا ضروری ہوگا یا ضروری نہیں ہوگا بلکہ ان کا خارج میں موجود ہونا ممکن تو ہو مگر موجود نہیں ہونگے اگر خارج میں موجود نہ ہونا ضروری ہو تو یہ پہلی قسم ہے جیسے **لا موجود، لاشئ** اور اگر خارج میں موجود ہونا ممتنع تو نہیں لیکن موجود نہیں ہیں تو یہ دوسری قسم ہے جیسے یاقوت کا پہاڑ یا عنقاء پرندہ وغیرہ۔اور اگر کلی کے افراد خارج میں ہیں تو پھر ایک فرد ہوگا یا زیادہ، اگر ایک فرد ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں دوسرا بھی ہو سکتا ہے یا دوسرے فرد کا ہونا محال ہے اگر دوسرا بھی ہو سکتا ہے تو یہ تیسری قسم ہے جیسے سورج۔اور اگر خارج میں دوسرا ہو ہی نہیں سکتا تو یہ چوتھی قسم ہے جیسے ذات باری تعالی۔اور اگر کلی کے افراد ایک سے زیادہ ہیں تو پھر وہ افراد متناہی ہونگے یا غیر متناہی۔اگر متناہی ہیں تو یہ پانچویں قسم ہے جیسے کواکب سیارہ (چکر لگانے والے سیارے) جو قدیم مناطقہ کے ہاں سات ہیں سورج، چاند، مریخ، زحل، زہرہ، عطارد اور مشتری۔اور اگر افراد غیر متناہی ہیں تو یہ چھٹی قسم ہے جیسے انسان، بقر اور غنم وغیرہ کے افراد۔

وَقَدْ اُوْرِدَ عَلٰی تَعْرِيْفِ الْكُلِّيِّ وَالْجُزْئِيِّ سُوَالٌ تَقْرِيْرُهٗ اَنَّ الصُّوْرَةَ الْحَاصِلَةَ مِنَ الْبَيْضَةِ الْمُعَيَّنَةِ وَالشَّبَحِ الْمَرْئِيِّ مِنْ بَعِيْدٍ وَمَحْسُوْسَ الطِّفْلِ فِيْ مَبْدَأِ الْوِلَادَةِ كُلُّهَا جُزْئِيَّاتٌ مَعَ اَنَّهٗ يَصْدُقُ عَلَيْهَا تَعْرِيْفُ الْكُلِّيِّ لِاَنَّ فِيْ هٰذِهِ الصُّوَرِ فَرْضُ صِدْقِهَا عَلٰی كَثِيْرِيْنَ غَيْرُ مُمْتَنِعٍ وَالْجَوَابُ اَنَّ الْمُرَادَ بِصِدْقِ الْمَفْهُوْمِ فِيْ تَعْرِيْفِ الْكُلِّيِّ هُوَ الصِّدْقُ عَلٰی وَجْهِ الْاِجْتِمَاعِ وَهٰذِهِ الصُّوَرُ اَعْنِيْ صُوْرَةَ الْبَيْضَةِ الْمُعَيَّنَةِ وَغَيْرَهَا اِنَّمَا يَصْدُقُ عَلٰی كَثِيْرِيْنَ بَدْلًا لَا مَعًا فَاِنَّ الْوَحْدَةَ مَاخُوْذَةٌ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ ضَرُوْرَةَ اَنَّهَا مَاخُوْذَةٌ مِنْ مَادَةٍ مُعَيَّنَةٍ جُزْئِيَّةٍ وَلَوْلَا فِيْهَا اِعْتِبَارُ التَّوَحُّدِ لَكَانَتْ كُلِّيَّةً مِنْ غَيْرِ لُزُوْمِ اِشْكَالٍ هٰذَا

ترجمہ:۔اور تحقیق وارد کیا گیا ہے کلی اور جزئی کی تعریف پر ایک سوال جس کی تقریر یہ ہے کہ معین انڈے سے حاصل ہونے والی صورت اور دور سے دکھائی دینے والا جسم اور نومولود بچے کی محسوس شدہ شی یہ ساری جزئیات ہیں باوجود یکہ ان پر کلی کی تعریف صادق آتی ہے اس لئے کہ ان تمام صورتوں میں ان کے کثیر افراد پر سچے آنے کو فرض کرنا ممتنع نہیں ہے۔اور جواب یہ ہے کہ کلی کی تعریف میں مفہوم کے سچا آنے سے مراد اجتماعیت کے طریقے پر سچا آنا ہے،اور یہ صورتیں یعنی معین انڈے وغیرہ کی صورت سوا اس کے نہیں کثیرین پر سچی آتی ہیں یکے بعد دیگرے نہ کہ اکٹھے۔کیونکہ وحدت اس صورت میں لی گئی ہے اس ضرورت کی وجہ سے کہ یہ صورت جزئی مادہ سے ماخوذ ہے اور اگر اس صورت میں وحدت کا اعتبار نہ ہوتا تو یہ بلا اشکال کلی ہوتی اس کو یاد کرلو۔

تشریح:۔اس عبارت میں مصنفؒ ایک اشکال کا جواب دے رہے ہیں۔

اشکال:۔کلی اور جزئی کی تعریف جامع لجمیع الافراد اور مانع عن دخول الغیر نہیں ہے۔کیونکہ کئی کلیات پر جزئی کی تعریف سچی آتی ہے اور کئی جزئیات پر کلی کی تعریف سچی آتی ہے مثلاً زید کے سامنے ایک انڈہ پڑا ہوا تھا جو جزئی ہے تو جیسے ہی زید نے دوسری طرف منہ کیا بکر نے وہ انڈہ اٹھا کر دوسرا انڈہ رکھ دیا جب

زید نے اس انڈے کی طرف دیکھا تو اس کے خیال میں یہ وہی پہلے والا انڈہ تھا پھر جیسے ہی زید نے دوبارہ دوسری طرف منہ کیا تو بکر نے وہ انڈہ اٹھا کر اس کی جگہ تیسرا انڈہ رکھدیا اب یہ انڈہ زید کے نزدیک جزئی ہے حالانکہ حقیقت کے اعتبار سے کلی ہے تو کلی پر جزئی کا اطلاق ہورہا ہے اور جزئی کی تعریف سچی آرہی ہے تو جزئی کی تعریف مانع عن دخول الغیر نہ ہوئی۔ دوسری مثال: دور سے آپ نے ایک چیز دیکھی تو آپ نے کہا یہ اونٹ ہے پھر جب وہ تھوڑی قریب آئی تو آپ نے کہا یہ گھوڑا ہے پھر جب وہ اور قریب آئی تو آپ نے کہا یہ گدھا ہے اب یہ چیز جزئی ہے مگر اس پر کلی کا اطلاق ہورہا ہے۔ اور کلی کی تعریف سچی آرہی ہے تو کلی کی تعریف مانع عن دخول الغیر نہ ہوئی۔ اسی طرح چھوٹے بچے کے ذہن میں ہر عورت اس کی ماں ہوتی ہے جب اس کے پاس سے ایک عورت گزری اس نے سمجھا یہی میری ماں ہے پھر جب دوسری عورت گزری اس نے پھر یہی سمجھا کہ یہ میری ماں ہے اب بچے کے ذہن میں تو جزئی ہے حقیقت میں کلی ہے تو کلی پر جزئی کی تعریف سچی آرہی ہے لھذا جزئی کی تعریف مانع نہیں ہے

جواب:۔ ہماری کلی، جزئی کی تعریف میں ایک قید محذوف ہے کہ کثیرین پر سچی آئے یا نہ آئے علی سبیل الاجتماع (اکٹھے) نہ کہ علی سبیل البدلیت (یکے بعد دیگرے) سوال میں ذکر کردہ جزئی کثیرین پر علی سبیل البدلیت سچی آرہی ہے نہ کہ علی سبیل الاجتماع۔ اسی طرح کلیات کثیرین پر علی سبیل البدلیت سچی نہیں آرہی نہ کہ علی سبیل الاجتماع۔ اور مصنفؒ نے اس قید کو فہم سامع پر اعتماد کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔

فَصْلٌ فِي النِّسْبَةِ بَيْنَ الْكُلِّيَّيْنِ: اِعْلَمْ اَنَّ النِّسْبَةَ بَيْنَ الْكُلِّيَّيْنِ تُتَصَوَّرُ عَلٰى اَنْحَاءٍ اَرْبَعَةٍ لِاَنَّكَ اِذَا اَخَذْتَ كُلِّيَّيْنِ فَاِمَّا اَنْ يَّصْدُقَ كُلٌّ مِّنْهُمَا عَلٰى مَايَصْدُقُ عَلَيْهِ الْاٰخَرُ فَهُمَا مُتَسَاوِيَانِ كَالْاِنْسَانِ وَالنَّاطِقِ لِاَنَّ كُلَّ اِنْسَانٍ نَاطِقٌ وَكُلَّ نَاطِقٍ اِنْسَانٌ اَوْيَصْدُقَ اَحَدُهُمَا عَلٰى كُلِّ مَايَصْدُقُ عَلَيْهِ الْاٰخَرُ وَلَا يَصْدُقُ الْاٰخَرُ عَلٰى جَمِيْعِ اَفْرَادِ اَحَدِهِمَا فَبَيْنَهُمَا عُمُوْمٌ وَّخُصُوْصٌ مُّطْلَقًا كَالْحَيَوَانِ وَالْاِنْسَانِ فَيَصْدُقُ الْحَيَوَانُ عَلٰى كُلِّ مَايَصْدُقُ الْاِنْسَانُ عَلَيْهِ وَلَا يَصْدُقُ الْاِنْسَانُ عَلٰى كُلِّ مَايَصْدُقُ عَلَيْهِ الْحَيَوَانُ بَلْ عَلٰى بَعْضِهٖ اَوْلَا يَصْدُقُ شَيْءٌ مِّنْهُمَا عَلَيْهِ الْاٰخَرُ فَهُمَا مُتَبَائِنَانِ

کَالْاِنْسَانِ وَالْفَرَسِ اَوْیَصْدُقُ بَعْضُ کُلٍّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰی بَعْضِ مَایَصْدُقُ عَلَیْهِ الْاٰخَرُ فَبَیْنَهُمَا عُمُوْمٌ وَّخُصُوْصٌ مِّنْ وَجْهٍ کَالْاَبْیَضِ وَالْحَیْوَانِ فَفِی الْبَطِّ یَصْدُقُ کُلٌّ مِّنْهُمَا وَفِی الْفِیْلِ یَصْدُقُ الْحَیْوَانُ فَقَطْ وَفِی الثَّلْجِ وَالْعَاجِ یَصْدُقُ الْاَبْیَضُ فَقَطْ فَهٰذِهٖ اَرْبَعُ نِسَبٍ اَلتَّسَاوِیْ وَالتَّبَایُنُ وَالْعُمُوْمُ وَالْخُصُوْصُ مُطْلَقًا وَالْعُمُوْمُ وَالْخُصُوْصُ مِنْ وَجْهٍ فَاحْفَظْ ذٰلِکَ

ترجمہ: فصل: دوکلیوں کے درمیان نسبت کے بیان میں: تو جان لے کہ دوکلیوں کے درمیان نسبت چار اقسام پر متصور ہوسکتی ہے کیونکہ جب تو دوکلیوں کو لے گا پس یا تو ان میں سے ہر ایک سچی آئے گی ان افراد پر جن پر دوسری سچی آتی ہے تب تو وہ دونوں متساوی ہیں جیسے انسان اور ناطق کیونکہ ہر انسان ناطق ہے اور ہر ناطق انسان ہے یا ان میں سے ایک تو صادق آئے گی ان افراد پر جن پر دوسری صادق آتی ہے اور دوسری صادق نہیں آئے گی پہلی کے تمام افراد پر تب ان دوکلیوں میں نسبت عموم وخصوص مطلق کی ہوگی جیسے حیوان اور انسان کہ حیوان تو صادق آتا ہے ان تمام افراد پر جن پر انسان صادق آتا ہے جب کہ انسان نہیں صادق آتا ان سب افراد پر جن پر حیوان صادق آتا ہے بلکہ صادق آتا ہے حیوان کے بعض افراد پر، یا کلیوں میں سے کوئی بھی صادق نہیں آئے گی ان افراد میں سے کسی فرد پر جن پر دوسری صادق آرہی ہے تو وہ دونوں متباین ہیں جیسے انسان اور فرس یا ان دوکلیوں میں سے ہر ایک کلی کا بعض ان افراد پر صادق آئیگا جن پر دوسری کلی صادق آرہی ہے تو ان کے درمیان نسبت عموم وخصوص من وجہ کی ہے جیسے ابیض ﴿سفید﴾ اور حیوان پس بطخ میں دونوں کلیاں صادق آرہی ہے اور ہاتھی میں صرف حیوان صادق آتا ہے اور برف اور ہاتھی کے دانت میں صرف ابیض صادق آتا ہے پس یہ چار نسبتیں ہوئیں (۱) تساوی (۲) تباین (۳) عموم وخصوص مطلق (۴) عموم وخصوص من وجہ پس اسکو یاد کرلو

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ دوکلیوں کے درمیان نسبت بیان فرمارہے ہیں۔ لیکن ہم یہاں چار طرح کی نسبت بیان کریں گے (۱) دوکلیوں کے درمیان (۲) دوجزئیوں کے درمیان (۳) ایک کلی اور ایک جزئی کے درمیان (۴) دوکلیوں کی نقیضوں کے درمیان۔

دو کلیوں کے درمیان نسبت:۔ دو کلیوں کے درمیان چار قسم کی نسبت ہوتی ہے (۱) تساوی (۲) تباین (۳) عموم وخصوص مطلق (۴) عموم وخصوص من وجہ۔

تساوی:۔ پہلی کلی دوسری کلی کے ہر ہر فرد پر صادق آئے اور دوسری کلی پہلی کلی کے ہر ہر فرد پر صادق آئے جیسے انسان اور ناطق۔ **تباین:**۔ پہلی کلی دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہ آئے اور دوسری کلی پہلی کلی کے کسی فرد پر صادق نہ آئے جیسے انسان اور فرس۔ **عموم وخصوص مطلق:**۔ ایک کلی تو دوسری کلی کے ہر ہر فرد پر صادق آئے اور دوسری کلی پہلی کلی کے بعض افراد پر صادق آئے اور بعض پر نہ آئے جیسے انسان اور حیوان۔ اس میں حیوان تو انسان کے ہر ہر فرد پر صادق آتا ہے لیکن انسان حیوان کے بعض افراد (انسانی) پر سچا آتا ہے بعض پر نہیں جیسے گدھا، گائے حیوان تو ہیں لیکن انسان نہیں۔

عموم وخصوص من وجہ: پہلی کلی دوسری کلی کے بعض افراد پر صادق آئے اور بعض پر صادق نہ آئے اسی طرح دوسری کلی بھی پہلی کلی کے بعض افراد پر صادق آئے اور بعض پر صادق نہ آئے مثلاً ابیض اور حیوان۔

فائدہ:۔ جن دو کلیوں کے درمیان تساوی کی نسبت ہو وہاں دو مادے نکلیں گے اور دو قضیے موجبہ کلیہ تیار ہونگے جیسے (۱) کل انسان ناطق (۲) کل ناطق انسان۔ جن دو کلیوں کے درمیان تباین کی نسبت ہو وہاں بھی دو قضیے سالبہ کلیہ تیار ہونگے جیسے (۱) لا شیء من الانسان بفرس (۲) لاشیء من الفرس بانسان۔ جن دو کلیوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہو وہاں بھی دو مادے نکلیں گے اور دو قضیے تیار ہونگے ایک موجبہ کلیہ ہوگا اور دوسرا سالبہ جزئیہ پہلے قضیے میں اخص مطلق موضوع اور اعم مطلق محمول ہوگا جبکہ دوسرے قضیے میں اس کا برعکس یعنی اعم مطلق موضوع اور اخص مطلق محمول ہوگا جیسے (۱) کل انسان حیوان (۲) بعض الحیوان لیس بانسان۔ جن دو کلیوں میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہو وہاں تین مادے نکلیں گے اور تین قضیے تیار ہونگے ایک موجبہ جزئیہ دو سالبہ جزئیہ جیسے (۱) بعض الحیوان ابیض (۲) بعض الحیوان لیس بابیض (۳) بعض الابیض لیس بحیوان

دو جزئیوں کے درمیان نسبت:۔ دو جزئیوں کے درمیان نسبت ہمیشہ تباین کی ہوتی ہے جیسے زید

اور عمر و دو جزئیاں ہیں ان میں تغایر اور تباین ہے۔

ایک کلی اور ایک جزئی کے درمیان نسبت:۔ اس میں دو صورتیں ہیں وہ جزئی اسی کلی کی ہو گی یا دوسری کلی کی ہو گی اگر وہ جزئی اسی کلی کی ہے تو پھر ان کے درمیان نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہو گی مثلا انسان اور زید اب انسان تو زید پر سچا آتا ہے مگر زید انسان کے بعض افراد (اپنے آپ پر) سچا آتا ہے اور بعض (باقی افراد انسانی) پر سچا نہیں آتا۔ اور اگر وہ جزئی کسی دوسری کلی کی ہے تو پھر ان کے درمیان نسبت ہمیشہ تباین کی ہو گی مثلا انسان اور ھذا الفرس۔

دو کلیوں کی نقیضوں کے درمیان نسبت:۔ کسی شی کی نقیض اس کا رفع ہوتا ہے جیسے انسان کی نقیض اسکا رفع یعنی لا انسان ہو گی۔ نسبتیں کل چار ہیں تو اب ان چاروں کی نقیضوں کے درمیان نسبت ملاحظہ کریں

جن دو کلیوں کے درمیان تساوی کی نسبت ہو تو ان کی نقیضوں کے درمیان بھی تساوی کی نسبت ہو گی جیسے انسان اور ناطق کے درمیان تساوی کی نسبت ہے اور ان کی نقیض لا انسان اور لا ناطق کے درمیان بھی تساوی کی نسبت ہے جو چیز لا انسان ہے وہ لا ناطق بھی ضرور ہو گی اور جو چیز لا ناطق ہے وہ لا انسان بھی ضرور ہو گی۔

جن دو کلیوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہو انکی نقیضوں کے درمیان بھی عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہو گی لیکن پہلے جو اخص مطلق تھا اب وہ اعم مطلق بن جائے گا اور پہلے جو اعم تھا اب وہ اخص بن جائے گا مثلا انسان اور حیوان کی نقیض لا انسان اور لا حیوان کے درمیان عموم و خصوص کی نسبت ہے کیونکہ جو چیز لا حیوان ہے وہ ہمیشہ لا انسان ہو گی اور جو چیز لا انسان ہے وہ ضروری نہیں کہ لا حیوان ہو کبھی ہو گی اور کبھی نہیں ہو گی مثلا قلم لا حیوان ہے تو لا انسان بھی ہے لیکن گدھا لا انسان تو ہے لا حیوان نہیں ہے بلکہ حیوان ہے

جن دو کلیوں کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی یا تباین کی نسبت ہوتی ہے ان کی نقیضوں کے درمیان کبھی تو عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہوتی ہے اور کبھی تباین کی۔ اس کو تباین جزئی سے تعبیر کیا جاتا ہے

نسبت تباین کی مثال:۔ انسان اور فرس میں تباین کی نسبت ہے اور لا انسان اور لا فرس میں عموم

وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ موجود اور معدوم میں تباین کی نسبت ہے اور ان کی نقیضوں لاموجود اور لامعدوم میں بھی تباین کی نسبت ہے۔

نسبت عموم وخصوص من وجہ کی مثال: لا انسان اور لا فرس کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے اور ان کی نقیضوں انسان اور فرس کے درمیان تباین کی نسبت ہے۔ ابیض اور حیوان کے درمیان عام خاص من وجہ کی نسبت ہے اور ان کی نقیضوں یعنی لا ابیض اور لا حیوان میں بھی عام خاص من وجہ کی نسبت ہے۔

فَصْلٌ: وَقَدْ يُقَالُ لِلْجُزْئِيِّ مَعْنًى اٰخَرُ وَهُوَ مَا كَانَ اَخَصَّ تَحْتَ الْاَعَمِّ فَالْاِنْسَانُ عَلٰى هٰذَا التَّعْرِيْفِ جُزْئِيٌّ لِدُخُوْلِهٖ تَحْتَ الْحَيَوَانِ وَكَذَا الْحَيَوَانُ لِدُخُوْلِهٖ تَحْتَ الْجِسْمِ النَّامِيْ وَكَذَا الْجِسْمُ النَّامِيْ لِدُخُوْلِهٖ تَحْتَ الْجِسْمِ الْمُطْلَقِ وَكَذَا الْجِسْمُ الْمُطْلَقُ لِدُخُوْلِهٖ تَحْتَ الْجَوْهَرِ

ترجمہ:۔ فصل: اور کبھی جزئی کیلئے ایک اور معنی بیان کیا جاتا ہے کہ جزئی وہ مفہوم ہے جو اخص اعم کے نیچے ہو پس انسان اس تعریف کی بناء پر جزئی ہے کیونکہ حیوان کے تحت داخل ہے اور اسی طرح حیوان جزئی ہے کیونکہ جسم نامی کے تحت داخل ہے اور ایسے ہی جسم نامی جزئی ہے کیونکہ جسم مطلق کے تحت داخل ہے اور ایسے ہی جسم مطلق جزئی ہے کیونکہ جوہر کے نیچے داخل ہے۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ جزئی کا ایک اور معنی بیان فرما رہے ہیں کہ کبھی جزئی کا اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو کسی اعم کے نیچے ہو یعنی اخص تحت الاعم کو جزئی کہتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقی جزئی نہیں ہوتی بلکہ تحت الاعم ہونے کی وجہ سے اس کو جزئی کہتے ہیں اور اس کا نام جزئی اضافی ہے جیسے انسان کا لفظ ہے تو کلی مگر حیوان کے نیچے داخل ہونے کیوجہ سے جزئی کہلاتا ہے اسی طرح حیوان جسم نامی کے نیچے داخل ہونے کی وجہ سے اور جسم نامی جسم مطلق کے نیچے داخل ہونے کی وجہ سے اور جسم مطلق جوہر کے نیچے داخل ہونے کی وجہ سے جزئی کہلاتے ہیں۔ اور جوہر کلی ہی ہے جزئی نہیں ہے کیونکہ یہ سب سے اوپر والی

کلی ہے اس سے اوپر کوئی اور کلی نہیں ہے۔

وَالنِّسْبَةُ بَيْنَ الْجُزْئِيِّ الْحَقِيقِيِّ وَبَيْنَ هٰذَاالْجُزْئِيِّ الْمُسَمّٰى بِالْجُزْئِيِّ الْإِضَافِيِّ عُمُوْمٌ وَّخُصُوْصٌ مُّطْلَقًا لِاجْتِمَاعِهِمَا فِيْ زَيْدٍ مَثَلًا وَصِدْقِ الْإِضَافِيِّ دُوْنَ الْحَقِيقِيِّ فِي الْإِنْسَانِ فَإِنَّهُ جُزْئِيٌّ إِضَافِيٌّ وَلَيْسَ بِجُزْئِيٍّ حَقِيقِيٍّ لِأَنَّ صِدْقَهُ عَلٰى كَثِيْرِيْنَ غَيْرُ مُمْتَنِعٍ

ترجمہ:۔ اور جزئی حقیقی اور اس جزئی کے درمیان جس کا نام جزئی اضافی ہے عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے کیونکہ مثلاً زید میں دونوں جمع ہیں اور انسان میں جزئی اضافی سچی آتی ہے بغیر حقیقی کے کیونکہ وہ انسان جزئی اضافی ہے جزئی حقیقی نہیں ہے اس لئے کہ اس کا کثیر افراد پر صادق آنا ممتنع نہیں ہے

تشریح:۔ اس عبارت میں جزئی حقیقی اور جزئی اضافی کے درمیان نسبت بیان کرر ہے ہیں۔

جزئی حقیقی اور جزئی اضافی کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے کیونکہ جو جزئی حقیقی ہوگی وہ اضافی ضرور ہوگی اس لئے کہ وہ کسی نہ کسی کلی کے نیچے ضرور داخل ہوگی جیسے زید مگر جو جزئی اضافی ہو اس کا جزئی حقیقی ہونا ضروری نہیں کبھی جزئی حقیقی ہوگی اور کبھی نہیں ہوگی جیسے انسان جزئی اضافی تو ہے لیکن جزئی حقیقی نہیں کیونکہ جزئی حقیقی کی تعریف (کثیرین پر سچا آنا ممتنع ہو) اس پر سچی نہیں آتی۔

فَصْلٌ اَلْكُلِّيَّاتُ خَمْسٌ: اَلْاَوَّلُ الْجِنْسُ هُوَ كُلِّيٌّ مَقُوْلٌ عَلٰى كَثِيْرِيْنَ مُخْتَلِفِيْنَ بِالْحَقَائِقِ فِيْ جَوَابِ مَا هُوَ كَالْحَيَوَانِ فَإِنَّهُ مَقُوْلٌ عَلَى الْإِنْسَانِ وَالْفَرَسِ وَالْغَنَمِ إِذَا سُئِلَ عَنْهَا بِمَا هِيَ وَيُقَالُ اَلْإِنْسَانُ وَالْفَرَسُ مَا هُمَا فَالْجَوَابُ حَيَوَانٌ

ترجمہ:۔ فصل: کلیات پانچ ہیں۔ پہلی جنس ہے اور وہ ایسی کلی ہے جو ماہو کے جواب میں ایسے کثیر افراد پر بولی جائے جو حقیقتوں کے اعتبار سے مختلف ہوں جیسے حیوان کیونکہ وہ انسان فرس اور غنم پر بولا جاتا ہے جبکہ انکے بارے میں ماھی کے ساتھ سوال کیا جائے اور کہا جائے الانسان والفرس ماھما کہا جائے تو جواب حیوان ہوگا۔

تشریح:۔ اس فصل سے مصنف ؒ کلی کی تقسیم کرتے ہوئے کلیات خمس کی بحث شروع کرر ہے ہیں۔

کلیات کی بحث کوقول شارح پر مقدم کیا ہے کیونکہ قول شارح کا سمجھنا کلیات خمس کے سمجھنے پر موقوف ہے۔

فائدہ:۔ منطقی حضرات کلیات فرضیہ (لاشیٔ، لا موجود) سے بحث نہیں کرتے کیونکہ ان کا خارج میں کوئی فرد موجود نہیں ہے اور کلیات موجودہ (جن کا خارج میں کوئی فرد موجود ہو) انکی پانچ قسمیں ہیں۔

وجہ حصر:۔ کلی اپنے افراد و جزئیات کی حقیقت میں داخل ہوگی یا ان کی حقیقت سے خارج ہوگی اگر حقیقت میں داخل ہے تو پھر اپنے افراد کی مکمل حقیقت ہوگی یا حقیقت کا جزو ہوگی اگر مکمل حقیقت ہے تو اس کو نوع کہتے ہیں اور اگر حقیقت کا جزو ہے تو پھر جزو مشترک ہوگی یا جزو ممیز، اگر جزو مشترک ہے تو اسکو جنس کہتے ہیں اور اگر جزو ممیز ہے تو اس کو فصل کہتے ہیں۔ اور اگر وہ کلی اپنے افراد و جزئیات کی حقیقت سے خارج ہے تو پھر جن افراد پر وہ کلی بولی جاتی ہے وہ ایک حقیقت والے ہونگے یا مختلف حقائق والے اگر ایسے افراد پر بولی جائے جن کی حقیقت ایک ہے تو اسکو خاصہ کہتے ہیں اور اگر انکی حقیقت مختلف ہے تو اسکو عرض عام کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ منطقی حضرات جب کسی چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو اس کیلئے انہوں نے دو لفظ مقرر کئے ہوئے ہیں (۱) ماھو (۲) ای شئی۔ اگر ماھو سے سوال ہو تو سوال امر واحد کے بارے میں بھی کیا جاتا ہے اور امور متعددہ کے بارے میں بھی۔ اگر سوال امر واحد کے بارے میں ہو تو اس شی کی ماہیت مختصہ پوچھنا مقصود ہوتا ہے اور اگر سوال متعدد امور سے ہو تو ان کی تمام ماہیت مشترکہ پوچھی جاتی ہے۔ پھر جواب میں کیا واقع ہوگا؟ اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر سوال میں امر واحد جزئی ہے تو جواب میں نوع واقع ہوگی جیسے زید ماھو جواب میں انسان آئے گا اگر سوال میں امر واحد کلی ہے تو اس کے جواب میں حد تام آئے گی جیسے الانسان ما ھو، تو جواب میں حیوان ناطق آئے گا۔ اگر سوال امور متعددہ سے ہو تو وہ ان امور متعددہ کی حقیقت ایک ہوگی یا الگ الگ۔ اگر امور متعددہ متفق الحقیقت ہوں تو بھی جواب میں نوع واقع ہوگی جیسے زید و عمرو و بکر ماھم۔ جواب میں انسان آئے گا اور اگر امور متعددہ مختلف الحقیقت ہیں تو جواب میں جنس آتی ہے جیسے الانسان و البقر و الغنم ماھم جواب میں حیوان آئے گا۔ اور اگر سوال ای شی سے کیا جائے تو جواب میں اس ماہیت کا جزء ممیز

آئے گا یعنی ایسا جزو جو اس ماہیت کو ماسوا سے جدا کردے پھر اگر ای شئ ھو فی ذاتہ سے سوال ہو تو جواب میں فصل اور اگر ای شئ ھو فی عرضہ سے سوال ہو تو جواب میں خاصہ واقع ہوگا۔

الحاصل: کلی کی کل پانچ قسمیں ہیں ان میں سے پہلی جنس ہے۔

جنس کی تعریف:۔ ھو کلی مقول علی کثیرین مختلفین بالحقائق فی جواب ماھو (جنس وہ کلی ہے جو ماھو کے جواب میں ایسے کثیر افراد پر بولی جائے جن کی حقیقتیں مختلف ہوں جیسے حیوان یہ مختلف حقیقتوں والے افراد پر بولا جاتا ہے مثلاً اس کے افراد میں سے انسان کی حقیقت حیوان ناطق، فرس کی حقیقت حیوان صاہل اور حمار کی حقیقت حیوان ناہق ہے۔

فوائد قیود:۔ کلی مقول علی کثیرین بمنزل جنس کے ہے یہ معرَّف اور غیر معرَّف سب کو شامل ہے جب مختلفین بالحقائق کہا تو اس سے نوع اور خاصہ خارج ہو گئے کیونکہ یہ ایک حقیقت والے افراد پر بولے جاتے ہیں اور فی جواب ماھو دوسری فصل ہے اس سے فصل اور عرض عام خارج ہو گئے کیونکہ فصل ماھو کے جواب میں نہیں بلکہ ای شئ ھو ذاتہ کے جواب میں بولی جاتی ہے اور عرض عام کسی کے جواب میں نہیں بولا جاتا۔

فَصْلٌ اَلثَّانِیُ النَّوْعُ: وَهُوَ كُلِّیٌّ مَقُوْلٌ عَلٰی كَثِيْرِيْنَ مُتَّفِقِيْنَ بِالْحَقَا ئِقِ فِیْ جَوَابِ مَا هُوَ

ترجمہ:۔ فصل: دوسری قسم نوع ہے اور وہ ایسی کلی ہے جو ماھو کے جواب میں ان کثیر افراد پر بولی جائے جو حقائق میں متفق ہوں۔

تشریح:۔ اس فصل میں کلی کی دوسری قسم نوع کی تعریف کی ہے۔ تعریف ترجمہ سے واضح ہے۔

فوائد قیود:۔ کلی مقول علی کثیرین بمنزل جنس کے ہے متفقین بالحقائق پہلی فصل ہے اس سے جنس اور عرض عام خارج ہو گئے کیونکہ وہ مختلف حقیقتوں والے افراد پر بولے جاتے ہیں فی جواب ما ھو دوسری فصل ہے اس سے فصل اور خاصہ خارج ہو گئے کیونکہ یہ دونوں ای شئ کے جواب میں بولے جاتے ہیں ماھو کے جواب میں نہیں۔

وَلِلنَّوْعِ مَعْنًى اٰخَرُ وَيُقَالُ لَهُ النَّوْعُ الْإِضَافِيُّ وَهُوَ مَاهِيَّةٌ يُقَالُ عَلَيْهَا وَعَلٰى غَيْرِهَا الْجِنْسُ فِيْ جَوَابِ مَاهُوَ وَبَيْنَ النَّوْعِ الْحَقِيْقِيِّ وَالنَّوْعِ الْإِضَافِيِّ عُمُوْمٌ وَّخُصُوْصٌ مِّنْ وَجْهٍ لِتَصَادُقِهِمَا عَلَى الْإِنْسَانِ وَصِدْقِ الْحَقِيْقِيِّ بِدُوْنِ الْإِضَافِيِّ فِي النُّقْطَةِ وَصِدْقِ الْإِضَافِيِّ بِدُوْنِ الْحَقِيْقِيِّ فِي الْحَيَوَانِ

ترجمہ:۔اور نوع کا ایک دوسرا معنی بھی ہے جس کو نوع اضافی کہا جاتا ہے اور وہ نوع اضافی ایسی ماہیت ہے کہ اس پر اور اس کے غیر پر جنس بولی جائے ماھو کے جواب میں اور نوع حقیقی اور اضافی کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہےکیونکہ یہ دونوں انسان پر صادق آتی ہیں اور نقطہ میں نوع حقیقی سچی آتی ہے نہ اضافی اور حیوان میں نوع اضافی سچی آتی ہے نہ کہ حقیقی۔

تشریح:۔اس فصل میں نوع کی ایک اور تعریف کر رہے ہیں جس کو نوع اضافی کہتے ہیں۔لیکن اس کی تعریف سے پہلے چند تمہیدات بیان کی جاتی ہیں۔

تمہید﴿۱﴾:۔جسم مطلق وہ ہے کہ جس کی لمبائی چوڑائی اور گہرائی ہو جیسے کتاب،اگر کسی چیز کی لمبائی اور چوڑائی ہے مگر گہرائی نہیں ہے تو اس کو سطح کہتے ہیں جیسے کتاب کے ایک صفحہ کی جانب اور اگر کسی چیز کی فقط لمبائی ہے تو اس کو خط کہتے ہیں جیسے صفحے کا کنارہ،اور اگر کسی چیز کی لمبائی بھی نہ ہو چوڑائی اور گہرائی بھی نہ ہو تو اس کو نقطہ کہتے ہیں جیسے صفحے کا انتہائی آخری کونہ۔اس کو بعنوان دیگر یوں بھی کہا جاتا ہے کہ کئی نقاط سے ملکر خط بنتا ہے اور کئی خطوط سے سطح بنتی ہے اور کئی سطحوں سے جسم بنتا ہے جس کو عربی میں یوں تعبیر کیا جاتا ہے اَلنُّقْطَةُ طَرْفُ الْخَطِّ وَالْخَطُّ طَرْفُ السَّطْحِ وَالسَّطْحُ طَرْفُ الْجِسْمِ۔

تمہید﴿۲﴾:۔نقطہ بھی ایک نوع ہے کیونکہ نوع کی تعریف اس پر سچی آتی ہے۔

تمہید﴿۳﴾:۔ماہیت کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے(۱) جن اشیاء سے مل کر کوئی چیز بنے ان کو ماہیت کہتے ہیں(۲) طبیعت اور مزاج کو بھی ماہیت کہا جاتا ہے(۳) اس چیز پر بھی ماہیت کا لفظ بولا جاتا ہے جو ماھو کے جواب میں واقع ہو اور ماھو کے جواب میں فقط جنس اور نوع آتی ہیں۔

تمہید ﴿۴﴾: ماہیت کبھی بسیطہ ہوتی ہے اور کبھی مرکبہ۔ ماہیت بسیطہ وہ ہے جس کے اجزاء نہ ہوں جیسے نقطہ اور جوہر، اور ماہیت مرکبہ وہ ہے جس کے اجزاء ہوں جیسے انسان وغیرہ۔ ماہیت بسیطہ ماھو کے جواب میں واقع نہیں ہوتی اسلئے (ماہیت بسیطہ ہونے کی وجہ سے) جوہر ماھو کے جواب میں واقع نہیں ہوگا۔

تعریف نوع اضافی:۔هو ماهية يقال عليها و على غيرها الجنس في جواب ما هو یعنی وہ ماہیت ہے کہ اگر اس کو اور کسی دوسری چیز کو لیکر ما ھو سے سوال کیا جائے تو جواب میں جنس واقع ہو مثلاً ماھو کے ذریعے انسان اور فرس کو لے کر سوال کیا جائے تو جواب میں حیوان واقع ہوگا جو جنس ہے

نوع حقیقی اور اضافی کے درمیان نسبت:۔نوع حقیقی اور نوع اضافی کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے۔ انسان نوع حقیقی بھی ہے اور نوع اضافی بھی ہے اور حیوان نوع اضافی ہے مگر حقیقی نہیں اور نقطہ نوع حقیقی ہے مگر اضافی نہیں کیونکہ نقطہ ایک ماہیت بسیطہ ہے اور ماہیت بسیطہ ماھو کے جواب میں واقع نہیں ہوتی اس لئے نقطہ پر نوع اضافی کی تعریف سچی نہیں آتی۔

فَصْلٌ فِیْ تَرْتِیْبِ الْاَجْنَاسِ: اَلْجِنْسُ اِمَّا سَافِلٌ وَهُوَمَالا يَكُوْنُ تَحْتَهُ جِنْسٌ وَيَكُوْنُ فَوْقَهُ جِنْسٌ بَلْ اِنَّمَا يَكُوْنُ تَحْتَهُ النَّوْعُ كَالْحَيْوَانِ فَاِنَّهُ تَحْتَهُ الْاِنْسَانُ وَهُوَ نَوْعٌ وَفَوْقَهُ الْجِسْمُ النَّامِیْ وَهُوَ جِنْسٌ فَالْحَيْوَا نُ جِنْسٌ سَافِلٌ وَاِمَّا مُتَوَسِّطٌ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ تَحْتَهُ جِنْسٌ وَفَوْقَهُ اَيْضاً جِنْسٌ كَالْجِسْمِ النَّامِیْ فَاِنَّ تَحْتَهُ الْحَيْوَانُ وَفَوْقَهُ الْجِسْمُ الْمُطْلَقُ وَاِمَّا عَالٍ وَهُوَ مَالايَكُوْنُ فَوْقَهُ جِنْسٌ وَيُسَمّٰى بِجِنْسِ الْاَجْنَاسِ اَيْضاً كَالْجَوْهَرِ فَاِنَّهُ لَيْسَ فَوْقَهُ جِنْسٌ وَ تَحْتَهُ الْجِسْمُ الْمُطْلَقُ وَالْجِسْمُ النَّامِیْ وَالْحَيْوَانُ

ترجمہ:۔ **فصل**: اجناس کی ترتیب کے بیان میں: جنس یا تو سافل ہوگی اور وہ وہ (جنس) ہے جس کے تحت کوئی جنس نہ ہو اور اس کے اوپر کوئی جنس ہو بلکہ سوا اس کے نہیں اس کے نیچے نوع ہی ہو جیسے حیوان کہ بیشک اس کے نیچے انسان ہے اور وہ نوع ہے اور اس کے اوپر جسم نامی ہے اور وہ جنس ہے پس حیوان جنس سافل ہے اور یا جنس متوسط ہوگی اور وہ وہ (جنس) ہے جس کے نیچے جنس ہو اور اوپر بھی جنس ہو جیسے جسم

نامی کہ اس کے نیچے حیوان ہے اور اوپر جسم مطلق ہے اور یا جنس عالی ہوگی اور وہ وہ (جنس) ہے جس کے اوپر کوئی جنس نہ ہو اور اس کا نام جنس الاجناس بھی رکھا جاتا ہے جیسے جوہر کہ بیشک اس کے اوپر کوئی جنس نہیں ہے اور اس کے نیچے جسم مطلق جسم نامی اور حیوان ہیں۔

تشریح: ۔اس فصل میں اجناس کے درمیان ترتیب بیان کر رہے ہیں۔جنس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱)جنس سافل (۲)جنس متوسط (۳)جنس عالی۔

جنس سافل: ۔وہ ہے جس کے نیچے جنس نہ ہو بلکہ اسکے نیچے نوع ہو اور اس سے اوپر جنس ہو جیسے حیوان کے نیچے انسان ہے جو جنس نہیں بلکہ نوع ہے اور حیوان سے اوپر کی اجناس موجود ہیں جسم نامی اور جسم مطلق وغیرہ۔**جنس متوسط:** ۔جنس متوسط وہ ہے جس کے نیچے بھی اجناس ہوں اور اوپر بھی اجناس ہوں جیسے جسم نامی کہ اس کے نیچے حیوان اور اوپر جسم مطلق ہے اور جسم مطلق کہ اس کے اوپر جوہر اور اس کے نیچے جسم نامی ہے۔**جنس عالی:** ۔وہ ہے جس کے نیچے تو اجناس ہوں مگر اس سے اوپر کوئی جنس نہ ہو جیسے جوہر اس کے نیچے تو جسم مطلق، جسم نامی اور حیوان اجناس موجود ہیں مگر اس سے اوپر کوئی جنس نہیں ہے اس کو جنس الاجناس بھی کہتے ہیں یعنی یہ جنسوں کی بھی جنس ہے۔

فَصْلٌ: اَلْاَجْنَاسُ الْعَالِيَةُ عَشَرَةٌ وَلَيْسَ فِي الْعَالَمِ شَيْءٌ خَارِجًا عَنْ هٰذِهِ الْاَجْنَاسِ وَيُقَالُ لِهٰذِهِ الْاَجْنَاسِ الْعَالِيَةِ الْمَقُوْلَاتُ الْعَشْرُ اَيْضًا اَحَدُهَا الْجَوْهَرُ وَالْبَاقِي الْمَقُوْلَاتُ التِّسْعُ لِعَرَضٍ وَالْجَوْهَرُ هُوَالْمَوْجُوْدُ لَا فِيْ مَوْضُوْعٍ اَىْ مَحَلٍّ بَلْ قَائِمٌ بِنَفْسِهٖ كَالْاَجْسَامِ وَالْعَرَضُ هُوَ الْمَوْجُوْدُ فِيْ مَوْضُوْعٍ اَىْ مَحَلٍّ وَالْمَقُوْلَاتُ الْعَرَضِيَّةُ هِيَ الْكَمُّ وَالْكَيْفُ وَالْاِضَافَةُ وَالْاَيْنُ وَالْمِلْكُ وَالْفِعْلُ وَالْاِنْفِعَالُ وَالْمَتٰى وَالْوَضْعُ وَتَجْمَعُهَا هٰذَاالْبَيْتُ الْفَارِسِيُّ ۔

مردے دراز نیکو دیدم بشہر امروز ☆ باخواستہ نشستہ ازکرد خویش فیروز

ترجمہ: ۔فصل: اجناس عالیہ دس ہیں اور جہان میں کوئی شی ایسی نہیں جو ان اجناس سے خارج ہو اور ان

اجناس عالیہ کو مقولات عشر بھی کہا جاتا ہے ان میں سے ایک جوہر ہے اور باقی نو مقولے عرض کے ہیں۔ اور جوہر وہ ایسی شی ہے جو موضوع یعنی محل کے بغیر موجود ہو بلکہ بلا محل خود قائم ہو جیسے اجسام۔ اور عرض وہ ایسی شی ہے جو موضوع یعنی محل میں موجود ہو۔ اور مقولات عرضیہ نو ہیں (۱) کم (۲) کیف (۳) اضافت (۴) این (۵) ملک (۶) فعل (۷) انفعال (۸) متی (۹) وضع۔ اور ان سب مقولات (کی امثلہ) کو فارسی کا یہ بیت جامع ہے۔

آج میں نے شہر میں ایک لمبا اچھا آدمی دیکھا ☆ چاہی ہوئی چیز کے ساتھ بیٹھا ہوا اپنے کام سے کامیاب

تشریح:۔ مناطقہ نے دیکھا کہ دنیا میں اجناس کتنی ہیں؟ تو معلوم ہوا کہ اجناس کل دس قسم کی ہیں اور ان کو اجناس عالیہ عشرہ بھی کہتے ہیں اور مقولات عشر بھی کہتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا تعلق ذات سے ہے اور بقیہ نو کا تعلق عرضیات سے ہے وہ مقولات عشر یہ ہیں (۱) جوہر (۲) کم (۳) کیف (۴) اضافت (۵) این (۶) ملک (۷) فعل (۸) انفعال (۹) متی (۱۰) اور وضع۔ ان مقولات عشر کی مکمل تفصیل تو ان شاء اللہ تعالیٰ مطولات میں آئے گی البتہ مختصراً ان کا تعارف یہاں پر بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

﴿۱﴾ جوہر:۔ جسم قائم بذاتہ۔ وہ جسم جو بذاتہ قائم ہو یعنی اپنے قائم ہونے میں غیر کا محتاج نہ ہو اور یہ ذات کے قبیلے سے ہے جیسے انسان وغیرہ۔ **﴿۲﴾ کم:**۔ جو بذاتہ تقسیم کو قبول کرے اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) متصل (۲) منفصل۔ کم متصل مقدار کیلئے اور کم منفصل عدد کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

﴿۳﴾ کیف:۔ جو بذاتہ تقسیم کو قبول نہ کرے بلکہ اس میں غیر کا محتاج ہو پھر اس کی چار قسمیں ہیں (۱) کیفیت محسوسہ (۲) کیفیت نفسانیہ (۳) کیفیت مختصہ بالکمیات (۴) کیفیت استعدادیہ۔

﴿۴﴾ اضافت: اس وصف کو کہتے ہیں جو ایک شی کو دوسری شی کے ساتھ نسبت دینے سے حاصل ہوتی ہے جیسے بنوۃ اور ابوۃ آدمی باپ کی طرف نسبت کرنے سے بیٹا ہے اور بیٹے کی طرف نسبت کرنے سے باپ ہے۔ **﴿۵﴾ این:**۔ اس وصف کو کہتے ہیں جو کسی شی کو کسی جگہ میں رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ پھر این کی دو قسمیں ہیں (۱) این حقیقی (۲) این غیر حقیقی۔

این حقیقی :۔ جب کوئی چیز کسی جگہ ہو اور اس کو مکمل طور پہ بھر دے تو اس کو این حقیقی کہتے ہیں جیسے کوزہ یا پانی سے بھرا ہوا کوئی برتن۔ **این غیر حقیقی** :۔ جب کوئی چیز کسی جگہ میں ہو اور اس کو مکمل طور پر نہ بھرے تو اس کو این غیر حقیقی کہتے ہیں جیسے آدھا پانی سے بھرا ہوا کوزہ۔ ﴿۶﴾ **ملک** :۔ اس وصف کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے کسی چیز سے متصل اور ملتبس ہونے سے حاصل ہو جیسے پگڑی باندھنے یا ہتھیار پہننے کی ہیئت۔ ﴿۷﴾ **فعل** :۔ فعل اس وصف کو کہتے ہیں جو کسی کو قوت سے فعل کی طرف لائے یعنی کسی میں کوئی استعداد موجود ہو اور اس کو بالفعل لایا جائے مثلاً کسی لڑکے میں ادب کی صلاحیت موجود ہو مگر ادب نہ کرتا ہو اور اس کو کوئی آدمی ادب سکھانے کیلئے مارے تو وہ گویا ادب کو قوت سے فعل کی طرف لا رہا ہے۔

﴿۸﴾ **انفعال** :۔ کسی چیز کو قوت سے فعل کی طرف لاتے وقت فاعل کے اثر قبول کرنے کو انفعال کہتے ہیں۔ ﴿۹﴾ **متی** :۔ یہ این کی طرح ہے کہ مگر فرق یہ ہے کہ این کسی چیز کے مکان میں ہونے سے صورت حاصلہ کو کہتے ہیں اور متٰی کسی چیز کے زمان یا وقت میں ہونے سے جو صورت حاصل ہوتی ہے اس کو کہتے ہیں پھر اسکی بھی دو قسمیں ہیں (۱) متی حقیقی (۲) متی غیر حقیقی۔ متی حقیقی کی مثال روزہ ہے اور غیر حقیقی کی مثال نماز ہے۔

﴿۱۰﴾ **وضع** :۔ اس وصف کو کہتے ہیں جو جسم کو اس کے بعض اجزاء کی بعض کی طرف نسبت کرنے سے حاصل ہو۔ ان دس اشیاء کی امثلہ کو فارسی کے ایک شعر میں جمع کر دیا گیا ہے جو کہ محقق طوسی کا شعر ہے۔

مردے دراز نیکو دیدم بشہر امروز ☆ باخواستہ نشستہ ازکرد خویش فیروز

میں نے شہر میں آج ایک لمبا اچھا مرد دیکھا ☆ چاہی ہوئی چیز کے ساتھ بیٹھا اپنے کیئے ہوئے سے کامیاب

اس شعر میں مرد جوہر، دراز کم متصل، نیکو انفعال، دیدم کیفیت، محسوسہ شہر این غیر حقیقی، امروز متی غیر حقیقی، باخواستہ اضافت، نشستہ وضع، ازکرد فعل، اور فیروز ملک ہے۔

اسی طرح ایک اور شعر میں بھی ان دس اشیاء کو اکٹھا کیا گیا ہے وہ شعر یہ ہے۔

بدورت بسے عاشق دل شکستہ ☆ سیاہ کردہ جامہ بکنج نشستہ

تیرے دور میں بہت سارے عاشق ٹوٹے دل والے ☆ لباس سیاہ کیے ہوئے ایک کونے میں بیٹھے ہیں

بدورت متی غیر حقیقی، بسے کم منفصل، عاشق اضافت، دل جوہر، شکستہ انفعال، سیاہ کیفیت محسوسہ، کردہ فعل، جامہ ملک، بکنج این غیر حقیقی اور نشستہ وضع ہے۔

اسی طرح ایک شاعر نے انہی دس اشیاء کی امثلہ کو ایک عربی کے شعر میں بھی جمع کیا ہے جو تقریبا اسی گزشتہ شعر کا ترجمہ ہے۔

کم قد تکسر قلب صبک انفا ☆ اوی بـــزاویۃ وســود ثــوبـــہ

اس شعر میں قد کم، تکسر انفعال، قلب جوہر، سبک اضافت، انفامتی، اوی وضع، بزاویۃ این، سود فعل، اوی کیف اور ثوبہ ملک ہے۔

فَصْلٌ فِیْ تَرْتِیْبِ الْاَنْوَاعِ: اِعْلَمْ اَنَّ الْاَنْوَاعَ قَدْ تُرَتَّبُ مُتَنَازِلَۃً فَالنَّوْعُ قَدْ یَکُوْنُ تَحْتَہٗ نَوْعٌ وَلَایَکُوْنُ فَوْقَہٗ نَوْعٌ فَھُوَ النَّوْعُ الْعَالِیْ وَقَدْ یَکُوْنُ تَحْتَہٗ نَوْعٌ وَفَوْقَہٗ نَوْعٌ وَھُوَالنَّوْعُ الْمُتَوَسِّطُ وَقَدْلَا یَکُوْنُ تَحْتَہٗ نَوْعٌ وَیَکُوْنُ فَوْقَہٗ نَوْعٌ وَھُوَالنَّوْعُ السَّافِلُ وَیُقَالُ لَہٗ نَوْعُ الْاَنْوَاعِ اَیْضًا

ترجمہ:۔ فصل: انواع کی ترتیب میں: تو جان لے کہ انواع کبھی ترتیب دی جاتی ہیں نیچے اترتی ہوئی پس نوع کبھی اس کے نیچے نوع ہوگی اور اس کے اوپر نوع نہ ہوگی تو وہ نوع عالی ہے اور کبھی اس کے نیچے بھی نوع ہوگی اور اوپر بھی نوع ہوگی اور یہ نوع متوسط ہے اور کبھی اس کے نیچے نوع نہ ہوگی اور اوپر نوع ہوگی اور وہ نوع سافل ہے اور اس کو نوع الانواع بھی کہا جاتا ہے۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ انواع کے درمیان ترتیب بیان فرمارہے ہیں لیکن اس سے پہلے یہ بات یاد رکھیں کہ نوع حقیقی تو فقط ایک ہی ہوتی ہے یہ ترتیب انواع اضافیہ کے درمیان بیان کی جارہی ہے اور نوع اضافی کی تعریف ہم پیچھے پڑھ چکے ہیں۔ نوع کی ترتیب بھی جنس کی ترتیب کی طرح ہے مگر جنس میں عمومیت کا اعتبار کیا جاتا ہے یعنی جو جنس جتنی اعم ہوگی اتنی ہی اعلیٰ ہوگی لیکن نوع میں خصوصیت کا اعتبار کیا جاتا ہے یعنی جو نوع جتنی اخص ہوگی اتنی ہی اعلیٰ ہوگی۔

نوع کی بھی تین قسمیں ہیں (۱) نوع عالی (۲) نوع متوسط (۳) نوع سافل۔

نوع عالی: جس کے نیچے انواع ہوں اور اس کے اوپر کوئی نوع نہ ہو اس کو نوع عالی کہا جاتا ہے جیسے جسم مطلق۔**نوع متوسط:**۔ جس نوع کے نیچے بھی انواع ہوں اور اوپر بھی انواع ہوں جیسے حیوان اور جسم نامی۔**نوع سافل:**۔ جس کے نیچے کوئی نوع نہ ہو البتہ اس کے اوپر انواع ہوں جیسے انسان۔ اور اسی کو نوع الانواع بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ نوع تمام انواع سے اخص ہے۔

اَلثَّالِثُ اَلْفَصْلُ: وَهُوَ كُلِّيٌّ مَقُوْلٌ عَلَى الشَّئِ فِيْ جَوَابِ اَيُّ شَئٍ هُوَ فِيْ ذَاتِهٖ كَمَا اِذَا سُئِلَ الْاِنْسَانُ بِاَيِّ شَئٍ هُوَ فِيْ ذَاتِهٖ فَيُجَابُ بِاَنَّهٗ نَاطِقٌ وَهُوَ قِسْمَانِ قَرِيْبٌ وَبَعِيْدٌ فَالْقَرِيْبُ هُوَالْمُمَيِّزُ عَنِ الْمُشَارَكَاتِ فِي الْجِنْسِ الْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدُ هُوَالْمُمَيِّزُ عَنِ الْمُشَارَكَاتِ فِي الْجِنْسِ الْبَعِيْدِ فَالْاَوَّلُ كَالنَّاطِقِ لِلْاِنْسَانِ وَالثَّانِيْ كَالْحَسَّاسِ لَهٗ

ترجمہ:۔ **فصل:** تیسری کلی فصل ہے اور وہ ایسی کلی ہے جو کسی شی پر بولی جائے ای شئ هو فی ذاته کے جواب میں جیسا کہ جب انسان کے بارے میں ای شئ هو فی ذاته کے ساتھ سوال کیا جائے تو جواب دیا جائیگا بایں طور کہ وہ ناطق ہے۔ اور وہ فصل دو قسم پر ہے (۱) قریب (۲) بعید۔ پس قریب وہ فصل ہے جو تمیز دینے والی ہے جنس قریب میں شریک افراد سے۔ اور فصل بعید وہ فصل ہے جو تمیز دینے والی ہے جنس بعید میں شریک افراد سے۔ پس اول کی مثال جیسے ناطق انسان کیلئے اور ثانی کی مثال جیسے حساس انسان کیلئے۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ کلیات خمس میں سے تیسری کلی فصل کو بیان فرما رہے ہیں۔

فصل کی تعریف:۔ کلی مقول علی الشئ فی جواب ای شئ هو فی ذاته (فصل وہ کلی ہے جو کسی چیز پر ای شئ هو فی ذاته کے جواب میں بولی جائے)

فوائد قیود:۔ کلی مقول علی الشئ بمنزلِ جنس کے ہے یہ معرَّف اور غیر معرَّف سب کو شامل ہے فی جواب ای شئ پہلی فصل ہے اس سے جنس، نوع اور عرض عام خارج ہو گئے کیونکہ جنس اور نوع

ماھو کے جواب میں آتے ہیں ای شیٔ کے جواب میں نہیں اور عرض عام کسی کے جواب میں نہیں آتا فی ذاته فصل ثانی ہے اس سے خاصہ خارج ہوگیا کیونکہ وہ ای شیٔ ھو فی عرضه کے جواب میں بولا جاتا ہے۔

اقسام فصل:۔ فصل کی دو قسمیں ہیں (۱) فصل قریب (۲) فصل بعید۔

فصل قریب:۔ جو کسی ماہیت کو جنس قریب کے مشارکات (شریک چیزوں) سے جدا کرے جیسے ناطق، انسان کیلئے فصل قریب ہے۔ جب حیوان ناطق کہا جائے گا تو اس وقت حیوانیت میں شریک تمام اشیاء سے ناطق انسان کو جدا کردے گا۔

فصل بعید:۔ جو جنس بعید کے مشارکات سے کسی ماہیت کو جدا کرے جیسے حساس انسان کیلئے فصل بعید ہے، جنس بعید کے مشارکات (درخت وغیرہ) سے انسان کو جدا کرتا ہے مگر جنس قریب کے مشارکات (گھوڑا، گدھا وغیرہ) سے جدا نہیں کرتا۔

وَلِلْفَصْلِ نِسْبَةٌ اِلَى النَّوْعِ فَيُسَمّٰى مُقَوِّمًا لِدُخُوْلِهٖ فِىْ قِوَامِ النَّوْعِ وَحَقِيْقَتِهٖ وَنِسْبَةٌ اِلَى الْجِنْسِ فَيُسَمّٰى مُقَسِّمًا لِاَنَّهٗ يُقَسِّمُ الْجِنْسَ وَيُحَصِّلُ قِسْمًا لَهٗ كَالنَّاطِقِ فَهُوَ مُقَوِّمٌ لِلْاِنْسَانِ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ هُوَ الْحَيْوَانُ النَّاطِقُ وَمُقَسِّمٌ لِلْحَيْوَانِ لِاَنَّ بِالنَّاطِقِ حَصَلَ لِلْحَيْوَانِ قِسْمَانِ اَحَدُهُمَا الْحَيْوَانُ النَّاطِقُ وَالْاٰخَرُ الْحَيْوَانُ الْغَيْرُ النَّاطِقُ

ترجمہ:۔ اور فصل کی ایک نسبت نوع کی طرف ہے پس اس کا نام مقوِّم رکھا جاتا ہے اس کے نوع کے قوام اور حقیقت میں داخل ہونے کی وجہ سے۔ اور فصل کی دوسری نسبت جنس کی طرف ہے پس (اس اعتبار سے فصل) کا نام مقسِّم رکھا جاتا ہے کیونکہ وہ جنس کو تقسیم کرتی ہے اور جنس کیلئے ایک قسم مہیا کرتی ہے جیسے ناطق انسان کیلئے مقوم ہے اسلئے کہ انسان وہ حیوان ناطق ہی ہے اور حیوان کیلئے مقسم ہے اس لئے کہ ناطق کے ساتھ ہی حیوان کیلئے دو قسمیں حاصل ہوئیں ایک حیوان ناطق اور دوسری حیوان غیر ناطق

تشریح:۔ فصل کا تعلق نوع کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور جنس کے ساتھ بھی۔ جب نوع کے ساتھ فصل کا

تعلق ہوتا ہے تو فصل نوع کو قوام دیتی ہے یعنی اس کی ذات میں داخل ہوتی ہے اس لئے اس وقت اس کا نام مقوّم ہوتا ہے۔ اور جب فصل کا تعلق جنس کے ساتھ ہو تو اس وقت فصل جنس کو تقسیم کرتی ہے اس لئے اس وقت فصل کو مقسم کہتے ہیں۔ جیسے ناطق نے آ کر انسان کو قوام دیا ہے کہ ناطق نہ ہوتا تو انسان فرس، غنم وغیرہ سے جدا نہ ہوتا بلکہ ان کے ساتھ مل جاتا۔ اور یہی ناطق جب حیوان کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس کو تقسیم کر دیتا ہے کہ بعض حیوان ناطق ہوتے ہیں اور بعض غیر ناطق ہوتے ہیں۔

فَصْلٌ: كُلُّ مُقَوِّمٍ لِلْعَالِيْ مُقَوِّمٌ لِلسَّافِلِ كَالْقَابِلِ لِلْاَ بْعَادِ فَاِنَّهٗ مُقَوِّمٌ لِلْجِسْمِ وَهُوَ مُقَوِّمٌ لِلْجِسْمِ النَّامِيْ وَالْحَيْوَانِ وَالْاِنْسَانِ وَكَالنَّامِيْ فَاِنَّهٗ كَمَا اَنَّهٗ مُقَوِّمٌ لِلْجِسْمِ النَّامِيْ مُقَوِّمٌ لِلْحَيْوَانِ وَمُقَوِّمٌ لِلْاِنْسَانِ اَيْضًا وَكَالْحَسَّاسِ وَالْمُتَحَرِّكِ بِالْاِرَادَةِ فَاِنَّهُمَا كَمَا اَنَّهُمَا مُقَوِّمَانِ لِلْحَيْوَانِ كَذٰلِكَ مُقَوِّمَانِ لِلْاِ نْسَانِ وَلَيْسَ كُلُّ مُقَوِّمٍ لِلسَّافِلِ مُقَوِّمًا لِلْعَالِيْ فَاِنَّ النَّاطِقَ مُقَوِّمٌ لِلْاِنْسَانِ وَلَيْسَ مُقَوِّمًا لِلْحَيْوَانِ

ترجمہ:۔ فصل: ہر فصل جو عالی کا مقوم ہے وہ سافل کا بھی مقوم ہوگا جیسے قابل للابعاد (ابعاد ثلاثہ کو قبول کرنے والا ہونا) کہ وہ (عالی) جسم کا مقوم ہے اور (سافل) جسم نامی حیوان اور انسان کا بھی مقوم ہے اور نامی کہ جیسے وہ (عالی) جسم نامی کا مقوم ہے (سافل) حیوان کا مقوم ہے انسان کا بھی مقوم ہے اور حساس اور متحرک بالارادہ کہ جیسے وہ دونوں (عالی) حیوان کے مقوم ہیں (سافل) انسان کے بھی مقوم ہیں۔ اور یہ بات نہیں ہے کہ سافل کا مقوم عالی کا بھی مقوم ہو کیونکہ ناطق (سافل) انسان کا تو مقوم ہے اور (عالی) حیوان کا مقوم نہیں ہے۔

تشریح:۔ اس فصل اور اس سے اگلی فصل میں مصنفؒ چار ضابطے بیان فرما رہے ہیں لیکن ان ضوابط سے پہلے چند فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

فوائد:۔ ﴿ا﴾:۔ جسم مطلق کی ایک تعریف من له طول و عرض و عمق ہے جو پہلے گزر چکی ہے مگر کبھی اس کی تعریف یوں بھی کی جاتی ہے کہ قابل للابعاد الثلثه (جو ابعاد ثلاثہ کو قبول کرے) ابعاد

بـعـد کی جمع ہے اورابعادوہی طول، عرض اور عمق ہیں یعنی جسم وہ ہے جو لمبائی، چوڑائی اور گہرائی کو قبول کرے۔جسم نامی کی تعریف ہے ھو جسم نامی وہ بڑھنے والا جسم ہے۔

اعتراض:۔ جسم نامی کی تعریف آپ نے جسم نامی ہی کی ہے حالانکہ کسی چیز کی تعریف انہی الفاظ سے کرنا تو شی کی اپنی ہی ذات سے تعریف کرنا ہوا اور یہ درست نہیں ہے۔ جواب:۔وہ جسم نامی جس کی ہم تعریف کرر ہے ہیں وہ اصطلاحی جسم نامی ہے یعنی بتاویل اصطلاح ہوگیا ہے۔ جب کوئی چیز بتاویل لفظ یا اصطلاح ہوجائے تو اس کے معنی کی طرف نہیں دیکھا جاتا اور ہم جن الفاظ سے تعریف کرر ہے ہیں وہ اصطلاحی نہیں ان میں ان کا لغوی معنی مراد ہے۔اسلئے شی کی اپنی ہی ذات سے تعریف کرنا لازم نہیں آتا

فائدہ ﴿۲﴾:۔ نوع کی ویسے تو تین ہی قسمیں (عالی، سافل، متوسط) ہیں مگر کبھی ہر اوپر والی نوع کو عالی اور ہر نیچے والی نوع کو سافل کہہ دیتے ہیں مثلا جسم نامی حیوان کے اعتبار سے عالی ہے مگر جسم مطلق کے اعتبار سے سافل ہے۔اسی طرح کبھی جنس عالی سے مراد ہر اوپر والی جنس اور سافل سے مراد ہر نیچے والی جنس ہوتی ہے اور یہاں اس فصل میں عالی اور سافل سے یہی معنی مراد ہوگا۔

ضابطہ ﴿۱﴾:۔ کـل مـقوم للعالی مقوم للسافل (ہر عالی کا مقوم سافل کا بھی مقوم ہوگا) یعنی جو فصل عالی کو قوام دے گی وہی فصل سافل کو بھی ضرور قوام دے گی مثلا قـابـل لـلابعاد الثلثه یہ فصل ہے جسم مطلق کیلئے اور جسم مطلق نوع عالی ہے اور یہی قابل للابعاد سافل یعنی جسم نامی اور حیوان اور انسان کیلئے بھی مقوم ہے اور ان کی حقیقت میں بھی داخل ہے۔

ضابطہ ﴿۲﴾: لیـس کـل مـقوم للسافل مقوم للعالی (ہر سافل کا مقوم عالی کا مقوم نہیں ہوگا) یعنی جو فصل سافل کو قوام دے گی وہ ضروری نہیں کہ وہ عالی کو بھی قوام دے مثلا ناطق انسان کیلئے تو مقوم ہے اس کی تعریف حیوان ناطق ہے مگر حیوان کیلئے ناطق مقوم نہیں ہے کیونکہ حیوان کی تعریف میں ناطق شامل نہیں ہے ۔

فَصْلٌ: كُلُّ فَصْلٍ مُقَسِّمٍ لِلسَّافِلِ مُقَسِّمٌ لِلْعَالِي فَالنَّاطِقُ كَمَا يُقَسِّمُ الْحَيْوَانَ اِلَى النَّاطِقِ وَغَيْرِ النَّاطِقِ كَذٰلِكَ يُقَسِّمُ الْجِسْمَ الْمُطْلَقَ اِلَيْهِمَا وَلَيْسَ كُلُّ مُقَسِّمٍ لِلْعَالِي مُقَسِّمًا لِلسَّافِلِ فَاِنَّ الْحَسَّاسَ مَثَلًا يُقَسِّمُ الْجِسْمَ النَّامِيَ اِلَى الْجِسْمِ النَّامِي الْحَسَّاسِ وَاِلَى الْجِسْمِ النَّامِي الْغَيْرِ الْحَسَّاسِ وَلَيْسَ يُقَسِّمُ الْحَيْوَانَ اِلَيْهِمَا فَاِنَّ كُلَّ حَيْوَانٍ حَسَّاسٌ وَلَا يُوْجَدُ غَيْرُ حَسَّاسٍ

ترجمہ:۔ فصل: ہر وہ فصل جو سافل کیلئے مقسم ہے وہ عالی کیلئے بھی مقسم ہوگی پس ناطق جیسا کہ حیوان کو تقسیم کرتا ہے ناطق اور غیر ناطق کی طرف ایسے ہی جسم مطلق کو تقسیم کرتا ہے ان دونوں کی طرف۔اور ہر عالی کا مقسم سافل کا مقسم نہیں ہوتا کیونکہ حساس مثلاً جسم نامی کو تقسیم کرتا ہے جسم نامی حساس اور جسم نامی غیر حساس کی طرف اور حیوان کو تقسیم نہیں کرتا ان دونوں کی طرف کیونکہ ہر حیوان حساس ہے اور نہیں پایا جاتا ایسا حیوان جو حساس نہ ہو۔

تشریح: ضابطہ ﴿۳﴾:۔ کل فصل مقسم للسافل مقسم للعالی (ہر وہ فصل جو سافل کیلئے مقسم ہے وہ عالی کیلئے بھی مقسم ہوگی) یعنی جو فصل سافل کو تقسیم کرے گی وہ فصل عالی کو بھی تقسیم کرے گی مثلاً ناطق حیوان کو تقسیم کرتا ہے کہ بعض حیوان ناطق ہیں اور بعض غیر ناطق اور جسم نامی کو بھی تقسیم کرتا ہے کہ بعض جسم نامی ناطق ہیں اور بعض غیر ناطق اور جسم مطلق کو بھی تقسیم کرتا ہے کہ بعض جسم مطلق ناطق ہوتے ہیں اور بعض غیر ناطق۔ بہر حال جو فصل سافل کو تقسیم کرے گی وہ عالی کو بھی تقسیم کرے گی۔

ضابطہ ﴿۴﴾: لیس کل مقسم للعالی مقسما للسافل (ہر عالی کا مقسم سافل کا مقسم نہیں ہوگا) جیسے حساس جسم نامی کو تقسیم کرتا ہے کہ بعض جسم نامی حساس ہوتے ہیں اور بعض غیر حساس۔ لیکن یہ حساس حیوان اور انسان کیلئے مقسم نہیں کیونکہ انسان اور حیوان ہوتے ہی حساس ہیں غیر حساس ہوتے ہی نہیں۔

فَصْلٌ اَلْكُلِّيُّ الرَّابِعُ الْخَاصَّةُ: وَهُوَ كُلِّيٌّ خَارِجٌ عَنْ حَقِيْقَةِ الْاَفْرَادِ مَحْمُوْلٌ عَلٰى اَفْرَادٍ وَاقِعَةٍ تَحْتَ حَقِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ فَقَطْ كَالضَّاحِكِ لِلْاِنْسَانِ وَالْكَاتِبِ لَهٗ

ترجمہ:۔ فصل: چوتھی کلی خاصہ ہے اور وہ ایسی کلی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج ہو کر ایسے افراد پر محمول ہو جو ایک ہی حقیقت کے تحت واقع ہیں جیسے ضاحک اور کاتب انسان کیلئے۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ کلی کی چوتھی قسم خاصہ کو بیان فرما رہے ہیں۔

خاصہ کی تعریف:۔ هو كلي خارج عن حقيقة الافراد محمول على افراد واقعة تحت حقيقة واحدة (خاصہ ایسی کلی ہے جو اپنے افراد و جزئیات کی حقیقت سے خارج ہو کر ایسے افراد وجزئیات پر بولی جائے جو ایک حقیقت والے ہوں) جیسے ضاحک انسان کیلئے خاصہ ہے۔ یہ انسان کی حقیقت و ماہیت سے خارج ہے اور افراد انسانیہ کے ساتھ خاص ہے جن کی حقیقت ایک ہے۔

فَصْلٌ اَلْخَامِسُ مِنَ الْكُلِّيَّاتِ الْعَرَضُ الْعَامُّ: وَهُوَ الْكُلِّيُّ الْخَارِجُ الْمَقُوْلُ عَلٰى اَفْرَادِ حَقِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ وَعَلٰى غَيْرِهَا كَالْمَاشِي الْمَحْمُوْلِ عَلٰى اَفْرَادِ الْاِنْسَانِ وَالْفَرَسِ

ترجمہ:۔ فصل: کلیات میں سے پانچویں کلی عرض عام ہے اور وہ ایسی کلی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج ہو کر ایک حقیقت والے افراد پر اور ان کے غیر پر محمول ہو جیسے ماشی جو انسان اور فرس کے افراد پر محمول ہوتا ہے۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ پانچویں کلی عرض عام کو بیان کر رہے ہیں۔

عرض عام کی تعریف:۔ هو الكلي الخارج المقول على افراد حقيقة واحدة وعلى غيرها (عرض عام وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو کر ایسے افراد پر بولی جائے جو ایک حقیقت والے نہ ہوں) جیسے ماشی (چلنے والا) یہ مختلف حقائق والے افراد پر بولا جاتا ہے یعنی انسان، فرس، بقر وغیرہ پر کیونکہ یہ سب چلنے والے ہیں۔

فَائِدَةٌ: وَاِذْ قَدْ عَلِمْتَ مِمَّا ذَكَرْنَا اَنَّ الْكُلِّيَّاتِ خَمْسٌ اَلْاَوَّلُ الْجِنْسُ وَالثَّانِي النَّوْعُ وَالثَّالِثُ الْفَصْلُ وَالرَّابِعُ الْخَاصَّةُ وَالْخَامِسُ الْعَرَضُ الْعَامُّ فَاعْلَمْ اَنَّ الثَّلٰثَةَ الْاُوَلَ يُقَالُ لَهَا الذَّاتِيَّاتُ وَيُقَالُ لِلْاٰخَرِيْنِ الْعَرَضِيَّاتُ وَقَدْ يُخْتَصُّ اِسْمُ الذَّاتِيِّ

بِالْجِنْسِ وَالْفَصْلِ فَقَطْ وَلَا يُطْلَقُ عَلَى النَّوْعِ بِهٰذَا الْاِطْلَاقِ لَفْظُ الذَّاتِيِّ

ترجمہ:۔ فائدہ: جب تو نے ہماری ذکر کردہ گفتگو سے جان لیا کہ کلیات پانچ ہیں پہلی جنس ہے، دوسری نوع ہے، تیسری فصل ہے، چوتھی خاصہ ہے اور پانچویں عرض عام ہے پس جان لے کہ پہلی تین کو کہا جاتا ہے ذاتیات اور آخری دو کو عرضیات۔ اور کبھی کبھی ذاتی کے نام کو خاص کر دیا جاتا ہے صرف جنس اور فصل کے ساتھ اور نوع پر ذاتی کا لفظ اس اطلاق کے ساتھ نہیں بولا جاتا۔

تشریح:۔ کلی کی ابتداءً دو قسمیں ہیں (۱) ذاتی (۲) عرضی۔

ذاتی:۔ جو اپنے افراد و جزئیات کی حقیقت میں داخل ہو۔

عرضی:۔ جو اپنے افراد و جزئیات کی حقیقت سے خارج ہو۔

کلیات خمس میں سے پہلی تین یعنی جنس، نوع اور فصل کو ذاتیات اور آخری دو یعنی خاصہ اور عرض عام کو عرضیات کہا جاتا ہے۔ لیکن اس پر ایک اعتراض ہوتا ہے

اعتراض:۔ اس تعریف کے مطابق تو نوع کلی ذاتی سے خارج ہے کیونکہ وہ اپنے افراد کی مکمل حقیقت ہوتی ہے داخل نہیں ہوتی۔ جواب:۔ ہم یہاں داخل سے مراد یہ لیتے ہیں کہ خارج نہ ہو اور نوع اپنے افراد و جزئیات کی حقیقت سے خارج نہیں ہے۔

لیکن بعض حضرات کے نزدیک نوع کلی ذاتی کی قسم ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک مستقل کلی ہے ان کے مذہب کے مطابق کلی کی اولاً تین قسمیں ہو جائیں گی (۱) کلی ذاتی (۲) نوع (۳) اور کلی عرضی۔

فَصْلٌ: اَلْعَرَضِيُّ اَعْنِيْ الْخَاصَّةَ وَالْعَرَضَ الْعَامَّ يَنْقَسِمُ اِلٰى لَازِمٍ وَمُفَارِقٍ فَاللَّازِمُ مَا يَمْتَنِعُ اِنْفِكَاكُهٗ عَنِ الشَّيْءِ اِمَّا بِالنَّظَرِ اِلَى الْمَاهِيَّةِ كَالزَّوْجِيَّةِ لِلْاَرْبَعَةِ وَالْفَرْدِيَّةِ لِلثَّلٰثَةِ فَاِنَّ اِنْفِكَاكَ الزَّوْجِيَّةِ عَنِ الْاَرْبَعَةِ وَالْفَرْدِيَّةِ عَنِ الثَّلٰثَةِ مُسْتَحِيْلٌ وَاِمَّا بِالنَّظَرِ اِلَى الْوُجُوْدِ كَالسَّوَادِ لِلْحَبْشِيِّ فَاِنَّ اِنْفِكَاكَ السَّوَادِ عَنْ وُجُوْدِ الْحَبْشِيِّ مُسْتَحِيْلٌ لَا عَنْ مَاهِيَّتِهٖ لِاَنَّ مَاهِيَّتَهُ الْاِنْسَانُ وَظَاهِرٌ اَنَّ السَّوَادَ لَيْسَ بِلَازِمٍ لِلْاِنْسَانِ وَالْعَرَضُ

اَلْمُفَارِقُ مَا لَمْ یَمْتَنِعْ اِنْفِکَاکُہٗ عَنِ الْمَلْزُوْمِ کَالْکِتَابَۃِ بِالْفِعْلِ لِلْاِنْسَانِ وَالْمَشْیِ بِالْفِعْلِ لَہٗ

ترجمہ:۔ فصل : عرضی میں مراد لیتا ہوں خاصہ اور عرض عام کو تقسیم ہوتی ہے لازم اور مفارق کی طرف ،پس لازم وہ عرضی ہے جس کا شی سے جدا ہونا محال ہو یا ماہیت کی طرف نظر کرنے کے ساتھ جیسے جفت ہونا چار کیلئے اور طاق ہونا تین کیلئے ، کیونکہ زوجیت کا چار سے اور فردیت کا تین سے جدا ہونا محال ہے یا وجود کی طرف نظر کرنے کے ساتھ جیسے حبشی کا کالا ہونا کیونکہ سیاہی کا حبشی کے وجود سے جدا ہونا محال ہے نہ کہ اس کی ماہیت سے اس لئے کہ اس کی ماہیت انسان ہے اور ظاہر بات ہے کہ سواد انسان کو لازم نہیں ہے ۔اور عرض مفارق وہ عرضی ہے جس کا ملزوم سے جدا ہونا محال ہو جیسے کتابت بالفعل اور مشی بالفعل انسان کیلئے۔

تشریح:۔اس فصل میں مصنفؒ کلی عرضی یعنی خاصہ اور عرض عام کی تقسیم فرمارہے ہیں۔

خاصہ اور عرض عام میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں (۱) لازم (۲) مفارق۔یعنی کلی عرضی کی چار قسمیں ہیں (۱) خاصہ لازم (۲) خاصہ مفارق (۳) عرض عام لازم (۴) عرض عام مفارق۔

خاصہ لازم: جس کا شی سے جدا ہونا ممتنع ہو۔اس کی پھر دو قسمیں ہیں (۱) یا تو ماہیت کے اعتبار سے جدا ہونا ممتنع ہوگا جس طرح چار سے جفت کا جدا ہونا ممتنع ہے کیونکہ جفت ہونا چار کی ماہیت کے ساتھ چمٹا ہوا ہے (۲) یا ماہیت کے اعتبار سے تو جدا ہونا ممکن ہو مگر وجود کے اعتبار سے جدا ہونا ممتنع ہو جیسے حبشی کا کالا ہونا ،کہ کالا ہونا حبشی کی ماہیت کو لازم نہیں ہے بلکہ اس کے وجود کو لازم ہے۔

خاصہ مفارق: جس کا شی سے جدا ہونا ممکن ہو جیسا کہ کتابت بالفعل کیونکہ بعض اوقات یہ انسان سے جدا بھی ہو جاتی ہے۔

عرض عام لازم:۔جس کا اپنے افراد سے جدا ہونا ممتنع ہو جیسے مشی بالقوۃ اپنے افراد کیلئے ہمیشہ لازم ہے اس کی بھی خاصہ لازم کی طرح دو قسمیں ہیں (۱) نظرا الی الماہیت (۲) نظرا الی الوجود۔

عرض عام مفارق:۔جس کا اپنے افراد سے جدا ہونا ممکن ہو جیسے مشی بالفعل (بالفعل چلنا) یہ اپنے

افراد سے جدا بھی ہوسکتا ہے کیونکہ حیوانات کبھی چلتے ہیں اور کبھی نہیں چلتے۔

فَصْلٌ: وَالْعَرَضُ اللَّازِمُ قِسْمَانِ اَلْاَوَّلُ مَايَلْزَمُ تَصَوُّرُهٗ مِنْ تَصَوُّرِ الْمَلْزُوْمِ كَالْبَصَرِ لِلْعَمٰی وَالثَّانِیْ مَايَلْزَمُ مِنْ تَصَوُّرِ الْمَلْزُوْمِ وَاللَّازِمِ الْجَزْمُ بِاللُّزُوْمِ كَالزَّوْجِيَّةِ لِلْاَرْبَعَةِ فَاِنَّ مِنْ تَصَوَّرَ الْاَرْبَعَةَ وَتَصَوَّرَ مَفْهُوْمَ الزَّوْجِيَّةِ يَجْزِمُ بَدَاهَةً اَنَّ الْاَرْبَعَةَ زَوْجٌ مُنْقَسِمَةٌ بِمُتَسَاوِيَيْنِ

ترجمہ:۔ فصل: اورعرض لازم کی دوقسمیں ہیں (۱) جس کا تصور ملزوم کے تصور سے ہی لازم آجائے جیسے بصر کا تصور اندھے پن کیلئے (۲) ملزوم اور لازم کے تصور سے لزوم کا یقین آجائے جیسے جفت ہونا چار کیلئے کیونکہ جوآدمی چار کا تصور کرے اور زوجیت کا تصور کرے وہ فوراً یقین کرلے گا کہ چار جفت ہے اور دو برابر حصوں میں تقسیم ہونے والا ہے۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ لازم کی قسمیں بیان فرمارہے ہیں انہوں نے تو دو قسمیں بیان کی ہیں مگر ہم تین قسمیں بیان کریں گے۔

لازم کی تین قسمیں ہیں (۱) لازم بیّن بالمعنی الاخص (۲) لازم بیّن بالمعنی الاعم (۳) لازم غیر بیّن۔

لازم بین بالمعنی الاخص:۔ ایسا لازم ہے کہ فقط ملزوم کے تصور سے لازم اور ملزوم کے درمیان لزوم کا تصور ذہن میں آجائے جیسے عمی کی دلالت بصر پر کہ جیسے ہی ہم نے اندھا پن کہا تو ایک ایسی آنکھ کا تصور ہمارے ذہن میں آیا جس کو نور لازم تھا۔

لازم بین بالمعنی الاعم:۔ ایسا لازم ہے کہ فقط ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور اور لزوم کا یقین ہمارے ذہن میں نہ آئے بلکہ لازم کا علیحدہ سے تصور کرنا پڑے پھر لزوم کا یقین آئے جیسے چار کو جفت ہونا لازم ہے یہاں صرف چار کے تصور سے اس کے جفت ہونے کا تصور ہمارے ذہن میں نہیں آتا بلکہ چار اور جفت دونوں کا الگ الگ تصور کرنے کے بعد ان کے درمیان لزوم کا تصور ذہن میں آتا ہے۔

لازم غیر بین:۔ لازم اور ملزوم دونوں کے تصور سے بھی لزوم کا تصور ہمارے ذہن میں نہ آئے بلکہ اس

کیلئے ایک تیسری چیز یعنی دلیل کی بھی ضرورت ہو جیسے عالَم کو حادث ہونا لازم ہے یہاں عالَم کا اور حادث کا تصور کرنے سے بھی ان کے درمیان لزوم کا تصور ذہن میں نہیں آتا بلکہ ایک دلیل بھی دینی پڑتی ہے کہ العالَم متغیر و کل متغیر حادث اس کے بعد ان کے درمیان لزوم کا یقین آتا ہے۔

فَصْلٌ: اَلْعَرَضُ الْمُفَارِقُ اَعْنِیْ مَا یُمْکِنُ اِنْفِکَاکُہٗ عَنِ الْمَعْرُوْضِ اَیْضًا قِسْمَانِ اَحَدُھُمَا مَا یَدُوْمُ عُرُوْضُہٗ لِلْمَلْزُوْمِ کَالْحَرْکَۃِ لِلْفَلَکِ وَالثَّانِیْ مَا یَزُوْلُ عَنْہُ اِمَّا بِسُرْعَۃٍ کَحُمْرَۃِ الْخَجِلِ وَصُفْرَۃِ الْوَجِلِ اَوْبِبُطْوْءٍ کَالشَّیْبِ وَالشَّبَابِ

ترجمہ:۔ **فصل**: عرض مفارق میں مراد لیتا ہوں وہ کلی عرضی جس کا معروض سے جدا ہونا ممکن ہو وہ بھی دو قسم پر ہے (۱) جس کا ملزوم کو عارض ہونا دائمی ہو جیسے آسمان کیلئے حرکت (۲) جو ملزوم سے زائل ہو جائے یا تو جلدی سے جیسے شرمندہ آدمی کی سرخی اور ڈرنے والی کی زردی یا دیر سے زائل ہو جیسے بڑھاپا اور جوانی۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ عرض مفارق کی قسمیں بیان فرمارہے ہیں اولاً تو مفارق کی دو قسمیں ہیں مگر پھر دوسری قسم کی دو قسمیں ہیں تو کل تین قسمیں بن جاتی ہیں (۱) لازم کا ملزوم سے جدا ہونا ممکن تو ہو لیکن جدا نہ ہو جیسے آسمان کی گردش کا رک جانا ممکن ہے مگر رکے گی نہیں (قدیم مناطقہ کے ہاں آسمان گردش کررہا ہے اور یہ مثال اسی نظریے کے مطابق ہے) (۲) لازم کا ملزوم سے جدا ہونا ممکن بھی ہو اور بالفعل جدا بھی ہو پھر یا تو جلدی کے ساتھ جدا ہو جائے یا دیر سے۔ اگر جلدی سے جدا ہو تو یہ دوسری قسم ہے جیسے شرم کی سرخی چہرے سے جلدی دور ہو جاتی ہے اور خوف سے جو چہرے کا رنگ پیلا ہو جاتا ہے وہ بھی جلد ہی ختم ہو جاتا ہے (۳) اگر دیر سے جدا ہو تو یہ تیسری قسم ہے جیسے جوانی یہ جدا تو ہو تو جاتی ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد جدا ہوتی ہے فوراً نہیں۔ اسی طرح بڑھاپا یہ بھی دیر سے جدا ہوتا ہے۔

اعتراض:۔ بڑھاپا تو ختم نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ مرنے تک رہتا ہے اسلئے مصنفؒ کا اس جگہ بڑھاپے کی مثال دینا صحیح نہیں۔

جواب: بعض حضرات نے کہا ہے کہ واقعۃً مصنفؒ کا یہاں بڑھاپے کی مثال دینا صحیح نہیں مگر بعض

حضرات نے مصنف کا دفاع کیا ہے کہ یہ مثال درست ہے پھر اس کے دو جواب دئے گئے ہیں

جواب ﴿۱﴾:۔ یہاں سے وہ بڑھاپا مراد ہے جو آدمی پر جوانی کے دوران آتا ہے کسی بیماری کی وجہ سے۔ اور وہ بیماری کے ختم ہونے پر ختم بھی ہوجاتا ہے۔ **جواب ﴿۲﴾**:۔ بعض اطباء کا یہ کہنا ہے کہ آدمی سو سال کے بعد دوبارہ جوان ہوجاتا ہے اس کے اجزاء دوبارہ از سر نو بننا شروع ہوجاتے ہیں اور بال سیاہ ہونا شروع ہوجاتے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو اس سے یہ بڑھاپا مراد لیا جاسکتا ہے۔

فَصْلٌ فِي التَّعْرِيفَاتِ: مُعَرِّفُ الشَّيْءِ مَا يُحْمَلُ عَلَيْهِ لِإِفَادَةِ تَصَوُّرِهِ وَهُوَ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ اَلْحَدُّ التَّامُّ وَالْحَدُّ النَّاقِصُ وَالرَّسْمُ التَّامُّ وَالرَّسْمُ النَّاقِصُ فَالتَّعْرِيْفُ اِنْ كَانَ بِالْجِنْسِ الْقَرِيْبِ وَالْفَصْلِ الْقَرِيْبِ يُسَمّٰى حَدًّا تَامًّا كَتَعْرِيْفِ الْاِنْسَانِ بِالْحَيْوَانِ النَّاطِقِ وَاِنْ كَانَ بِالْجِنْسِ الْبَعِيْدِ وَالْفَصْلِ الْقَرِيْبِ اَوْ بِهٖ وَحْدَهٗ يُسَمّٰى حَدًّا نَاقِصًا وَاِنْ كَانَ بِالْجِنْسِ الْقَرِيْبِ وَالْخَاصَّةِ يُسَمّٰى رَسْمًا تَامًّا وَاِنْ كَانَ بِالْجِنْسِ الْبَعِيْدِ وَالْخَاصَّةِ اَوْ بِالْخَاصَّةِ وَحْدَهَا يُسَمّٰى رَسْمًا نَاقِصًا مِثَالُ الْحَدِّ النَّاقِصِ تَعْرِيْفُ الْاِنْسَانِ بِالْجِسْمِ النَّاطِقِ اَوْ بِالنَّاطِقِ فَقَطْ وَمِثَالُ الرَّسْمِ التَّامِّ تَعْرِيْفُ الْاِنْسَانِ بِالْحَيْوَانِ الضَّاحِكِ وَمِثَالُ الرَّسْمِ النَّاقِصِ تَعْرِيْفُهٗ بِالْجِسْمِ الضَّاحِكِ اَوْ بِالضَّاحِكِ وَحْدَهٗ وَلَا دَخْلَ فِي التَّعْرِيْفَاتِ لِلْعَرْضِ الْعَامِّ لِاَنَّهٗ لَا يُفِيْدُ التَّمْيِيْزَ

ترجمہ:۔ **فصل تعریفات کے بیان میں**: شی کا معرِّف ایسی چیز ہے جو اس پر محمول ہو اس کے تصور کا فائدہ دینے کیلئے اور وہ (معرِّف) چار قسم پر ہے (۱) حد تام (۲) حد ناقص (۳) رسم تام (۴) رسم ناقص۔ پس تعریف اگر جنس قریب اور فصل قریب کے ساتھ ہو تو اس کا نام حد تام ہے جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ۔ اور اگر تعریف جنس بعید اور فصل قریب کے ساتھ یا صرف فصل قریب کے ساتھ ہو تو اس کا نام حد ناقص ہے۔ اور اگر جنس قریب اور خاصہ (لازم) کے ساتھ ہو تو اس کا نام رسم تام ہے۔ اور اگر جنس بعید اور خاصہ (لازم) کے ساتھ یا صرف خاصہ (لازم) کے ساتھ ہو تو اس کا نام

رسم ناقص ہے۔ حد ناقص کی مثال انسان کی تعریف کرنا جسم ناطق یا صرف ناطق کے ساتھ۔ اور رسم تام کی مثال انسان کی تعریف حیوان ضاحک کے ساتھ۔ اور رسم ناقص کی مثال انسان کی تعریف جسم ضاحک یا صرف ضاحک کے ساتھ۔ اور کوئی دخل نہیں تعریفات میں عرض عام کا اس لئے کہ وہ تمیز (جدائی) کا فائدہ نہیں دیتا۔

تشریح: ۔منطق کا مقصود ایک تو قول شارح ہے دوسرا حجت۔ یہاں سے مصنفؒ پہلے مقصود قول شارح کی بحث ذکر فرما رہے ہیں۔ یہاں پر تین چیزیں بیان کی جائیں گی (۱) قول شارح کی تعریف (۲) قول شارح کی شرائط (۳) قول شارح کی قسمیں۔

قول شارح کی مباحث سے قبل چند فوائد ذکر کئے جاتے ہیں۔

فائدہ ﴿۱﴾: قول شارح کے کئی نام ہیں (۱) قول شارح (۲) حد (۳) رسم (۴) معرِّف (۵) تعریف اسی طرح جس شی کی تعریف کی جائے اسکے بھی کئی نام ہیں (۱) مقول علیہ الشارح (۲) محدود (۳) مرسوم (۴) معرَّف (۵) ذو التعریف۔

فائدہ ﴿۲﴾: ۔تعریف کی دو قسمیں ہیں (۱) تعریف حقیقی (۲) تعریف لفظی۔

تعریف حقیقی: ۔جس میں کسی چیز کی حقیقت و ماہیت بیان کی جائے یا اس کو ماعدا سے کو جدا کیا جائے جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ کہ یہ انسان کی حقیقت بھی ہے اور اس کو ماسوا سے جدا بھی کر رہی ہے۔

تعریف لفظی: ۔جس میں کسی غیر مشہور لفظ کی تعریف کسی مشہور لفظ سے کر دی جائے مثلا غضنفر کی تعریف اسد سے یا سعدانہ کی تعریف نبت سے۔اس کی مزید وضاحت ان شاءاللہ آخر میں آ رہی ہے

فائدہ ﴿۳﴾: ۔تعریف حقیقی سے دو مقصد ہوتے ہیں (۱) اطلاع علی الذاتیات: یعنی کسی شی کی حقیقت و ماہیت اور ذات پر مطلع ہونا۔ (۲) امتیاز عن جمیع ماعدا: یعنی معرَّف کو جمیع ماسواء سے جدا کرنا۔ اگر تعریف مکمل ذاتیات کے ساتھ یعنی حد تام ہو تو اس سے دونوں مقصد حاصل ہوتے ہیں اور اگر تعریف نامکمل

ذاتیات کے ساتھ یا عرضیات کے ساتھ ہوتو اس سے دوسرا مقصد یعنی امتیاز عن جمیع ماعدا حاصل ہوتا ہے۔

فائدہ ﴿۴﴾:۔تعریف ہمیشہ کلیات خمس میں سے جنس، فصل اور خاصہ لازم کے ذریعے کی جاتی ہے۔ نوع، خاصہ مفارق اور عرض عام سے نہیں کی جاتی کیونکہ نوع تو خود معرَّف ہوتی ہے یعنی نوع کی تعریف کی جاتی ہے اور خاصہ مفارق سے اس لئے نہیں کرتے کہ وہ اپنی ماہیت کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہتا اس لئے امتیاز عن جمیع ماعدا کا فائدہ نہیں دیتا اور ذاتی کی قسم نہ ہونے کی وجہ سے اس سے اطلاع علی الذاتیات بھی نہیں ہوتی۔اور عرض عام سے اس لئے تعریف نہیں کرتے کہ اس سے بھی دونوں میں سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا ذاتی نہ ہونے کی وجہ سے اطلاع علی الذاتیات بھی نہیں ہوتی اور چونکہ یہ مختلف حقیقت والے افراد پر بولا جاتا ہے اس لئے امتیاز عن جمیع ماعدا بھی نہیں ہوتا۔

﴿۱﴾قول شارح کی تعریف:۔جس کو کسی شی پر اس کے تصور کو حاصل کرنے کیلئے محمول کیا جائے جیسے حیوان ناطق کا انسان پر حمل کیا گیا ہے تاکہ انسان کا تصور حاصل کیا جاسکے۔

﴿۲﴾شرائط قول شارح:۔شرط (۱):۔معرِّف اور معرَّف میں نسبت تساوی کی ہو اور معرِّف معرَّف سے اعم، اخص یا مبائن نہ ہو یعنی جس چیز پر معرَّف سچا آئے اس پر معرِّف بھی سچا آئے اور جہاں معرِّف سچا آئے وہاں معرَّف بھی سچا آئے اور جہاں معرَّف سچا نہ آئے وہاں معرِّف بھی سچا نہ آئے اور جہاں معرِّف سچا نہ آئے وہاں معرَّف بھی سچا نہ آئے جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق سے۔کیونکہ جہاں انسان سچا آئے گا وہاں حیوان ناطق بھی سچا آئے گا اور جہاں حیوان ناطق سچا آئے گا وہاں انسان بھی سچا آئے گا۔

شرط (۲):۔تعریف ذوالتعریف سے زیادہ واضح اور روشن ہو اگر کسی آسان لفظ کی مشکل لفظ سے تعریف کریں تو یہ جائز نہیں۔کیونکہ تعریف دراصل معرَّف کی پہچان کرانے کیلئے ہوتی ہے اگر معرَّف سے بھی مشکل لفظ سے تعریف کی جائے تو اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

شرط (۳):۔تعریف میں مشترک، مجاز اور مرادف الفاظ استعمال کرنا جائز نہیں ہیں۔

﴿۳﴾اقسامِ تعریف: تعریف کی چار قسمیں ہیں (۱) حد تام (۲) حد ناقص (۳) رسم تام (۴) رسم ناقص

حد تام:۔ جو تعریف جنس قریب اور فصل قریب سے کی جائے اس کو حد تام کہتے ہیں جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق سے۔

حد ناقص:۔ جو تعریف جنس بعید اور فصل قریب یا صرف فصل قریب سے کی جائے اس کو حد ناقص کہتے ہیں جیسے انسان کی تعریف جسم ناطق یا صرف ناطق سے۔

رسم تام:۔ جو تعریف جنس قریب اور خاصہ لازمہ سے کی جائے اس کو رسم تام کہتے ہیں جیسے انسان کی تعریف حیوان ضاحک سے۔

رسم ناقص:۔ جو تعریف جنس بعید اور خاصہ لازم سے یا صرف خاصہ لازم سے کی جائے اس کو رسم ناقص کہتے ہیں جیسے انسان کی تعریف جسم ضاحک یا صرف ضاحک سے۔

فَصْلٌ: اَلتَّعْرِيْفُ قَدْ يَكُوْنُ حَقِيْقِيًّا كَمَا ذَكَرْنَا وَقَدْ يَكُوْنُ لَفْظِيًّا وَهُوَ مَا يُقْصَدُ بِهِ تَفْسِيْرُ مَدْلُوْلِ اللَّفْظِ كَقَوْلِهِمْ سُعْدَانَةٌ نَبْتٌ وَالْغَضَنْفَرُ الْاَسَدُ وَهٰهُنَا قَدْ تَمَّ بَحْثُ التَّصَوُّرَاتِ اَعْنِي الْقَوْلَ الشَّارِحَ

ترجمہ:۔ فصل: تعریف کبھی حقیقی ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور کبھی لفظی ہوتی ہے اور وہ ایسی تعریف ہے جس کے ذریعے لفظ کے مدلول کی وضاحت کا ارادہ کیا جائے جیسے ان کا قول سُعْدَانَةٌ نَبْتٌ (سعدانۃ ایک گھاس ہے) اور اَلْغَضَنْفَرُ الْاَسَدُ (غضنفر شیر ہے) اور یہاں تصورات یعنی قول شارح کی بحث مکمل ہوگئی۔

تشریح:۔ اس فصل میں تعریف کی دوسری قسم تعریف لفظی کو بیان فرمایا ہے۔ جس کی تعریف و تفصیل ماقبل میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

یہاں تک تصورات کی بحث مکمل ہو چکی ہے اب مصنفؒ تصدیقات کی بحث شروع کریں گے۔

تمت التصورات

﴿اَلْبَابُ الثَّانِیُ فِی الْحُجَّةِ وَمَا یَتَعَلَّقُ بِهَا﴾

فَصْلٌ فِی الْقَضَایَا: اَلْقَضِیَةُ قَوْلٌ یَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَ الْكِذْبَ وَقِیْلَ هِیَ قَوْلٌ یُقَالُ لِقَائِلِهِ اِنَّهُ صَادِقٌ فِیْهِ اَوْ کَاذِبٌ وَهِیَ قِسْمَانِ حَمْلِیَّةٌ وَشَرْطِیَّةٌ اَمَّا الْحَمْلِیَّةُ فَهُوَ مَاحُکِمَ فِیْهَا بِثُبُوْتِ شَیْءٍ لِشَیْءٍ اَوْ نَفْیِهٖ عَنْهُ کَقَوْلِکَ زَیْدٌ قَائِمٌ وَزَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ وَاَمَّا الشَّرْطِیَّةُ فَمَا لَا یَکُوْنُ فِیْهِ ذٰلِکَ الْحُکْمُ وَقِیْلَ الشَّرْطِیَّةُ مَا یَنْحَلُّ اِلٰی قَضِیَتَیْنِ کَقَوْلِنَا اِنْ کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَلَیْسَ اَلْبَتَّۃَ اِذَا کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً فَاللَّیْلُ مَوْجُوْدٌ فَاِذَا حُذِفَ الْاَدَوَاتُ بَقِیَ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ وَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ وَالْحَمْلِیَّةُ مَا لَا یَنْحَلُّ اِلٰی قَضِیَتَیْنِ بَلْ یَنْحَلُّ اِمَّا اِلٰی مُفْرَدَیْنِ کَقَوْلِکَ زَیْدٌ هُوَ قَائِمٌ فَاِنَّکَ اِذَا حَذَفْتَ الرَّابِطَةَ اَعْنِیْ هُوَ بَقِیَ زَیْدٌ وَقَائِمٌ وَهُمَا مُفْرَدَانِ وَاِمَّا اِلٰی مُفْرَدٍ وَقَضِیَةٍ کَمَا فِیْ قَوْلِکَ زَیْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ فَاِذَاحَلَلْتَهٗ بَقِیَ زَیْدٌ وَهُوَ مُفْرَدٌ وَاَبُوْهُ قَائِمٌ وَهُوَ قَضِیَةٌ

ترجمہ:۔دوسراباب حجت اوراس کے متعلقات کے بیان میں: فصل قضایا کے بیان میں: قضیہ ایک ایسا قول ہے جوصدق اورکذب کا احتمال رکھے اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک ایسا قول ہے جس کے کہنے والے کو یہ کہا جاسکے کہ وہ اپنے اس قول میں سچا ہے یا جھوٹا ہے۔اور قضیہ دوقسم پر ہے ﴿۱﴾ حملیہ ﴿۲﴾ شرطیہ۔ بہرحال حملیہ تو وہ ایسا قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو کسی شی کے ثبوت کا دوسری شی کیلئے یا کسی شی کی نفی کا دوسری شی سے جیسے تیرا قول زید قائم (زید کھڑا ہے) اور زید لیس بقائم (زید نہیں کھڑا) اور بہرحال شرطیہ تو وہ ایسا قضیہ ہے جس میں یہ حکم نہ ہو۔اور کہا گیا ہے کہ شرطیہ وہ قضیہ ہے جو دو قضیوں کی طرف کھلے جیسے ہمارا قول ان کانت الخ (اگر سورج طلوع ہونے والا ہے تو دن موجود ہے) اور لیس البتة الخ (نہیں ہوگا کبھی بھی کہ جب سورج طلوع ہونے والا ہو تو رات موجود ہو) پس جب حروف ربط حذف کردئے جائیں تو الشمس طالعة اور النهار موجود باقی رہ جائے گا۔اور حملیہ وہ قضیہ ہے جو

دوقضیوں کی طرف نہ کھلتا ہو بلکہ وہ دومفردوں کی طرف کھلتا ہو جیسے ہمارا قول زید ھو قائم پس بیشک جب تو رابطہ یعنی ھو کو حذف کردے تو زید اور قائم رہ جائیں گے اور وہ دونوں مفرد ہیں اور یا مفرد اور قضیے کی طرف کھلتا ہو جیسے تیرے قول زید ابوہ قائم میں پس جب تو اسکو کھولے گا تو باقی رہ جائے گا زید اور وہ مفرد ہے اور ابوہ قائم اور وہ قضیہ ہے

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ تصدیق کی بحث شروع کررہے ہیں پہلی فصل قضایا کے بیان میں ہے۔

تعریف قضیہ:۔ مصنفؒ نے قضیہ کی دوتعریفیں کی ہیں۔﴿۱﴾قضیہ ایسا قول ہے جس میں صدق اور کذب کا احتمال ہو۔﴿۲﴾قضیہ ایسا قول ہے جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جاسکے۔

فائدہ:۔ قضیہ کا اطلاق اس جملہ پر بھی ہوتا ہے جس کو انسان منہ سے بولے اور اس جملہ پر بھی ہوتا ہے جس کا مفہوم انسان کے ذہن میں ہو پہلے کو قضیہ ملفوظہ اور دوسرے کو قضیہ معقولہ کہا جاتا ہے۔بعض مناطقہ کے نزدیک قضیہ کا لفظ دونوں کیلئے مشترک ہے اور بعض کے نزدیک قضیہ کا لفظ اصل تو قضیہ معقولہ کیلئے ہے لیکن مجازاً قضیہ ملفوظہ کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔

دونوں تعریفوں کے درمیان فرق:۔ پہلی تعریف کے مطابق سچ اور جھوٹ جملہ کی صفت بنے گی اور دوسری تعریف کے مطابق سچ اور جھوٹ قائل کی صفت بنے گی۔

اقسام قضیہ:۔ قضیہ کی اوّلاً دو قسمیں ہیں (۱) حملیہ (۲) شرطیہ۔

تعریف قضیہ حملیہ:۔ اس کی بھی دو تعریفیں کی جاتی ہیں۔﴿۱﴾قضیہ حملیہ وہ ہے جس میں ایک چیز کا ثبوت ہو دوسری چیز کیلئے یا ایک شی کی دوسری شی سے نفی ہو جیسے زید قائم اور زید لیس بقائم۔

﴿۲﴾:۔ قضیہ حملیہ وہ ہے جو دو مفردوں سے مل کر بنے یا ایک مفرد اور ایک قضیہ سے مل کر بنے۔یعنی اگر کسی قضیے سے حرف رابطہ کو نکال دیا جائے تو دو مفرد یا ایک مفرد اور ایک قضیہ بچے تو اس کو قضیہ حملیہ کہیں گے جیسے زید قائم کے درمیان نسبت یعنی ھو مقدر کو نکال دیا جائے تو باقی زید اور قائم بچیں گے اور یہ دونوں مفرد ہیں اور زید ابوہ قائم کے درمیان سے اگر حرف رابطہ نکال دیا جائے تو زید مفرد اور

ابوہ قائم قضیہ بچتا ہے یعنی ایک مفرد اور ایک قضیہ بچتا ہے۔

تعریف قضیہ شرطیہ:۔ اس کی بھی دو تعریفیں کی گئی ہیں ﴿۱﴾ جس میں ایک جملہ کو ماننے کے بعد دوسرے جملے کے ثبوت یا نفی کا حکم لگایا جائے جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود اس میں طلوع شمس کو مان کر دن کے موجود ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔

﴿۲﴾:۔ جو جملہ دو قضیوں کی طرف کھلے یعنی اگر درمیان سے رابطہ ختم کیا جائے تو دو قضیے بچیں جیسے مندرجہ بالا مثال سے حکم (رابطہ) کو ختم کر دیا جائے تو الشمس طالعة اور النهار موجود دو قضیے بچتے ہیں

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ قضیہ حملیہ وہ ہے جو دو مفردوں سے مل کر بنے۔ ہم آپ کو مثال دکھاتے ہیں کہ دو قضیوں سے مل کر قضیہ بن رہا ہے لیکن اس کو قضیہ حملیہ کہتے ہیں شرطیہ نہیں کہتے جیسے زید قائم تضاده زید ليس بقائم اس میں زید قائم ایک قضیہ ہے اور زید ليس بقائم دوسرا قضیہ ہے۔

جواب:۔ ہم نے جو کہا تھا دو مفردوں سے مل کر بنے۔ اس سے مراد عام تھا کہ چاہے وہ حقیقۃً مفرد ہوں یا تاویلاً مفرد ہوں یہاں پر زید قائم هذا کی تاویل میں ہے اور زید ليس بقائم ذلک کی تاویل میں ہے اصل میں اس طرح ہے هذا تضاده ذلک اور یہ دونوں مفرد ہیں نہ کہ قضیہ۔

فَصْلٌ: اَلْحَمْلِيَّةُ ضَرْبَانِ مُوْجِبَةٌ وَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِثُبُوْتِ شَيْءٍ لِشَيْءٍ وَسَالِبَةٌ وَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِنَفْيِ شَيْءٍ عَنْ شَيْءٍ نَحْوُ اَلْاِنْسَانُ حَيَوَانٌ وَالْاِنْسَانُ لَيْسَ بِفَرَسٍ

ترجمہ:۔ فصل: قضیہ حملیہ دو قسم پر ہے موجبہ اور وہ وہ قضیہ ہے کہ جس میں حکم لگایا گیا ہو ایک شی کے ثبوت کا دوسری شی کیلئے اور سالبہ اور وہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو ایک شی کی نفی کا دوسری شی سے جیسے الانسان حیوان (انسان حیوان ہے) اور الانسان ليس بفرس (انسان گھوڑا نہیں)

تشریح:۔ قضیہ حملیہ کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ موجبہ ﴿۲﴾ سالبہ۔

﴿۱﴾ قضیہ حملیہ موجبہ وہ ہے جس میں ایک چیز کو دوسری چیز کیلئے ثابت کیا جائے جیسے زید قائم

﴿۲﴾ قضیہ حملیہ سالبہ وہ ہے جس میں ایک چیز سے دوسری چیز کی نفی کی جائے جیسے زید ليس بقائم۔

فَصْلٌ: اَلْحَمْلِيَّةُ تَلْتَئِمُ مِنْ اَجْزَاءٍ ثَلٰثَةٍ اَحَدُهَا الْمَحْكُوْمُ عَلَيْهِ وَيُسَمّٰى مَوْضُوْعًا وَالثَّانِىُ الْمَحْكُوْمُ بِهٖ وَيُسَمّٰى مَحْمُوْلاً وَالثَّالِثُ الدَّالُّ عَلَى الرَّابِطِ وَيُسَمّٰى رَابِطَةً فَفِىْ قَوْلِكَ زَيْدٌ هُوَ قَائِمٌ زَيْدٌ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ وَمَوْضُوْعٌ وَ قَائِمٌ مَحْكُوْمٌ بِهٖ وَمَحْمُوْلٌ وَلَفْظَةُ هُوَ نِسْبَةٌ وَ رَابِطَةٌ وَقَدْ تُحْذَفُ الرَّابِطَةُ فِى اللَّفْظِ دُوْنَ الْمُرَادِ فَيُقَالُ زَيْدٌ قَائِمٌ

ترجمہ:۔ فصل: قضیہ حملیہ تین اجزاء سے مل کر بنتا ہے(۱) محکوم علیہ: اور اس کو موضوع کہتے ہیں (۲) محکوم بہ: اور اس کو محمول کہتے ہیں (۳) ربط پر دلالت کرنے والی شی: اور اس کو رابطہ کہتے ہیں ۔ پس تیرے قول زید هو قائم میں زید محکوم علیہ اور موضوع ہے اور قائم محکوم بہ اور محمول ہے اور لفظ هو نسبت اور رابطہ ہے اور کبھی رابطے کو (صرف) لفظوں میں حذف کر دیا جاتا ہے نہ کہ مراد اور معنی میں پس کہا جاتا ہے زید قائم

تشریح:۔ اس فصل میں مصنفؒ قضیہ حملیہ کے اجزاء کو بیان کر رہے ہیں ۔ قضیہ حملیہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے ایک محکوم علیہ ہوتا ہے جس کو موضوع کہتے ہیں دوسرا محکوم بہ ہوتا ہے جس کو محمول کہتے ہیں اور تیسری نسبت ہوتی ہے جس کو رابطہ کہتے ہیں مثلاً زید هو قائم میں تین اجزاء ہیں زید موضوع ہے قائم محمول ہے اور لفظ هو رابطہ ہے ۔ اور حرف رابطہ کو کبھی لفظوں میں حذف کر دیا جاتا ہے البتہ مراد یعنی نیت میں باقی ہوتا ہے جس طرح زید قائم میں هو لفظوں میں تو محذوف ہے لیکن نیت میں باقی ہے ۔

فَصْلٌ: لِلشَّرْطِيَّةِ اَيْضًا اَجْزَاءٌ وَيُسَمَّى الْجُزْءُ الْاَوَّلُ مِنْهَا مُقَدَّمًا وَالْجُزْءُ الثَّانِىُ مِنْهَا تَالِيًا فَفِىْ قَوْلِكَ اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا قَوْلُكَ اِنْ كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً مُقَدَّمٌ وَقَوْلُكَ كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا تَالٍ وَالرَّابِطَةُ هِىَ الْحُكْمُ بَيْنَهُمَا

ترجمہ:۔ فصل: شرطیہ کیلئے بھی اجزاء ہیں اور اس کے جزء اول کو مقدم اور جزء ثانی کو تالی کہتے ہیں پس تیرے قول ان كانت الشمس الخ میں تیرا قول ان كانت الشمس طالعة مقدم ہے اور تیرا قول النهار موجود تالی ہے اور رابطہ مقدم اور تالی کے درمیان والا حکم ہے ۔

تشریح:۔اس فصل میں مصنفؒ قضیہ شرطیہ کے اجزاء کی تفصیل بیان فرما رہے ہیں ۔قضیہ شرطیہ کے پہلے جزء کو مقدم اور دوسرے جزء کو تالی کہتے ہیں اور جو حکم ان دونوں کے درمیان ہوتا ہے اس کو رابطہ کہتے ہیں ۔مثالیں بالکل واضح ہیں اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ مطولات میں آئے گی۔

فَصْلٌ: وَقَدْ تُقَسَّمُ الْقَضِيَّةُ بِاِعْتِبَارِ الْمَوْضُوْعِ فَالْمَوْضُوْعُ اِنْ كَانَ جُزْئِيًّا وَشَخْصِيًّا مُعَيَّنًا سُمِّيَتِ الْقَضِيَّةُ شَخْصِيَّةً وَمَخْصُوْصَةً كَقَوْلِكَ زَيْدٌ قَائِمٌ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ جُزْئِيًّا بَلْ كَانَ كُلِّيًّا فَهُوَ عَلٰى اَنْحَاءٍ لِاَنَّهَا اِنْ كَانَ الْحُكْمُ فِيْهَا عَلٰى نَفْسِ الْحَقِيْقَةِ تُسَمَّى الْقَضِيَّةُ طَبْعِيَّةً نَحْوُ اَلْاِنْسَانُ نَوْعٌ وَالْحَيْوَانُ جِنْسٌ وَاِنْ كَانَ عَلٰى اَفْرَادِهَا فَلَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ كَمِيَّةُ الْاَفْرَادِ فِيْهَا مُبَيَّنًا اَوْ لَمْ يَكُنْ فَاِنْ بُيِّنَ كَمِيَّةُ الْاَفْرَادِ تُسَمَّى الْقَضِيَّةُ مَحْصُوْرَةً كَقَوْلِكَ كُلُّ اِنْسَانٍ حَيْوَانٌ وَبَعْضُ الْحَيْوَانِ اِنْسَانٌ وَاِنْ لَّمْ يُبَيَّنْ يُسَمَّى الْقَضِيَّةُ مُهْمَلَةً نَحْوُ اَلْاِنْسَانُ فِيْ خُسْرٍ

ترجمہ:۔فصل: اور کبھی قضیہ کو موضوع کے لحاظ سے تقسیم کیا جاتا ہے چنانچہ موضوع اگر جزئی اور شخص معین ہو تو قضیہ کا نام شخصیہ اور مخصوصہ ہوگا جیسے تیرا قول زید قائم اور اگر موضوع جزئی نہیں ہے بلکہ کلی ہے تو وہ چند اقسام پر ہے اس لئے کہ اگر حکم اس میں نفس حقیقت پر ہو تو قضیہ کا نام طبعیہ ہوگا جیسے الانسان نوع (انسان نوع ہے) اور الحیوان جنس (حیوان جنس ہے) اور اگر حکم حقیقت کے افراد پر ہے تو دو حال سے خالی نہیں افراد کی مقدار اس میں بیان کی گئی ہوگی یا نہیں پس اگر افراد کی مقدار بیان کی جائے تو قضیہ کا نام محصورہ ہوگا جیسے تیرا قول کل انسان حیوان اور بعض الحیوان انسان اور اگر افراد کی مقدار بیان نہ کی جائے ہو تو قضیہ کا نام مہملہ ہوگا جیسے الانسان فی خسر (انسان خسارے میں ہے)

تشریح:۔یہاں سے مصنفؒ قضیہ کی باعتبار موضوع کے تقسیم بیان فرما رہے ہیں ۔باعتبار موضوع کے قضیہ حملیہ کی دس قسمیں ہیں۔

وجہ حصر:۔قضیہ حملیہ کا موضوع جزئی ہوگا یا کلی ،اگر موضوع جزئی ہو تو اس کو قضیہ شخصیہ یا مخصوصہ کہتے

ہیں جیسے زید قائم۔ اگر موضوع کلی ہے پھر حکم کلی کی طبیعت پر لگ رہا ہے تو اس کو قضیہ طبعیہ کہتے ہیں جیسے الانسان نوع اس میں حکم انسان کی طبیعت پر ہے افراد پر نہیں کیونکہ نوع ہونا یہ انسان کی طبیعت میں پایا جاتا ہے انسان کے افراد تو نوع نہیں بلکہ جزئی ہوتے ہیں۔ اور اگر حکم افراد پر ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں افراد کی کلیت اور جزئیت کو بیان کیا جائے گا یا نہیں اگر بیان کیا جائے تو پھر حکم کل افراد پر ہوگا یا بعض پر اگر حکم کل افراد پر ہے تو اس کو محصورہ کلیہ کہتے ہیں جیسے کل انسان حیوان اس میں حیوانیت والا حکم انسان کے تمام افراد کیلئے ثابت کیا جارہا ہے۔ اور اگر حکم بعض افراد پر ہے تو اس کو محصورہ جزئیہ کہتے ہیں جیسے بعض الحیوان انسان اس میں انسانیت والا حکم حیوان کے بعض افراد پر لگایا جارہا ہے۔ اور اگر کلیت اور جزئیت کو بیان نہ کیا جائے تو اس کو قضیہ مہملہ کہتے ہیں جیسے الانسان حیوان اس میں حیوانیت والا حکم انسان کے افراد کیلئے ثابت کیا جارہا ہے لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ حکم تمام افراد کیلئے ہے یا بعض کیلئے۔ پھر ان پانچ میں سے ہر ایک موجبہ بھی ہوسکتا ہے اور سالبہ بھی۔ تو قضیہ حملیہ کی باعتبار موضوع کے کل دس قسمیں بن جاتی ہیں (۱) شخصیہ موجبہ (۲) شخصیہ سالبہ (۳) طبعیہ موجبہ (۴) طبعیہ سالبہ (۵) محصورہ کلیہ موجبہ (۶) محصورہ کلیہ سالبہ (۷) محصورہ جزئیہ موجبہ (۸) محصورہ جزئیہ سالبہ (۹) مہملہ موجبہ (۱۰) مہملہ سالبہ۔

فَصْلٌ: اَلْمَحْصُوْرَاتُ اَرْبَعٌ اِحْدٰهَا الْمُوْجِبَةُ الْكُلِّيَّةُ كَقَوْلِكَ كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَالثَّانِيَةُ الْمُوْجِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ نَحْوُ بَعْضُ الْحَيَوَانِ اَسْوَدُ وَالثَّالِثَةُ السَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ نَحْوُ لَا شَئَ مِنَ الزَّنْجِيِّ بِاَبْيَضَ وَالرَّابِعَةُ السَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ نَحْوُ بَعْضُ الْاِنْسَانِ لَيْسَ بِاَسْوَدَ

ترجمہ:۔ فصل: محصورات چار ہیں (۱) موجبہ کلیہ: جیسے تیرا قول کل انسان حیوان (۲) موجبہ جزئیہ: جیسے بعض الحیوان اسود (۳)۔ سالبہ کلیہ: جیسے لا شئ من الزنجی بابیض (کوئی حبشی سفید نہیں ہے) (۴) سالبہ جزئیہ: جیسے بعض الانسان لیس باسود (بعض انسان کالے نہیں ہیں)۔

تشریح:۔ قضیہ حملیہ کی مذکورہ بالا دس اقسام میں سے منطقی حضرات صرف محصورات سے بحث کرتے ہیں اور جیسا کہ پیچھے بیان ہوا قضیہ محصورہ کی چار قسمیں ہیں موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ اور سالبہ

جزئیہ اس فصل میں مصنفؒ نے انہیں چار اقسام کی مثالیں بیان کی ہیں جو کہ بالکل واضح ہیں۔

فَصْلٌ :اَلَّذِیْ یُبَیِّنُ بِهٖ کَمِیَّةَ الْاَفْرَادِ مِنَ الْکُلِّیَّةِ وَالْبَعْضِیَّةِ یُسَمّٰی سُوْرًا وَهُوَ مَاخُوْذٌ مِنْ سُوْرِ الْبَلَدِ وَسُوْرُ الْمُوْجِبَةِ الْکُلِّیَّةِ کُلٌّ وَلَامُ الْاِسْتِغْرَاقِ وَسُوْرُ الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِیَّةِ بَعْضٌ وَوَاحِدٌ مِنَ الْجِسْمِ جَمَادٌ وَسُوْرُ السَّالِبَةِ الْکُلِّیَّةِ لَا شَیْءَ وَلَا وَاحِدَ نَحْوُ لَا شَیْءَ مِنَ الْغُرَابِ بِاَبْیَضَ وَلَا وَاحِدَ مِنَ النَّارِ بِبَارِدٍ وَوُقُوْعُ النَّکِرَةِ تَحْتَ النَّفْیِ نَحْوُ مَا مِنْ مَّاءٍ اِلَّا وَهُوَ رَطْبٌ وَسُوْرُ السَّالِبَةِ الْجُزْئِیَّةِ لَیْسَ بَعْضُ کَقَوْلِکَ لَیْسَ بَعْضُ الْحَیَوَانِ بِحِمَارٍ وَبَعْضُ لَیْسَ کَمَا تَقُوْلُ بَعْضُ الْفَوَاکِهِ لَیْسَ بِحُلْوٍ اِعْلَمْ اَنَّ فِیْ کُلِّ لِسَانٍ سُوْرًا یَخُصُّهَا فَفِی الْفَارِسِیَّةِ لَفْظُ "ہر" سُوْرُ الْمُوْجِبَةِ الْکُلِّیَّةِ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ بَیْتٌ

ہر آنکس کہ در بند حرص اوفتاد دہد خرمن زندگانی بباد

ترجمہ:۔فصل: وہ حروف جن کے ذریعے افراد کی کمیت یعنی کلیت و جزئیت کو بیان کیا جائے ان کا نام سور ہے اور یہ سور البلد سے لیا گیا ہے۔ اور موجبہ کلیہ کا سور لفظ کل اور لام استغراق ہے اور موجبہ جزئیہ کا سور لفظ بعض اور واحد ہے جیسے بعض و واحد من الجسم جماد ہے اور سالبہ کلیہ کا سور لاشئ اور لاواحد ہے جیسے لا شئ من الغراب بابیض (کوئی کوا سفید نہیں ہے) اور لا واحد من النار ببارد (کوئی آگ ٹھنڈی نہیں ہے) اور نکرہ کا نفی کے نیچے واقع ہونا جیسے ما من ماء الا وھو رطب (نہیں ہے کوئی پانی مگر وہ تر ہے) اور سالبہ جزئیہ کا سور لیس بعض ہے جیسے تیرا قول لیس بعض الحیوان بحمار اور بعض لیس ہے جیسے تو کہے بعض الفواکہ لیس بحلو (بعض میوے میٹھے نہیں ہیں) تو جان لے کہ ہر زبان میں ایک سور ہے جو اس زبان کے ساتھ خاص ہے پس فارسی زبان میں لفظ "ہر" موجبہ کلیہ کا سور ہے جیسے شاعر کا قول ہے۔ ہر وہ آدمی جو حرص کی قید میں پڑا ☆ وہ اپنی زندگی کا ڈھیر برباد کرے گا۔

تشریح:۔قضیہ محصورہ میں کلیت اور جزئیت کو بیان کیا جاتا ہے اس کو سور کہتے ہیں اور یہ لفظ سور، سور البلد سے ماخوذ ہے سور البلد اس دیوار کو کہا جاتا ہے جو شہر کے ارد گرد ہو اور پورے شہر کو گھیرے ہوئے

ہو یہ حروف یعنی جن کے ذریعے کلیت اور جزئیت کو بیان کیا جاتا ہے انکو سور اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی قضیہ کے افراد کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں اسی لئے جس قضیہ میں سور ہو اس کو قضیہ مسوّرہ بھی کہتے ہیں۔

پھر محصورات اربعہ میں سے ہر قضیہ کیلئے علیحدہ سور مقرر ہے۔ ﴿۱﴾ موجبہ کلیہ کا سور کل اور الف لام استغراقی ہے جیسے کل انسان حیوان اور ان الانسان لفی خسر (بلاشبہ تمام انسان البتہ خسارے میں ہیں) ﴿۲﴾ موجبہ جزئیہ کیلئے بعض اور واحد دو سور ہیں جیسے بعض من الجسم جماد (بعض جسم جماد ہیں) اور واحد من الجسم جماد (بعض جسم جماد ہیں) ﴿۳﴾ سالبہ کلیہ کیلئے تین سور ہیں (۱) لاشئی جیسے لا شئ من الانسان بجماد (کوئی انسان جماد نہیں ہے) (۲) لا واحد جیسے لا واحد من الانسان بفرس (کوئی انسان گھوڑا نہیں ہے) (۳) نکرہ تحت النفی جیسے ما من ماء الا وھو رطب (جو بھی پانی ہے وہ تر ہے) ﴿۴﴾ سالبہ جزئیہ کیلئے دو سور ہیں بعض لیس اور لیس بعض ان میں فرق یہ ہے کہ جب بعض لیس استعمال ہوگا تو بعض شروع میں اور لیس درمیان میں ہوگا جیسے بعض الفواکہ لیس بحلو (بعض پھل میٹھے نہیں ہیں) اور جب لیس بعض استعمال ہوگا تو اس وقت دونوں اکٹھے ہوں گے جیسے لیس بعض الحیوان بحمار (بعض حیوان گدھے نہیں ہیں)

فائدہ:۔ عربی کی طرح ہر زبان میں سور ہوتے ہیں یعنی کلیت و جزئیت کو بیان کرنے کیلئے الفاظ ہوتے ہیں جیسے فارسی میں موجبہ کلیہ کا سور ''ہر'' ہے جس کو ایک شاعر نے شعر میں ذکر کیا ہے ؎

ہر آنکس کہ در بند حرص اوفتاد — دہد خرمن زندگانی بباد

ہر آدمی جو حرص کی قید میں پڑا — اس نے زندگی کی ڈھیری برباد کی

اس میں پہلا مصرعہ موجبہ کلیہ ہے اور اس کا سور لفظ ''ہر'' ہے۔

فَصْلٌ: قَدْ جَرَتْ عَادَةُ الْمِيْزَانِيِّيْنَ اَنَّهُمْ يُعَبِّرُوْنَ عَنِ الْمَوْضُوْعِ بِجْ وَعَنِ الْمَحْمُوْلِ بِبْ فَمَتٰى اَرَادُوْا التَّعْبِيْرَ عَنِ الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ يَقُوْلُوْنَ كُلُّ جْ بْ وَمَقْصُوْدُهُمْ مِنْ ذٰلِكَ الْاِيْجَازُ وَدَفْعُ تَوَهُّمِ الْاِنْحِصَارِ

ترجمہ:۔ **فصل:** تحقیق منطقیوں کی عادت جاری ہے کہ وہ تعبیر کرتے ہیں موضوع کو ج سے اور محمول کو ب سے پس جب وہ ارادہ کرتے ہیں موجبہ کلیہ کو تعبیر کرنے کا تو کہتے ہیں کل ج ب (ہر ج ب ہے) اوران کا مقصد اس سے اختصار اور انحصار کے وہم کو دور کرنا ہوتا ہے۔

تشریح:۔ اب تک جتنی مثالیں دی گئی ہیں ان میں موضوع ومحمول کو مختلف الفاظ سے بیان کیا گیا ہے مگر آئندہ موضوع کی جگہ ج اور محمول کی جگہ ب استعمال کیا جائے گا مثلاً موجبہ کلیہ کو یوں تعبیر کریں گے کل ج ب اور یہی میزانیین (مناطقہ) کی عادت ہے۔

سوال:۔ مناطقہ کو موضوع کی جگہ ج اور محمول کی جگہ ب استعمال کرنے کی کیوں ضرورت پڑی؟

جواب:۔ ل میں جب ہم موجبہ کلیہ کی مثلاً کل انسان حیوان مثال دیتے تھے تو اس وقت تین خرابیاں لازم آتی تھیں (۱) کل انسان حیوان میں طوالت ہے اور کل ج ب میں اختصار ہے (۲) کل انسان حیوان سے ذہن میں یہ بات آتی تھی کہ شاید انسان کے علاوہ اور کوئی چیز حیوان ہے ہی نہیں حالانکہ فرس، حمار وغیرہ بھی حیوان ہیں یعنی مثال کا ایک ہی فرد میں انحصار کا وہم ہوتا تھا۔ (۳) ترجیح بلا مرجح کی خرابی لازم آتی تھی کیونکہ جب ہم نے کل انسان حیوان کہا تو سوال ہوا کہ یہی مثال کیوں دی کل فرس حیوان، کل حمار حیوان کیوں نہیں کہا اس مثال کو ترجیح دینے کی وجہ کیا ہے؟ تو چونکہ عام مثالیں دینے میں خرابیاں لازم آتی ہیں اس لئے مناطقہ موضوع کو ج اور محمول کو ب سے تعبیر کرتے ہیں۔

اعتراض:۔ اگر آپ نے حروف تہجی ہی لینے تھے تو پھر ج اور ب کو کیوں مخصوص کیا اور بھی تو حروف تھے ان کو کیوں نہیں اختیار کیا؟۔ **جواب:۔** سب سے پہلے حروف تہجی میں الف ہے اور اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ حروف تہجی میں شامل بھی ہے یا نہیں اور دوسری بات یہ تھی کہ الف ساکن ہوتا ہے جب ہم اس کو مثال کے طور پر پیش کرتے تو یہ متحرک ہو جاتا اور ہمزہ بن جاتا اس لئے ہم نے الف کو نہیں چنا اور دوسرے نمبر پر ب تھا اس کو چن لیا اور تیسرے نمبر پر ت اور ث تھے ان کو ب کے ساتھ شکلاً مشابہت

تھی التباس کے ڈر سے ان دونوں کو نہیں چنا اور اس کے بعد ج کا نمبر تھا تو ہم نے ج کو چن لیا اور ہمارا مقصد پورا ہو گیا اور باقی حروف کو ہم نے چھوڑ دیا۔

اعتراض: اگر ب اور ج ہی کو لینا تھا تو موضوع کیلئے ب اور محمول کیلئے ج کو مقرر کرتے کیونکہ موضوع پہلے اور محمول بعد میں ہوتا ہے اور حروف تہجی کی ترتیب بھی یہی ہے آپ نے اسکی الٹ ترتیب کیوں رکھی ہے؟

جواب ﴿۱﴾: ۔اگر ہم یہی ترتیب رکھتے تو پڑھنے والے کو مشکل پیش آتی اور وہ سمجھتا کہ شاید یہ حروف تہجی لکھے ہوئے ہیں مثال نہیں ہے۔

دوسرے جواب سے پہلے ایک فائدہ ملاحظہ فرمائیے۔ فائدہ:۔ تمام حروف تہجی کیلئے اعداد مقرر ہیں۔

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی
1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص	ق	ر
20	30	40	50	60	70	80	90	100	200
ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ		
300	400	500	600	700	800	900	1000		

اور جب ہم کل انسان حیوان کہتے ہیں تو انسان یعنی موضوع میں تین اشیاء پائی جاتی ہیں۔

(۱) **ذات موضوع:** ۔یعنی موضوع کے افراد جن کیلئے ہم حیوانیت کا حکم لگا رہے ہیں۔ موضوع کے افراد کو ذات موضوع کہا جاتا ہے (۲) **وصف عنوانی:** ۔یعنی ان افراد پر اس وقت تک ہم کوئی حکم نہیں لگا سکتے جب تک ان افراد کا کوئی نام نہ رکھا جائے ان افراد کے نام یعنی جس لفظ کے ساتھ ان کو تعبیر کرتے ہیں اس کو وصف عنوانی کہتے ہیں جیسے یہاں انسان کے افراد کو ہم نے انسان کا نام دیا اس کو وصف عنوانی کہتے ہیں

(۳) ذات موضوع کو وصف عنوانی کے ساتھ تعبیر کرنا۔

یہ تین چیزیں موضوع میں پائی جاتی ہیں اور محمول میں دو چیزیں ہوتی ہیں (۱) وصف عنوانی (۲) وصف عنوانی سے محمول کو تعبیر کرنا۔ ذات محمول نہیں ہوتی کیونکہ محمول میں افراد مراد نہیں ہوتے بلکہ وصف عنوانی

مراد ہوتی ہے۔ محمول کی وصف کو افراد موضوع کیلئے ثابت کیا جاتا ہے محمول کے افراد کو نہیں جیسے کل انسان حیوان میں وصف عنوانی حیوانیت کو ذات موضوع یعنی انسان کے افراد کیلئے ثابت کیا جارہا ہے حیوانیت کے افراد کو نہیں۔

جواب ﴿۲﴾: موضوع میں تین چیزیں ہیں اور ج کے اعداد بھی تین ہیں اسلئے موضوع کیلئے ہم نے ج کو منتخب کرلیا اور محمول میں دو چیزیں ہیں اور ب کے اعداد بھی دو ہیں اسلئے ہم نے محمول کیلئے ب کو منتخب کرلیا

فَصْلٌ: اَلْحَمْلُ فِیْ اِصْطِلاحِهِمْ اِتِّحَادُ الْمُتَغَائِرَیْنِ فِی الْمَفْهُوْمِ بِحَسْبِ الْوُجُوْدِ فَفِیْ قَوْلِکَ زَیْدٌ کَاتِبٌ وَعَمْرٌو شَاعِرٌ مَفْهُوْمُ زَیْدٍ مُغَائِرٌ لِمَفْهُوْمِ کَاتِبٍ لٰکِنَّهُمَا مَوْجُوْدَانِ بِوُجُوْدٍ وَاحِدٍ وَکَذَا مَفْهُوْمُ عَمْرٍو وَشَاعِرٍ مُتَغَائِرٌ وَقَدْ اِتَّحَدَا فِی الْوُجُوْدِ ثُمَّ الْحَمْلُ عَلٰی قِسْمَیْنِ لِاَنَّهٗ اِنْ کَانَ بِوَاسِطَةِ فِیْ اَوْ ذُوْ اَوِ اللَّامِ کَمَا فِیْ قَوْلِکَ زَیْدٌ فِی الدَّارِ وَالْمَالُ لِزَیْدٍ وَخَالِدٌ ذُوْمَالٍ یُسَمَّی الْحَمْلُ بِالْاِشْتِقَاقِ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ کَذٰلِکَ بَلْ یُحْمَلُ شَیْءٌ عَلٰی شَیْءٍ بِلَاوَاسِطَةِ هٰذِهِ الْوَسَائِطِ یُقَالُ لَهُ الْحَمْلُ بِالْمُوَاطَاةِ نَحْوُ عَمْرٌو طَبِیْبٌ وَبَکْرٌ فَصِیْحٌ

ترجمہ: فصل: حمل ان منطقیوں کی اصطلاح میں متحد ہوجانا ہے دو متغایر فی المفہوم چیزوں کا باعتبار وجود کے پس تیرے قول زید کاتب اور عمرو شاعر میں زید کا مفہوم کاتب کے مفہوم کے مغایر ہے لیکن وہ دونوں ایک وجود کے ساتھ موجود ہیں اور ایسے ہی عمرو اور شاعر کا مفہوم مغایر ہے جبکہ وہ دونوں وجود میں متحد ہیں پھر حمل دو قسم پر ہے اسلئے کہ اگر وہ بواسطہ فی یا ذو یا لام کے ہو جیسے تیرا قول زید فی الدار اور المال لزید اور خالد ذو مال میں ہے تو اسکا نام حمل بالاشتقاق رکھا جاتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ ایک شی دوسری شی پر محمول ہو ان چیزوں کے واسطے کے بغیر تو اسکو حمل بالمواطاۃ کہا جاتا ہے جیسے عمرو طبیب اور بکر فصیح

تشریح:۔ اس فصل میں مصنفؒ حمل کی تعریف اور تقسیم بیان فرمارہے ہیں۔

تعریف حمل: ۔ مفہوم میں دو متغایر چیزوں کو وجود کے اعتبار سے ایک کر دینے کو حمل کہتے ہیں مثلاً زید کاتب میں زید کا علیحدہ مفہوم ہے اور کاتب کا علیحدہ مفہوم ہے مگر ان کو وجود کے اعتبار سے ایک کر دیا گیا ہے پھر حمل کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ حمل بالاشتقاق ﴿۲﴾ (۲) حمل بالمواطات۔

حمل بالاشتقاق: ۔ اگر حمل فی ذو یا لام کے واسطے سے ہو تو اس کو حمل بالاشتقاق کہتے ہیں اس لئے کہ جہاں ان حروف کے ذریعے حمل ہو وہاں کوئی مشتق محذوف ہوتا ہے جیسے زید فی الدار یعنی زید کائن فی الدار، غلام زید یعنی غلام لزید وغیرہ۔

حمل بالمواطاۃ: ۔ اگر ان حروف کے بغیر حمل کیا جائے تو اس کو حمل بالمواطاۃ کہا جاتا ہے۔

حمل بالمواطاۃ کی دو قسمیں ہیں (۱) حمل اولی (۲) حمل متعارف۔ **حمل اولی:** اگر ایک چیز کا دوسری چیز پر ذات اور وجود دونوں کے اعتبار سے حمل ہو رہا ہو تو اس کو حمل اولی کہتے ہیں جیسے الانسان انسان اس جگہ انسان کا انسان پر ذات اور وجود دونوں کے اعتبار سے حمل ہو رہا ہے

اعتراض: ۔ حمل کا معنی ہے دو مختلف چیزوں کو ایک کرنا اور آپ کی اس مثال میں تو انسان کا اپنی ذات پر حمل ہو رہا ہے یہ کیسے درست ہے؟

جواب: ۔ حمل کیلئے تغایر اعتباری ہی کافی ہے تغایر حقیقی ضروری نہیں ہے اور یہاں تغایر اعتباری موجود ہے پہلے انسان سے مراد لفظ انسان اور دوسرے انسان سے مراد اصطلاحی انسان ہے۔

حمل متعارف: ۔ جس میں دو چیزوں کے درمیان فقط وجود کے اعتبار سے حمل ہو ذات کے اعتبار سے نہ ہو جیسے زید کاتب میں وجود ایک ہے ذات الگ الگ ہے۔ پھر حمل متعارف کی دو قسمیں ہیں ذاتی اور عرضی اگر حمل ذات کا ہو رہا ہے تو اسکو ذاتی کہتے ہیں اور اگر عرض کا حمل ڈالا جا رہا ہے تو اس کو عرضی کہتے ہیں

فَصْلٌ تَقْسِيمٌ اٰخَرُ لِلْحَمْلِيَّةِ: مَوْضُوعُ الْحَمْلِيَّةِ اِنْ كَانَ مَوْجُوْدًا فِي الْخَارِجِ وَكَانَ الْحُكْمُ فِيهَا بِاعْتِبَارِ تَحَقُّقِ الْمَوْضُوعِ وَوُجُوْدِهٖ فِي الْخَارِجِ كَانَتِ الْقَضِيَّةُ خَارِجِيَّةً نَحْوُ اَلْاِنْسَانُ كَاتِبٌ وَاِنْ كَانَ مَوْجُوْدًا فِي الذِّهْنِ وَكَانَ الْحُكْمُ

بِاعْتِبَارِ خُصُوْصِ وُجُوْدِهٖ فِي الذِّهْنِ كَانَتْ ذِهْنِيَّةً نَحْوُ اَلْاِنْسَانُ كُلِّيٌّ وَاِنْ كَانَ الْحُكْمُ بِاعْتِبَارِ تَقَرُّرِهٖ فِي الْوَاقِعِ مَعَ عَزْلِ النَّظْرِ عَنْ خُصُوْصِيَّةِ ظَرْفِ الْخَارِجِ اَوِ الذِّهْنِ سُمِّيَتِ الْقَضِيَّةُ حَقِيْقِيَّةً نَحْوُ الْاَرْبَعَةُ زَوْجٌ وَالسِّتَّةُ ضِعْفُ الثَّلٰثَةِ

ترجمہ:۔ فصل: حملیہ کی دوسری تقسیم: قضیہ حملیہ کا موضوع اگر خارج میں موجود ہو اور اس قضیہ میں حکم موضوع کے خارج میں متحقق اور موجود ہونے کے اعتبار سے ہو تو یہ قضیہ خارجیہ ہے جیسے الانسان کاتب اور اگر موضوع ذہن میں موجود ہو اور حکم اس موضوع کے خاص طور پر ذہن میں موجود ہونے کے اعتبار سے ہو تو یہ قضیہ ذہنیہ ہے جیسے الانسان کلی ۔اور اگر حکم اس موضوع کے واقع میں موجود ہونے کے اعتبار سے ہو قطع نظر کرتے ہوئے خارج یا ذہن کے ظرف کی خصوصیت سے تو اس قضیہ کا نام حقیقیہ رکھا جاتا ہے جیسے الاربعة زوج اور الستة ضعف الثلثه

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ قضیہ حملیہ کی ایک اور تقسیم تعریف کر رہے ہیں ۔اس سے پہلے ایک فائدہ

فائدہ:۔ مناطقہ کے ہاں ظرف یا جہاں کی تین قسمیں ہیں۔

﴿۱﴾ جہان خارجی ﴿۲﴾ جہان ذہنی ﴿۳﴾ جہان نفس الامری۔

جہان خارجی:۔ جس میں ہم سب، چاند، ستارے اور سورج وغیرہ موجود ہیں یہ جہان خارجی ہے۔

جہان ذہنی:۔ جو فقط ہمارے ذہن میں موجود ہے جیسے کلی ہونا، جنس ،نوع وغیرہ ہونا یہ تمام چیزیں ہمارے ذہن میں ہیں خارج میں نہیں ہیں ۔ **جہان نفس الامری:۔** جس میں کسی چیز کے وجود پر اس کے ذہنی اور خارجی ہونے سے قطع نظر کرکے حکم لگایا جائے مثلاً تین چھ کا آدھا ہے چار جفت ہے وغیرہ۔

قضیہ حملیہ کی اس تقسیم کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں (۱) قضیہ خارجیہ (۲) قضیہ ذہنیہ (۳) قضیہ حقیقیہ۔

قضیہ خارجیہ: اگر قضیہ کا موضوع خارج میں موجود ہے تو اسکو قضیہ خارجیہ کہتے ہیں جیسے الانسان کاتب

قضیہ ذہنیہ:۔ جس میں موضوع ذہن میں موجود ہو جیسے الانسان کلی یہاں پر موضوع یعنی طبعیت انسانی جس پر کلی ہونے کا حکم لگایا جا رہا ہے ہمارے ذہن میں ہے خارج میں نہیں ہے۔

قضیہ حقیقیہ:۔ اگر موضوع ذہن اور خارج سے قطع نظر ہوکر فقط نفس الامر میں ہوتو اس کو قضیہ حقیقیہ کہتے ہیں مثلاً تین چھ کا آدھا ہے۔ تین پر چھ کے نصف ہونے کا حکم صرف خارج یا صرف ذہن کے اعتبار سے نہیں لگایا جارہا بلکہ دونوں سے قطع نظر کرکے لگایا جارہا ہے۔

فَصلٌ: اَلْقَضِيَةُ الْمُوْجِبَةُ وَكَذَا السَّالِبَةُ تَنْقَسِمَانِ اِلٰى مَعْدُوْلَةٍ وَغَيْرِ مَعْدُوْلَةٍ فَالْمَعْدُوْلَةُ مَايَكُوْنُ فِيْهِ حَرْفُ السَّلْبِ جُزْءً مِّنَ الْمَوْضُوْعِ اَوْ مِنَ الْمَحْمُوْلِ اَوْ كِلَيْهِمَا مِثَالُ الْاَوَّلِ قَوْلُنَا اَللَّاحَيُّ جَمَادٌ مِثَالُ الثَّانِيْ زَيْدٌ لا عَالِمٌ مِثَالُ الثَّالِثِ اَللَّا حَيُّ لا عَالِمٌ هٰذَا فِي الْاِيْجَابِ وَاَمَّا فِي السَّلْبِ فَمِثَالُ الْاَوَّلِ اَللَّاحَيُّ لَيْسَ بِعَالِمٍ وَمِثَالُ الثَّانِيْ اَلْعَالِمُ لَيْسَ بِلَاحَيٍّ وَمِثَالُ الثَّالِثِ اَللَّاحَيُّ لَيْسَ بِلَا جَمَادٍ وَغَيْرُ الْمَعْدُوْلَةِ بِخِلَافِهَا وَيُسَمّٰى غَيْرُ الْمَعْدُوْلَةِ فِي الْمُوْجِبَةِ بِالْمُحَصَّلَةِ وَفِي السَّالِبَةِ بِالْبَسِيْطَةِ

ترجمہ:۔ فصل: قضیہ موجبہ اور ایسے ہی سالبہ معدولہ اور غیر معدولہ کی طرف تقسیم ہوتے ہیں۔ پس معدولہ وہ قضیہ ہے جس میں حرف سلب موضوع یا محمول یا دونوں کا جزء ہو اول کی مثال ہمارا قول اللاحی جماد اور ثانی کی مثال زید لا عالم اور ثالث کی مثال اللا حی لا عالم ہے یہ امثلہ ایجاب کی ہیں اور بہرحال سلب میں پس اول کی مثال اللاحی لیس بعالم اور ثانی کی مثال العالم لیس بلاحی اور ثالث کی مثال اللا حی لیس بلا جماد اور غیر معدولہ اس کے برخلاف ہے اور قضیہ غیر معدولہ کا نام موجبہ میں محصلہ اور سالبہ میں بسیطہ رکھاجاتا ہے۔

تشریح:۔ اس فصل میں قضیہ حملیہ کی حرف سلب کے اعتبار سے تقسیم کررہے ہیں۔ اصل کے اعتبار سے حرف سلب ثبوت شی کی نفی کرتا ہے لیکن کبھی کبھی حرف سلب اپنے معنی سے تجاوز کرکے موضوع یا محمول یا دونوں کا جزء بن جاتا ہے اس وقت اس کا نام قضیہ معدولہ رکھاجاتا ہے اور جب یہ کسی کا جز نہ ہو اس وقت موجبہ میں اس کا نام قضیہ غیر معدولہ ومحصلہ اور سالبہ میں قضیہ بسیطہ رکھا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ: اسکو قضیہ معدولہ اسلئے کہتے ہیں کہ اسمیں حرف سلب اپنے اصلی معنی سے عدول اور تجاوز کرجاتا ہے

اقسام معدولہ:۔قضیہ معدولہ کی چھ قسمیں ہیں کیونکہ قضیہ موجبہ ہوگا یا سالبہ۔اگر قضیہ موجبہ ہے تو حرف سلب موضوع کا جزء بنے گا یا محمول کا یا دونوں کا۔اگر قضیہ موجبہ میں حرف سلب موضوع کا جزء ہو تو اسے معدولۃ الموضوع کہتے ہیں اگر محمول کا جزء ہو تو اسے معدولۃ المحمول کہتے ہیں اور اگر دونوں کا جزء ہو تو اسے معدولۃ الطرفین کہتے ہیں بعینہ اسی طرح سالبہ کی بھی تین قسمیں ہیں ان کی مثالیں ذکر کی جاتی ہیں

﴿۱﴾موجبۃ معدولۃ الموضوع:اللا حی جماد ﴿۲﴾موجبہ معدولۃ المحمول:زید لا عالم

﴿۳﴾موجبہ معدولۃ الطرفین:اللاحی لا عالم ﴿۴﴾سالبہ معدولۃ الموضوع:اللاحی لیس بعالم

﴿۵﴾سالبہ معدولۃ المحمول:العالم لیس بلا حی ﴿۶﴾سالبہ معدولۃ الطرفین:اللا حی لیس بلاجماد

فائدہ ﴿۱﴾:۔اس بات کی پہچان کہ حرف نفی کلمہ کا جزء ہے یا نہیں اس طرح ہوگی کہ اگر حرف رابطہ مذکور ہے اور حرف نفی حرف رابطہ سے پہلے ہے تو وہ جزء کلمہ نہیں۔اگر بعد میں ہے تو پھر وہ جزء کلمہ ہے۔اور اگر حرف رابطہ ذکر نہیں کیا گیا تو پھر سیاق وسباق سے پتہ چلے گا۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔قضیہ موجبہ غیر معدولہ کو قضیہ محصلہ کہتے ہیں کیونکہ اس کے تمام اجزاء حاصل ہونے والے یعنی وجودی ہوتے ہیں اور قضیہ سالبہ غیر معدولہ کو قضیہ بسیطہ کہتے ہیں۔

فائدہ ﴿۳﴾:۔زید لیس بعالم اور زید لا عالم میں کیا فرق ہے؟ ان کے درمیان تفصیلی فرق تو ان شاء اللہ بڑی کتابوں میں آئے گا مختصراً یہ یاد رکھیں کہ قضیہ موجبہ میں وجود موضوع ضروری ہوتا ہے یعنی اگر موضوع موجود ہو تو کسی شی کو اس کیلئے ثابت کرنا جائز ہے اگر موضوع موجود نہیں تو اس کیلئے کسی شی کو ثابت کرنا جائز نہیں، جبکہ قضیہ سالبہ میں وجود موضوع ضروری نہیں لھذا جب ہم زید لیس بعالم کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زید موجود ہو یا نہ ہو وہ عالم نہیں ہے مگر جب ہم زید لا عالم کہیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زید موجود ہے اور اس کیلئے لاعلمی ثابت ہو رہی ہے۔

فَصلٌ: وَقَدْ یُذْکَرُ الجِھَةُ فِي القَضِیَّةِ فَیُسَمّٰی مُوَجَّھَةً وَرُبَاعِیَّةً اَیْضًا وَالْمُوَجَّھَاتُ خَمْسَةَ عَشَرَ ثَمَانِیَةٌ مِنْھَا بَسِیطَةٌ وَسَبْعَةٌ مِنْھَا مُرَکَّبَةٌ اَمَّا الْبَسَائِطُ فَاَحَدُھَا الضَّرُوْرِیَّةُ

الْمُطْلَقَةُ وَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ سَلْبِهٖ عَنْهُ مَادَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مَوْجُوْدَةً كَقَوْلِكَ الْاِنْسَانُ حَيْوَانٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَالْاِنْسَانُ لَيْسَ بِحَجَرٍ بِالضَّرُوْرَةِ وَالثَّانِيَةُ الدَّائِمَةُ الْمُطْلَقَةُ وَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِدَوَامِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ سَلْبِهٖ عَنْهُ كَقَوْلِكَ كُلُّ فَلَكٍ مُتَحَرِّكٌ بِالدَّوَامِ وَلَاشَيْءَ مِنَ الْفَلَكِ بِسَاكِنٍ بِالدَّوَامِ وَالثَّالِثَةُ الْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ نَفْيِهٖ عَنْهُ مَادَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مَوْصُوْفًا بِالْوَصْفِ الْعُنْوَانِيْ وَالْوَصْفُ الْعُنْوَانِيُّ عِنْدَهُمْ مَا عُبِّرَ بِهٖ عَنِ الْمَوْضُوْعِ كَقَوْلِنَا كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ بِالضَّرُوْرَةِ مَا دَامَ كَاتِبًا وَلَا شَيْءَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْاَصَابِعِ بِالضَّرُوْرَةِ مَادَامَ كَاتِبًا وَالرَّابِعَةُ الْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِدَوَامِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ سَلْبِهٖ عَنْهُ مَادَامَ ذَاتُ الْمَوْضُوْعِ مُتَّصِفًا بِالْوَصْفِ الْعُنْوَانِيْ كَقَوْلِنَا بِالدَّوَامِ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا وَبِالدَّوَامِ لَا شَيْءَ مِنَ النَّائِمِ بِمُسْتَيْقِظٍ مَادَامَ نَائِمًا وَالْخَامِسَةُ الْوَقْتِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ وَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ نَفْيِهٖ عَنْهُ فِيْ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ مِّنْ اَوْقَاتِ الذَّاتِ كَمَا تَقُوْلُ كُلُّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَقْتَ حَيْلُوْلَةِ الْاَرْضِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الشَّمْسِ وَلَا شَيْءَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ بِالضَّرُوْرَةِ وَقْتَ التَّرْبِيْعِ وَالسَّادِسَةُ الْمُنْتَشِرَةُ الْمُطْلَقَةُ وَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِضَرُوْرَةِ ثُبُوْتِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ نَفْيِهٖ عَنْهُ فِيْ وَقْتٍ غَيْرِ مُّعَيَّنٍ مِنْ اَوْقَاتِ الذَّاتِ نَحْوُ كُلُّ حَيْوَانٍ مُتَنَفِّسٌ بِالضَّرُوْرَةِ وَقْتًا مَّا وَلَا شَيْءَ مِنَ الْحَجَرِ بِمُتَنَفِّسٍ بِالضَّرُوْرَةِ وَقْتًا مَّا وَالسَّابِعَةُ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِوُجُوْدِ الْمَحْمُوْلِ لِلْمَوْضُوْعِ اَوْ سَلْبِهٖ عَنْهُ اَيْ فِيْ اَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلٰثَةِ كَقَوْلِكَ كُلُّ اِنْسَانٍ ضَاحِكٌ بِالْفِعْلِ وَلَا شَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِضَاحِكٍ بِالْفِعْلِ

وَالثَّامِنَةُ الْمُمْكِنَةُ الْعَامَّةُ وَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِسَلْبِ ضَرُوْرَةِ الْجَانِبِ الْمُخَالِفِ كَقَوْلِكَ كُلُّ نَارٍ حَارَّةٌ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ وَلَاشَيْئَ مِنَ النَّارِ بِبَارِدٍ بِالْإِمْكَانِ الْعَامِ

ترجمہ:۔ فصل: اور کبھی قضیہ میں جہت کو ذکر کیا جاتا ہے تو قضیہ کا نام موجہہ اور رباعیہ رکھا جاتا ہے اور موجہات پندرہ ہیں جن میں سے آٹھ بسیطہ اور سات مرکبہ ہیں۔ بہر حال بسائط ان میں سے ایک ضروریہ مطلقہ ہے اور وہ ایسا قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو محمول کے موضوع کیلئے ثبوت یا موضوع سے سلب کے ضروری ہونے کے ساتھ جب تک ذات موضوع موجود رہے جیسے تیرا قول الانسان حیوان الخ اور دوسرا دائمہ مطلقہ ہے اور وہ ایسا قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو محمول کے موضوع کیلئے ثبوت یا موضوع سے سلب کے دائمی ہونے کے ساتھ جیسے تیرا قول کل فلک متحرک الخ اور تیسرا مشروطہ عامہ ہے اور وہ ایسا قضیہ ہے جس میں محمول کے موضوع کیلئے ثبوت یا موضوع سے نفی کے ضروری ہونے کے ساتھ حکم لگایا گیا ہو جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف رہے۔ اور وصف عنوانی منطقیوں کے ہاں وہ ہے جس کے ساتھ موضوع کو تعبیر کیا گیا ہو جیسے ہمارا قول کل کاتب الخ اور چوتھا عرفیہ عامہ ہے اور وہ ایسا قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو محمول کے موضوع کیلئے ثبوت یا موضوع سے سلب کے دائمی ہونے کے ساتھ جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ متصف رہے جیسے ہمارا قول بالدوام کل الخ اور پانچواں وقتیہ مطلقہ ہے اور وہ ایسا قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو محمول کے موضوع کیلئے ثبوت یا موضوع سے نفی کے ضروری ہونے کے ساتھ ذات کے اوقات میں سے کسی وقت معین میں جیسا کہ تو کہے کل قمر الخ اور چھٹا منتشرہ مطلقہ ہے اور وہ ایسا قضیہ ہے جس میں محمول کے موضوع کیلئے ثبوت یا موضوع سے نفی کے ضروری ہونے کے ساتھ حکم لگایا گیا ہو اوقات ذات میں سے کسی غیر معین وقت میں جیسے کل حیوان الخ اور ساتواں مطلقہ عامہ ہے اور وہ ایسا قضیہ ہے جس میں محمول کے موضوع کیلئے ثبوت یا اس سے سلب کا حکم لگایا گیا ہو تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں جیسے تیرا قول کل انسان الخ اور آٹھواں ممکنہ عامہ ہے اور وہ ایسا قضیہ ہے جسمیں جانب مخالف کی ضرورت کے سلب کا حکم لگایا گیا ہو جیسے تیرا قول کل نار الخ

تشریح:۔اس فصل میں مصنفؒ قضیہ حملیہ کی باعتبار جہت قضیہ کے تقسیم کرر ہے ہیں ۔جن قضایا میں جہت مذکور ہوان کو موجہہ کہتے ہیں ان موجہات کو آسانی سے سمجھنے کیلئے پہلے چند فوائد ذکر کئے جاتے ہیں

فائدہ ﴿۱﴾:۔تمام قضایا میں چار احتمالوں میں سے کوئی ایک احتمال ضرور پایا جاتا ہے اوران احتمالوں کو کیفیات کہتے ہیں ۔(۱) اس قضیہ میں ایک شی کا ثبوت دوسری شی کیلئے یا ایک شی کی نفی دوسری شی سے ضروری ہوگی جیسے الانسان حیوان بالضرورۃ میں حیوانیت کا ثبوت انسان کیلئے ضروری ہے اور لا شیٔ من الفرس بحجر بالضرورۃ میں حجریت کی فرس سے نفی ضروری ہے۔(۲) ایک شی کا ثبوت دوسری شی کیلئے یا ایک شی کی نفی دوسری شی سے دائمی اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہوگی جیسے کل فلک متحرک بالدوام اس میں تحرک ،فلک کیلئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ثابت ہورہا ہے اور لا شیٔ من الفلک بساکن بالدوام میں سکون کی فلک سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نفی ہورہی ہے۔(۳) ایک شی کا ثبوت دوسری شی کیلئے یا ایک شی کی نفی دوسری شی سے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں ہوگی جیسے الانسان ضاحک بالفعل اس میں ضحک کو انسان کیلئے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ثابت کیا جارہا ہے۔اور لا شیٔ من الانسا بضاحک بالفعل میں ضحک کی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں انسان سے نفی کیا جارہی ہے۔

(۴) ایک شی کا ثبوت دوسری شی کیلئے یا ایک شی کی نفی دوسری شی سے ممکن ہوگی جیسے الانسان کاتب بالامکان اس میں یہ بتایا جارہا ہے کہ انسان کا کاتب ہونا ممکن ہے۔اور الانسان لیس بکاتب میں بتایا جارہا ہے کہ انسان کا کاتب نہ ہونا بھی ممکن ہے۔

ان چار کیفیات میں سے پہلی کو بالضرورۃ، دوسری کو بالدوام،تیسری کو بالفعل اور چوتھی کو بالامکان کے الفاظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

(۵) ایک اور احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شی کا ثبوت دوسری شی کیلئے یا ایک شی کی نفی دوسری شی سے ممتنع ہو لیکن یہ محض عقلی احتمال ہے اس میں چونکہ امتناع کا حکم ہے اس لئے اس سے بحث نہیں ہوتی۔

ہر قضیہ میں ان چار میں سے کوئی نہ کوئی احتمال ضرور ہوتا ہے لیکن کبھی اس کو لفظوں میں ذکر

کرتے ہیں اور کبھی نہیں کرتے ۔اگر قضیہ میں ان کو ذکر کیا جائے تو جس لفظ کو ان کیفیات میں سے کسی ایک کو بیان کرنے کیلئے ذکر کیا جاتا ہے اس کو جہت قضیہ کہتے ہیں اور اس قضیے کو (جس میں ان چار جہات میں سے کسی ایک جہت کو ذکر کیا جاتا ہے) اس کو قضیہ موجہہ کہتے ہیں اور اس کو رباعیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں چار چیزیں ہوتی ہیں (۱) موضوع (۲) محمول (۳) حرف رابطہ (۴) جہت ۔اگر ان کیفیات میں سے کسی کیفیت کو ذکر نہ کیا جائے تو اس کو قضیہ مطلقہ کہتے ہیں۔

سوال:۔اگر قضیہ کو چار چیزوں کی وجہ سے قضیہ رباعیہ کہتے ہیں تو پھر قضیہ محصورہ کو بھی رباعیہ کہنا چاہیے کیونکہ اس میں بھی چوتھی چیز سور پائی جاتی ہے پھر اس کو رباعیہ کیوں نہیں کہتے؟ **جواب:**۔ جہت قضیہ کے ساتھ ہمیشہ لازم ہوتی ہے اس کو ذکر کیا جائے یا نہ، بہرحال وہ مراد ہوتی ہے اور سور بعض قضایا کے ساتھ نہیں ہوتا جیسے شخصیہ ،مہملہ اور طبعیہ وغیرہ اس لئے سور کو چوتھی چیز شمار کر کے قضیہ کو رباعیہ نہیں کہہ سکتے

سوال:۔آپ نے کہا جہت لازم ہوتی ہے حالانکہ قضیہ مطلقہ میں تو جہت نہیں ہوتی؟

جواب:۔قضیہ مطلقہ میں جہت کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔پھر اس قضیہ موجہہ کی دو قسمیں ہیں (۱) بسیطہ (۲) مرکبہ۔

بسیطہ:۔بسیطہ وہ ہے جس میں ایک قضیہ موجہہ ہو۔ **مرکبہ:**۔وہ ہے جس میں دو قضیے موجہہ ہوں۔

قضایا موجہہ بسیطہ آٹھ ہیں اور مرکبہ کے عقلی طور پر چونسٹھ احتمالات ہیں مگر اس جگہ صرف سات بیان کئے جائیں گے۔

﴿قضایا موجہہ بسائط﴾

ان چار کیفیات میں سے بالضرورۃ کی پھر چار، بالدوام کی دو، اور بالفعل اور بالامکان کی ایک ایک قسم معتبر ہے اس طرح یہ کل آٹھ اقسام بنتی ہیں ۔قضیہ بسیطہ بالضرورۃ کی مندرجہ ذیل چار قسام ہیں ﴿۱﴾ ضروریہ مطلقہ ﴿۲﴾ مشروطہ عامہ ﴿۳﴾ وقتیہ مطلقہ ﴿۴﴾ منتشرہ مطلقہ۔

﴿١﴾ضروریہ مطلقہ:۔وہ ہے کہ ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کیلئے یا ایک چیز کی نفی دوسری چیز سے ضروری ہو جب تک ذات موضوع موجود ہے اور جیسے ہی ذات موضوع ختم ہو جائے تو ثبوت اور نفی بھی ختم ہو جائے جیسے کل انسان حیوان بالضرورۃ (ہر انسان حیوان ہے ضروری طور پر) اس کا مطلب یہ ہے کہ حیوانیت انسان کیلئے ضروری طور پر ثابت ہے لیکن جب تک ذات موضوع یعنی انسان کے افراد موجود ہیں جب انسان کے افراد ختم ہو جائیں تو حیوانیت کا ثبوت بھی انسان کیلئے ختم ہو جائیگا اسی طرح لا شئ من الانسان بحجر بالضرورۃ (کوئی انسان پتھر نہیں ہے ضروری طور پر) کا مطلب یہ ہے کہ انسان سے حجریت کی نفی ہے جب تک ذات موضوع یعنی انسان کے افراد موجود ہیں جب انسان کے افراد نہ ہوں تو حجریت کی نفی بھی انسان کے افراد سے نہیں ہوگی۔

﴿٢﴾مشروطہ عامہ:۔ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کیلئے یا ایک چیز کی نفی دوسری چیز سے ضروری ہو جب تک ذات موضوع موصوف رہے اس وصف عنوانی کے ساتھ اور جیسے ہی ذات موضوع سے وہ وصف عنوانی ختم ہو جائے تو ثبوت اور نفی کا حکم بھی ختم ہو جائے جیسے کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا (ہر کاتب کی انگلیاں حرکت کرنے والی ہیں ضروری طور پر جب تک وہ کاتب ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ تحرک اصابع کاتب کیلئے اس وقت تک ثابت ہے جب تک ذات موضوع یعنی کاتب کے افراد وصف عنوانی یعنی کتابت کے ساتھ موصوف ہیں اور جب کاتب کے افراد کاتب نہ رہیں مثلاً نائم (سونے والے) ہو جائیں تو تحرک اصابع والا حکم بھی ختم ہو جائیگا اسی طرح لا شئ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا (کسی کاتب کی انگلیاں ساکن نہیں ہیں ضروری طور پر جب تک وہ کاتب ہے) یعنی سکون اصابع کی نفی کاتب ہونے تک ہے جب کتابت والی وصف نہ ہو اس وقت سکون اصابع کی نفی بھی نہیں ہوگی۔

﴿٣﴾وقتیہ مطلقہ:۔ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کیلئے یا ایک چیز کی نفی دوسری چیز سے ضروری ہو وقت معین میں اور جیسے ہی وہ وقت ختم ہو جائے تو ثبوت یا نفی بھی ختم ہو جائے جیسے کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت حیلولۃ الارض بینہ وبین الشمس (ہر چاند کو گرہن لگنے والا ہے

زمین کے سورج اور چاند کے درمیان حائل ہونے کے وقت) اس مثال میں فقط زمین کے سورج اور چاند کے درمیان حائل ہونے کے وقت قمر پر منخسف ہونے کا ثبوت ہے اس کے بعد نہیں۔ سالبہ کی مثال **لا شیء من القمر بمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع** (کسی چاند کو گرہن لگنے والا نہیں ہے تربیع کے وقت) اس میں فقط تربیع کے وقت قمر سے انخساف کی نفی ہے۔

فائدہ:۔ چاند گرہن اس وقت ہوتا ہے جب سورج اور چاند کے درمیان زمین آجاتی ہے اور وہ وقت جس میں سورج اور چاند کے درمیان زمین نہ آئے اس کو عربی میں وقت تربیع کہتے ہیں۔

﴿۴﴾ **منتشرہ مطلقہ:۔** ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کیلئے یا ایک چیز کی نفی دوسری چیز سے ضروری طور پر ہو لیکن کسی غیر معین وقت میں جیسے **کل حیوان متنفس بالضرورۃ وقتا ما** (ہر انسان سانس لینے والا ہے کسی نہ کسی وقت) اس میں حیوان پر متنفس ہونے کا حکم غیر معین وقت میں ہے اسی طرح سالبہ کی مثال **لاشیء من الحجر بمتنفس بالضرورۃ وقتا ما** (کوئی پتھر سانس لینے والا نہیں ہے ضروری طور پر کسی نہ کسی وقت میں) اس میں پتھر سے سانس لینے کی نفی غیر معین وقت میں ہے۔

کیفیت بالدوام کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ دائمہ مطلقہ ﴿۲﴾ عرفیہ عامہ۔

کیفیت بالدوام کے بھی عقلی طور پر چار احتمال ہونے چاہئیں مگر آخری دو احتمال یعنی معین اور غیر معین وقت والے احتمال یہاں نہیں ہیں کیونکہ اس میں ثبوت یا نفی دائمی طور پر ہوتی ہے تو دائمی طور پر بھی نفی ہو اور ساتھ معین یا غیر معین وقت کی بھی قید لگادیں تو یہ محال ہوگا۔ الحاصل کیفیت بالدوام کی صرف دو قسمیں ہیں

﴿۵﴾ **دائمہ مطلقہ:۔** جس میں ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کیلئے یا اس سے نفی دائمی طور پر ہو جب تک ذات موضوع موجود ہے جیسے **کل فلک متحرک بالدوام** اس مثال میں تحرک کو فلک کیلئے دائمی طور پر ثابت کیا جا رہا ہے جب تک فلک قائم ہے جب فلک ختم ہو جائے گا تو تحرک بھی ختم ہو جائے گا سالبہ کی مثال **لاشیء من الفلک بساکن بالدوام** اس میں سکون کی فلک سے نفی کی جا رہی ہے ہمیشہ کیلئے لیکن جب تک ذات موضوع یعنی فلک قائم ہے۔

﴿۶﴾ عرفیہ عامہ:۔ جس میں ایک شی کا ثبوت دوسری شی کیلئے یا ایک شی کی نفی دوسری شی سے دائمی طور پر ہو جب تک ذات موضوع موصوف رہے اس وصف عنوانی کے ساتھ جیسے کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا اس مثال میں تحرک اصابع کو کاتب کیلئے دائمی طور پر ثابت کیا جارہا ہے لیکن جب تک کاتب، کاتب رہے یعنی کتابت والی وصف عنوانی کے ساتھ متصف رہے جب وہ کاتب مثلاً نائم ہو جائیگا یعنی کتابت والی وصف اس میں ختم ہو جائیگی تو تحرک اصابع والا حکم بھی ختم ہو جائیگا۔ اسی طرح لا شئ من النائم بمستیقظ بالدوام مادام نائما اس میں جاگنے کی سونے والے سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نفی کی جارہی ہے لیکن جب تک وہ نائم ہے جیسے ہی نائم والی صفت اس سے ختم ہو جائیگی تو جاگنے کی نفی بھی ختم ہو جائیگی۔

کیفیت بالفعل اور بالامکان دونوں کی ایک ایک قسم معتبر ہے کیفیت بالفعل کی قسم کو مطلقہ عامہ اور بالامکان کی قسم کو ممکنہ عامہ کہتے ہیں

﴿۷﴾ مطلقہ عامہ:۔ ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کیلئے یا ایک چیز کی نفی دوسری چیز سے بالفعل یعنی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ہو جیسے کل انسان ضاحک بالفعل (ہر انسان ہنسنے والا ہے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں) اور لا شئ من الانسان بضاحک بالفعل (کوئی انسان ہنسنے والا نہیں ہے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں)

﴿۸﴾ ممکنہ عامہ:۔ ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کیلئے یا ایک چیز کی نفی دوسری چیز سے ممکن ہو ممکن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی نفی یا اثبات ہے اس کی جانب مخالف کا ہونا ضروری نہ ہو یعنی جب ایک شی کا ثبوت دوسری شی کیلئے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس شی کا نہ ہونا ضروری نہیں اور جب ایک شی کی دوسری شی سے نفی ہو رہی ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس شی کا ثبوت ضروری نہیں۔ لھذا ممکنہ عامہ کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ جس میں جانب مخالف کی ضرورت کا سلب ہو جیسے کل نار حارۃ بالامکان العام (ہر آگ گرم ہے بالامکان العام) اس کا مطلب یہ ہے کہ آگ گرم ہو سکتی ہے اور اس کی جانب مخالف (آگ کا ٹھنڈا ہونا) ضروری نہیں۔ اسی طرح لا شئ من النار ببارد بالامکان

العام یعنی آگ کا ٹھنڈا نہ ہونا ممکن ہے اس کی جانب مخالف آگ کا ٹھنڈا نہ ہونا ضروری نہیں۔

الحاصل:۔ قضایا موجہہ بسائط کل آٹھ ہیں (۱)ضروریہ مطلقہ (۲)مشروطہ عامہ (۳) وقتیہ مطلقہ (۴)منتشرہ مطلقہ (۵) دائمہ مطلقہ (۶) عرفیہ عامہ (۷) مطلقہ عامہ (۸) ممکنہ عامہ

ان آٹھوں قضایا کی بالتفصیل موجبہ اور سالبہ، کلیہ اور جزئیہ کی مثالیں نقشے میں ملاحظہ کریں

﴿نقشہ قضایا موجہہ بسائط بمع امثلہ﴾

نمبر شمار	نام قضیہ	کیفیت	مثال
۱	ضروریہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل انسان حیوان بالضرورۃ
۲	//	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان حیوان بالضرورۃ
۳	//	سالبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بحجر بالضرورۃ
۴	//	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بحجر بالضرورۃ
۵	مشروطہ عامہ	موجبہ کلیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا
۶	//	موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا
۷	//	سالبہ کلیہ	لا شئ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا
۸	//	سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا
۹	وقتیہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت حیلولۃ الارض بینہ و بین الشمس
۱۰	//	موجبہ جزئیہ	×
۱۱	//	سالبہ کلیہ	لاشئ من القمر بمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع
۱۲	//	سالبہ جزئیہ	×
۱۳	منتشرہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل انسان متنفس بالضرورۃ وقتا ما
۱۴	//	موجبہ جزئیہ	×
۱۵	//	سالبہ کلیہ	لا شئ من الانسان بمتنفس بالضرورۃ وقتا ما
۱۶	//	سالبہ جزئیہ	×

١٧	دائمہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	كل فلك متحرك بالدوام
١٨	//	موجبہ جزئیہ	بعض الفلك متحرك بالدوام
١٩	//	سالبہ کلیہ	لا شئ من الفلك بساكن بالدوام
٢٠	//	سالبہ جزئیہ	بعض الفلك ليس بساكن بالدوام
٢١	عرفیہ عامہ	موجبہ کلیہ	كل كاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبا
٢٢	//	موجبہ جزئیہ	بعض الكاتب متحرك الاصابع بالدوام مادام كاتبا
٢٣	//	سالبہ کلیہ	لا شئ من الكاتب بساكن الاصابع بالدوام مادام كاتبا
٢٤	//	سالبہ جزئیہ	بعض الكاتب ليس بساكن الاصابع بالدوام مادام كاتبا
٢٥	مطلقہ عامہ	موجبہ کلیہ	كل انسان متنفس بالفعل
٢٦	//	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالفعل
٢٧	//	سالبہ کلیہ	لا شئ من الانسان بضاحك بالفعل
٢٨	//	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان ليس بضاحك بالفعل
٢٩	ممکنہ عامہ	موجبہ کلیہ	كل انسان كاتب بالامكان العام
٣٠	//	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان كاتب بالامكان العام
٣١	//	سالبہ کلیہ	لا شئ من الانسان بكاتب بالامكان العام
٣٢	//	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان ليس بكاتب بالامكان العام

فَصْلٌ فِيْ الْمُرَكَّبَاتِ: اَلْمُرَكَّبَةُ قَضِيَّةٌ رُكِّبَتْ حَقِيْقَتُهَا مِنْ اِيْجَابٍ وَّسَلْبٍ وَالْاِعْتِبَارُ فِيْ تَسْمِيَتِهَا مُوْجَبَةً اَوْ سَالِبَةً لِلْجُزْءِ الْاَوَّلِ فَاِنْ كَانَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ مُوْجِبًا كَقَوْلِكَ بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِباً لا دَائِمًا سُمِّيَتْ مُوْجَبَةً وَاِنْ كَانَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ سَالِبًا كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ لا شَئَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا لا دَائِمًا سُمِّيَتْ سَالِبَةً وَمِنَ الْمُرَكَّبَاتِ الْمَشْرُوْطَةُ الْخَاصَّةُ وَهِيَ الْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ وَمَرَّ مِثَالُهَا اِيْجَابًا وَّسَلْبًا

وَمِنْهَا الْعُرْفِيَةُ الْخَاصَّةُ وَهِيَ الْعُرْفِيَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ كَمَا تَقُوْلُ دَائِمًا كُلُّ كَاتِبٍ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا لَادَائِمًا وَدَائِمًا لَاشَئَ مِنَ الْكَاتِبِ بِسَاكِنِ الْاَصَابِعِ مَادَامَ كَاتِبًا لَا دَائِمًا وَمِنْهَا الْوُجُوْدِيَةُ اللَّاضَرُوْرِيَةُ وَهِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّاضَرُوْرَةِ بِحَسْبِ الذَّاتِ كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ كَاتِبٌ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُوْرَةِ فِي الْاِيْجَابِ وَلَا شَئَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِكَاتِبٍ بِالْفِعْلِ لَابِالضَّرُوْرَةِ فِي السَّلْبِ وَمِنْهَاالْوُجُوْدِيَةُ اللَّادَائِمَةُ وَهِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ كَقَوْلِكَ فِي الْاِيْجَابِ كُلُّ اِنْسَانٍ ضَاحِكٌ بِالْفِعْلِ لَا دَائِماً وَقَوْلِكَ فِي السَّلْبِ لَا شَئَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِضَاحِكٍ بِالْفِعْلِ لَا دَائِماً وَمِنْهَا الْوَقْتِيَةُ وَهِيَ الْوَقْتِيَةُ الْمُطْلَقَةُ اِذَا قُيِّدَبِاللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ كَقَوْلِنَا بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ قَمَرٍ مُنْخَسِفٌ وَقْتَ حَيْلُوْلَةِ الْاَرْضِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّمْسِ لَا دَائِمًا وَبِالضَّرُوْرَةِ لَا شَئَ مِنَ الْقَمَرِ بِمُنْخَسِفٍ وَقْتَ التَّرْبِيْعِ لَا دَائِمًاوَمِنْهَاالْمُنْتَشِرَةُ وَهِيَ الْمُنْتَشِرَةُ الْمُطْلَقَةُ الْمُقَيَّدَةُ بِاللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ مِثَالُهَا بِالضَّرُوْرَةِ كُلُّ اِنْسَانٍ مُتَنَفِّسٌ فِي وَقْتٍ مَّالَادَائِمًا وَبِالضَّرُوْرَةِ لَا شَئَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِمُتَنَفِّسٍ وَقْتًا مَّا لَا دَائِمًا وَمِنْهَا الْمُمْكِنَةُ الْخَاصَّةُ وَهِيَ الَّتِي حُكِمَ فِيْهَا بِارْتِفَاعِ الضَّرُوْرَةِ الْمُطْلَقَةِ عَنْ جَانِبَي الْوُجُوْدِ وَالْعَدَمِ جَمِيْعًا كَقَوْلِكَ بِالْاِمْكَانِ الْخَاصِ كُلُّ اِنْسَانٍ ضَاحِكٌ وَبِالْاِمْكَانِ الْخَاصِ لَا شَئَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِضَاحِكٍ

ترجمہ:۔ **فصل مرکبات کے بیان:** میں قضیہ مرکبہ وہ قضیہ ہے جس کی حقیقت ایجاب اور سلب سے مرکب ہو۔اوراس کا نام مرکبہ موجبہ یا سالبہ رکھنے میں جزءاول کا اعتبار ہے پس اگر جزءاول موجبہ ہو جیسے تیرا قول بالضرورۃ کل کاتب الخ اس کا نام موجبہ رکھا جاتا ہے اوراگر جزءاول سالبہ ہے جیسے ہمارا قول بالضرورہ لا شئ من الکاتب الخ تواس کا نام سالبہ رکھا جاتا ہے۔اورمرکبات میں سے مشروطہ خاصہ ہے اوروہ مشروطہ عامہ ہی ہے لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ اوراس کی ایجابی وسلبی

مثال گزر چکی ہے۔اوران مرکبات میں سے عرفیہ خاصہ ہےاوروہ عرفیہ عامہ ہی ہےلا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ جیسا کہ تو کہے دائما کل کاتب الخ۔اورمرکبات میں سے وجودیہ لاضروریہ ہےاوروہ مطلقہ عامہ ہی ہے جولاضرورۃ ذاتی کی قید کے ساتھ جیسے ہماراقول کل انسان الخ ایجاب میں اور لا شئ من الانسان الخ سلب میں اوران میں سے وجودیہ لا دائمہ ہےاوروہ مطلقہ عامہ ہی ہےلا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ جیسے تیراقول ایجاب میں بالضرورۃ کل انسان الخ اوران میں سے وقتیہ ہےاوروہ وقتیہ مطلقہ ہی ہے جب اس کودوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کیا جائے جیسے ہماراقول بالضرورۃ کل قمر الخ اوران میں منتشرہ ہےاوروہ منتشرہ مطلقہ ہی ہے جولا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہواس کی مثال بالضرورۃ کل انسان الخ اوران مرکبات میں سے ممکنہ خاصہ ہےاوروہ ایسا قضیہ ہےجس میں حکم لگایا گیا ہوضرورت مطلقہ کے مرتفع کا وجوداورعدم دونوں جانبوں سے جیسے تیراقول بالامکان الخاص کل انسان الخ۔

تشریح:۔کبھی دو بسیطوں سے مل کرایک قضیہ بنتا ہےاس کوقضیہ مرکبہ کہتے ہیں کیونکہ وہ دوقضیوں سے مرکب ہوتا ہےان مرکبات کی وضاحت سے پہلے چندفوائدذکر کئے جاتے ہیں۔

فائدہ﴿۱﴾:۔بعض اوقات کسی قضیہ بسیطہ کے ذکرکرنے کے بعدبھی مخاطب کے ذہن میں کچھ وہم رہ جاتا ہےاس وہم کودورکرنے کیلئے ایک دوسراقضیہ بسیطہ ذکرکردیتے ہیں جس سے وہ وہم دورہوجاتا ہے۔

فائدہ﴿۲﴾:۔قضیہ مرکبہ بناتے وقت دونوں قضایا موجبہ بھی نہیں ہوں گےاوردونوں سالبہ بھی نہیں ہوں گے بلکہ ایک قضیہ موجبہ ہوگا اورایک سالبہ۔لیکن کلیت وجزئیت کے اعتبار سے متحد ہوں گے اگر پہلا قضیہ کلیہ ہوتو دوسرا بھی کلیہ ہوگا اگر پہلا قضیہ جزئیہ ہوتو دوسرا بھی جزئیہ ہوگا۔

فائدہ﴿۳﴾:۔قضیہ مرکبہ کا نام رکھنے میں پہلے جزء کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اگر پہلا جزء موجبہ ہوتو سارا قضیہ موجبہ ہوگا اوراگر پہلا سالبہ ہوتو سارا قضیہ سالبہ ہوگا۔

فائدہ﴿۴﴾:۔عقلی طور پرتو قضیہ مرکبہ کے چوسٹھ (۶۴) احتمال بنتے ہیں کیونکہ قضایا بسائط کل آٹھ ہیں اور آٹھ کو آٹھ کے ساتھ ملانے سے چوسٹھ (۶۴) احتمال بنتے ہیں۔مگر مناطقہ ان میں سے صرف سات ذکرکرتے

ہیں۔ بقیہ میں سے بعض میں وہم مخاطب نہیں ہوتا اس لئے ان میں مرکبہ کی ضرورت نہیں ہوتی اور بعض میں مطلب صحیح نہیں بنتا اس لئے ان کو ذکر نہیں کیا جاتا۔ جن کی تفصیل بڑی کتابوں میں ان شاء اللہ آئے گی

فائدہ ﴿۵﴾:۔ دوسرا قضیہ ہمیشہ مطلقہ عامہ ہوگا یا ممکنہ عامہ، پھر مطلقہ عامہ قضایا بسائط کی آٹھ قسموں میں سے ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ اور ممکنہ عامہ کے علاوہ باقی سب (یعنی مشروطہ عامہ، وقتیہ مطلقہ، منتشرہ مطلقہ، عرفیہ عامہ اور مطلقہ عامہ) کیساتھ ملتا ہے اور ممکنہ عامہ صرف دو یعنی مطلقہ عامہ اور خود ممکنہ عامہ کے ساتھ ملتا ہے

فائدہ ﴿۶﴾:۔ دوسرے قضیے کو مکمل ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی طرف صرف اشارہ کرتے ہیں۔ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ کرنے کیلئے لا دائما یا لا دوام بحسب الذات کے الفاظ ذکر کرتے ہیں اور ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ کرنے کیلئے لا بالضرورۃ یا لا ضرورۃ بحسب الذات کے الفاظ ذکر کرتے ہیں۔

فائدہ ﴿۷﴾:۔ دوسرا قضیہ اسی پہلے قضیے سے بنایا جائے گا پہلے قضیے سے موضوع اور محمول لیکر مکمل قضیہ بنائیں گے اگر پہلا قضیہ موجبہ ہے تو دوسرا سالبہ بنائیں گے اور اگر پہلا سالبہ ہے تو دوسرا موجبہ بنائیں گے جیسے **بالدوام کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا لادائما** (ہر کاتب متحرک الاصابع ہے ہمیشہ کیلئے جب تک کاتب ہے لا دائما) یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے لھذا لا دائما سے اشارہ مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ کی طرف ہوگا یعنی **لا شیٔ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل** کیونکہ پہلی مثال میں یہ وہم ہوتا تھا کہ شاید کاتب ہمیشہ ہی متحرک الاصابع ہے اس لئے دوسرے قضیے یعنی لا دائما سے اس کی طرف اشارہ کیا کہ کاتب ہمیشہ متحرک الاصابع نہیں ہوتا بلکہ تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ساکن الاصابع بھی ہوتا ہے۔

﴿اقسام مرکبہ﴾

اگر دوسرا قضیہ مطلقہ عامہ ہو تو پہلا قضیہ مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ، وقتیہ مطلقہ، منتشرہ مطلقہ اور خود مطلقہ عامہ ہوسکتے ہیں اور دوسرا قضیہ ممکنہ عامہ ہو تو پہلا قضیہ ممکنہ عامہ اور مطلقہ عامہ ہوسکتا ہے یہ کل سات قسمیں بنتی ہیں

﴿۱﴾ **مشروطہ خاصہ:** ۔اگر پہلا قضیہ مشروطہ عامہ اور دوسرا قضیہ مطلقہ عامہ ہوتو اس کو مشروطہ خاصہ کہتے ہیں۔جیسے **بالضرورۃ کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لادائما**۔ پہلا قضیہ کیونکہ موجبہ ہے اس لئے لادائما سے جو دوسرا قضیہ سمجھا جارہا ہے وہ سالبہ ہوگا اور وہ یہ ہے **لا شیٔ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل** اس پورے قضیے کا مطلب یہ ہوگا کہ ضروری طور پر ہر کاتب متحرک الاصابع ہے جب تک وہ کاتب ہے لیکن ہر کاتب تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں متحرک الاصابع نہیں بھی ہوتا۔سالبہ کی مثال: **بالضرورۃ لا شیٔ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا لا دائما** اس لادائما سے جو قضیہ سمجھا جاتا ہے وہ مطلقہ عامہ موجبہ ہوگا یعنی **کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل**۔پورے قضیے کا مطلب یہ ہوگا کہ ضروری طور پر کوئی کاتب ساکن الاصابع نہیں ہے جب تک وہ کاتب ہے لیکن ہر کاتب تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں ساکن الاصابع بھی ہے۔

﴿۲﴾ **عرفیہ خاصہ:** ۔اگر پہلا قضیہ عرفیہ عامہ اور دوسرا قضیہ مطلقہ عامہ ہوتو اس کو عرفیہ خاصہ کہتے ہیں موجبہ کی مثال: **بالدوام کل کاتب متحرک الاصابع ما دام کاتبا لادائما** اس میں **لادائما** سے مراد مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ ہے یعنی **لا شیٔ من الکاتب متحرک الاصابع بالفعل** سالبہ کی مثال: **لا شیٔ من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام ما دام کاتبالادائما** اسمیں **لادائما** سے مراد مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ ہے یعنی **کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل**۔

﴿۳﴾ **وقتیہ:** ۔اگر پہلا قضیہ وقتیہ مطلقہ اور دوسرا قضیہ مطلقہ عامہ ہوتو اس کو وقتیہ کہتے ہیں۔موجبہ کی مثال: **کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت حلولۃ الارض بینہ وبین الشمس لا دائما** اس میں **لادائما** سے سمجھا جانے والا قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ ہے یعنی **لا شیٔ من القمر بمنخسف بالفعل** اس قضیے کا مطلب یہ ہے کہ ہر چاند ضروری طور پر گرہن ہوتا ہے جس وقت زمین سورج اور چاند کے درمیان ہو لیکن تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں چاند گرہن نہیں بھی ہوتا ۔سالبہ کی مثال: **بالضرورۃ لاشیٔ من القمر بمنخسف وقت التربیع لا دائما** اس میں

لادائما سے کل قمر منخسف بالفعل کی طرف اشارہ ہے۔

﴿۴﴾ **منتشرہ**:۔ اگر پہلا قضیہ منتشرہ مطلقہ اور دوسرا قضیہ مطلقہ عامہ ہو تو اس کو منتشرہ کہتے ہیں۔ موجبہ کی مثال: **کل حیوان متنفس بالضرورۃ وقتا ما لا دائما** ۔اس میں **لادائما** سے مراد مطلقہ عامہ سالبہ **لا شئ من الحیوان متنفس بالفعل** ہے سالبہ کی مثال: **لا شئ من الانسان بمتنفس بالضرورۃ وقتا ما لا دائما** ۔اسمیں لادائما سے مراد مطلقہ عامہ موجبہ **کل انسان متنفس بالفعل** ہے۔

﴿۵﴾ **وجودیہ لا دائمہ**:۔ اگر دونوں قضیہ مطلقہ عامہ ہوں تو اس کو وجودیہ لا دائمہ کہتے ہیں۔ موجبہ کی مثال: **کل انسان ضاحک بالفعل لا دائما** ۔لادائما سے اشارہ ہے **لا شئ من الانسان بضاحک بالفعل** مطلب یہ ہوگا کہ ہر انسان ہنسنے والا ہے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں اور کوئی انسان ہنسنے والا نہیں ہے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں۔ سالبہ کی مثال: **لا شئ من الانسان بضاحک بالفعل لا دائما**۔ لادائما سے مراد **کل انسان ضاحک بالفعل** ہے۔

﴿۶﴾ **وجودیہ لاضروریہ**:۔ اگر پہلا قضیہ مطلقہ عامہ اور دوسرا قضیہ ممکنہ عامہ ہو تو اس کو وجودیہ لا ضروریہ کہتے ہیں۔ موجبہ کی مثال: **کل انسان کاتب بالفعل لا بالضرورۃ** اس میں **لا بالضرورۃ** سے اشارہ ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ کی طرف ہے یعنی **لا شئ من الانسان بکاتب بالامکان العام** ۔امکان عام سے مراد یہ ہوتا ہے کہ جانب مخالف ضروری نہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔ تو گویا اس قضیہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر انسان تین زمانوں میں سے کسی زمانہ میں کاتب ہے لیکن انسان کیلئے کاتب ہونا ضروری نہیں۔ سالبہ کی مثال: **لا شئ من الانسان بکاتب بالفعل لابالضرورۃ** ۔اس میں **لا بالضرورۃ** سے اشارہ **کل انسان کاتب بالامکان العام** کی طرف ہے۔

﴿۷﴾ **ممکنہ خاصہ**:۔ اگر دونوں قضیہ ممکنہ عامہ ہوں تو اس کو ممکنہ خاصہ کہتے ہیں۔ لیکن ممکنہ خاصہ کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ جس میں جانبین کی ضرورت کا سلب ہو یعنی جانب موافق اور جانب مخالف

دونوں ضروری نہ ہوں۔ یہ قضیہ معنی کے اعتبار سے تو مرکبہ ہے کیونکہ اس میں دو ممکنہ عامہ ہوتے ہیں لیکن لفظی طور پر یہ بسائط کی قسم ہے۔ یہاں پر مصنفؒ نے معنوی اعتبار سے مرکبات میں ذکر کیا ہے۔

موجبہ کی مثال: کل انسان ضاحک بالامکان الخاص (ہر انسان ہنسنے والا ہے بالامکان الخاص) یعنی انسان کا ہنسنا اور نہ ہنسنا دونوں ضروری نہیں ہیں۔ سالبہ کی مثال: لاشیٔ من الانسان بضاحک بالامکان الخاص (کوئی انسان ہنسنے والا نہیں ہے بالامکان الخاص) مطلب اس کا بھی وہی ہوگا کہ انسان کیلئے ہنسنا اور نہ ہنسنا دونوں ضروری نہیں ہیں۔

فَصْلٌ :اَللَّا دَوَامُ اِشَارَۃٌ اِلٰی مُطْلَقَۃٍ عَامَّۃٍ وَاللَّا ضَرُوْرَۃُ اِشَارَۃٌ اِلٰی مُمْکِنَۃٍ عَامَّۃٍ فَاِذَا قُلْتَ کُلُّ اِنْسَانٍ مُتَعَجِّبٌ بِالْفِعْلِ لَا دَائِمًا فَکَاَنَّکَ قُلْتَ کُلُّ اِنْسَانٍ مُتَعَجِّبٌ بِالْفِعْلِ وَلَاشَیْئَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِمُتَعَجِّبٍ بِالْفِعْلِ وَاِذَا قُلْتَ کُلُّ حَیْوَانٍ مَاشٍ بِالْفِعْلِ لَا بِالضَّرُوْرَۃِ فَکَاَنَّکَ قُلْتَ کُلُّ حَیْوَانٍ مَاشٍ بِالْفِعْلِ وَلَا شَیْئَ مِنَ الْحَیْوَانِ بِمَاشٍ بِالْاِمْکَانِ

ترجمہ:۔ فصل: لا دوام اشارہ ہے مطلقہ عامہ کی طرف اور لاضرورۃ اشارہ ہے ممکنہ عامہ کی طرف پس جب تو کہے کل انسان متعجب بالفعل لا دائما تو گویا کہ تو نے یہ کہا کہ کل انسان متعجب بالفعل اور لا شیٔ من الانسان بمتعجب بالفعل۔ اور جب تو کہے کل حیوان ماش بالفعل لا بالضرورۃ تو گویا کہ تو نے یہ کہا کہ کل حیوان ماش بالفعل اور لا شیٔ من الحیوان بماش بالامکان۔

تشریح:۔ اس فصل میں مصنفؒ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ لا دوام سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور لا ضرورۃ سے قضیہ ممکنہ عامہ کی طرف۔ اس کی وضاحت فائدہ نمبر ۶ میں گزر چکی ہے۔ البتہ تھوڑا سا فرق ہے کہ لابالضرورۃ تو بعینہ ممکنہ عامہ ہے کیونکہ جو چیز ممکن ہو وہ ضروری نہیں ہوتی اور لا دوام بعینہ مطلقہ عامہ نہیں بلکہ اس سے صرف اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اشارہ اس طرح ہوتا ہے کہ جو چیز ہمیشہ نہیں ہوگی تو وہ تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں لازمی ہوگی اور یہی قضیہ مطلقہ عامہ کا مفہوم ہے

﴿بَابُ الشَّرْطِيَّاتِ﴾

قَدْعَرَفْتَ مَعْنَى الشَّرْطِيَّةِ وَهِيَ الَّتِي تَنحَلُّ اِلٰى قَضِيَّتَيْنِ وَالْاٰنَ نُهْدِيْكَ اِلٰى اَقْسَامِهَا وَنُرْشِدُكَ اِلٰى اَحْكَامِهَا فَاعْلَمْ اَيُّهَا الْفَطِنُ اللَّبِيْبُ وَالذَّكِيُّ الْاَرِيْبُ اَنَّ الشَّرْطِيَّةَ قِسْمَانِ اَحَدُهُمَا الْمُتَّصِلَةُ وَثَانِيْهِمَا الْمُنْفَصِلَةُ اَمَّا الْمُتَّصِلَةُ فَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِثُبُوْتِ نِسْبَةٍ عَلٰى تَقْدِيْرِ ثُبُوْتِ نِسْبَةٍ اُخْرٰى فِي الْاِيْجَابِ وَبِنَفْيِ نِسْبَةٍ عَلٰى تَقْدِيْرِ نَفْيِ نِسْبَةٍ اُخْرٰى فِي السَّلْبِ كَقَوْلِنَا فِي الْاِيْجَابِ اِنْ كَانَ زَيْدٌ اِنْسَانًا كَانَ حَيْوَانًا وَقَوْلِنَا فِي السَّلْبِ لَيْسَ اَلْبَتَّةَ اِذَا كَانَ زَيْدٌ اِنْسَانًا كَانَ فَرَسًا

ترجمہ:۔ **باب الشرطیات**: تحقیق آپ قضیہ شرطیہ کا معنی پہچان چکے ہیں اور وہ ایسا قضیہ ہے جو دو قضیوں کی طرف کھلے اب ہم آپ کو شرطیہ کی اقسام کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور آپ کو اس کے احکام کا راستہ بتلاتے ہیں پس تو جان لے اے ذہین، عقلمند اور ذکی، ہوشیار کہ قضیہ شرطیہ دو قسم پر ہے ان میں سے ایک متصلہ ہے اور دوسرا منفصلہ ہے ۔بہر حال متصلہ تو وہ ایسا قضیہ ہے جس میں ایک نسبت کے ثبوت کا حکم لگایا گیا ہو دوسری نسبت کے ثبوت کے فرض کرنے پر موجبہ ہونے کی حالت میں اور ایک نسبت کی نفی کا دوسری نسبت کے نفی کے فرض کرنے پر سالبہ ہونے کی صورت میں جیسے ہمارا قول موجبہ ہونے کی صورت میں ان کان زید انسانا الخ اور ہمارا قول سالبہ ہونے کی صورت میں لیس البتة اذا کان زید الخ

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ شرطیات کی بحث کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) شرطیہ متصلہ (۲) شرطیہ منفصلہ۔

متصلہ:۔ متصلہ کی ایک تعریف تو ہم پڑھ چکے ہیں کہ دو قضیوں کے درمیان اگر اتصال کا ثبوت ہے یا اتصال کی نفی ہے تو اس کو قضیہ متصلہ کہتے ہیں، لیکن ایک اور تعریف بھی متصلہ کی ہے کہ اگر تالی کی نسبت کا ثبوت مقدم کی نسبت کے ثبوت پر موقوف ہو تو اس کو متصلہ موجبہ کہتے ہیں اور اگر تالی کی نسبت کی نفی مقدم

کی نسبت کی نفی پر موقوف ہوتو اس کو متصلہ سالبہ کہتے ہیں جیسے ان کان زید انسانا فھو حیوان (اگر زید انسان ہے تو وہ حیوان ہے) اس مثال میں تالی کی نسبت کا ثبوت یعنی زید کا حیوان ہونا یہ موقوف ہے مقدم کی نسبت کے ثبوت یعنی زید کے انسان ہونے پر۔

سالبہ کی مثال: ان کان زید انسانا فھو لیس بفرس (اگر زید انسان ہے تو پھر گھوڑا نہیں ہے) اس میں تالی کی نسبت کی نفی مقدم کی نسبت کے ثبوت پر موقوف ہے۔

ثُمَّ الْمُتَّصِلَةُ صِنْفَانِ اِنْ کَانَ ذٰلِکَ الْحُکْمُ لِعِلاَقَۃٍ بَیْنَ الْمُقَدَّمِ وَالتَّالِیْ سُمِّیَتْ لُزُوْمِیَّۃً کَمَا مَرَّوَاِنْ کَانَ ذٰلِکَ الْحُکْمُ بِدُوْنِ الْعِلاَقَۃِ سُمِّیَتْ اِتِّفَاقِیَّۃً کَقَوْلِکَ اِذَاکَانَ الْاِنْسَانُ نَاطِقاً فَالْحِمَارُ نَاھِقٌ وَالْعِلاَقَۃُ فِیْ عُرْفِھِمْ عِبَارَۃٌ عَنْ اَحَدِالْاَمْرَیْنِ اِمَّااَنْ یَّکُوْنَ اَحَدُھُمَا عِلَّۃً لِّلْاٰخَرِاَوْکِلاَھُمَا مَعْلُوْلَیْنِ لِثَالِثٍ وَاِمَّااَنْ یَّکُوْنَ بَیْنَھُمَاعِلاَقَۃُ التَّضَایُفِ وَالتَّضَایُفُ ھُوَاَنْ یَّکُوْنَ تَعَقُّلُ اَحَدِھِمَا مَوْقُوْفًاعَلٰی تَعَقُّلِ الْاٰخَرِ کَالْاُبُوَّۃِ وَالْبُنُوَّۃِ فَاِذَا قُلْتَ اِنْ کَانَ زَیْدٌ اَبًا لِعَمْرٍو کَانَ عَمْرٌو اِبْنًا لَہٗ یَکُوْنُ شَرْطِیَّۃً مُتَّصِلَۃً بَیْنَ طَرْفَیْھَا عِلاَقَۃُالتَّضَایُفِ

ترجمہ:۔ پھر متصلہ کی دو قسمیں ہیں۔ اگر وہ حکم مقدم اور تالی کے مابین کسی علاقہ کی وجہ سے ہوتو اس کا نام لزومیہ رکھا جاتا ہے جیسا کہ گزر چکا اور اگر وہ حکم بغیر علاقہ کے ہوتو اس کا نام اتفاقیہ رکھا جاتا ہے جیسے تیرا قول اذا کان الانسان ناطقا فالحمار ناھق اور علاقہ مناطقہ کی عرف میں دو باتوں میں سے ایک کا نام ہے ان میں سے ایک دوسرے کی علت ہو یا وہ دونوں کسی تیسرے کے معلول ہوں اور یا یہ کہ ان کے درمیان علاقہ تضایف کا ہو اور تضایف یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف ہو جیسے ابوۃ اور بنوۃ پس جب تو یہ کہے ان کان زید ابا لعمرو کان عمر ابنا لہ (اگر زید عمرو کا باپ ہے تو عمرو اس کا بیٹا ہے) تو یہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے اور اس کی دونوں طرفوں کے مابین تضایف کا علاقہ ہے۔

تشریح:۔ پھر شرطیہ متصلہ کی دو قسمیں ہیں (۱) لزمیہ (۲) اتفاقیہ۔

لزومیہ: جس میں مقدم اور تالی کے درمیان چار علاقوں میں سے کوئی ایک علاقہ پایا جائے۔ وہ چار علاقے یہ ہیں (۱) مقدم علت ہو تالی معلول ہو جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنھار موجود
(۲) مقدم معلول اور تالی علت ہو جیسے ان کان النھار موجودا فالشمس طالعة
(۳) مقدم اور تالی دونوں معلول ہوں کسی تیسری چیز کے جیسے ان کان النھار موجودا فالارض مضیئة اس میں وجود نہار اور زمین کا روشن ہونا دونوں کی علت ایک اور شی یعنی طلوع شمس ہے۔
(۴) تضایف: یعنی ایک چیز کا سمجھنا دوسری چیز کے سمجھنے پر موقوف ہو جیسے ان کان زید ابا لعمرو فالعمرو ابنه (اگر زید عمر کا باپ ہے تو عمرو اس کا بیٹا ہے) اس مثال میں ابوۃ زید (باپ ہونا) کا سمجھنا موقوف ہے بنوۃ عمرو کے سمجھنے پر اسی طرح بنوۃ عمرو کا سمجھنا موقوف ہے ابوۃ زید کے سمجھنے پر۔

فائدہ:۔ چونکہ پہلے تین علاقوں کا حاصل ایک ہی ہے کہ ان میں علت معلول والا تعلق ہوا اور ایک علاقہ تضایف کا ہے اس لئے مصنفؒ نے فرمایا کہ علاقہ دو چیزوں میں سے ایک کا نام ہے۔

اتفاقیہ:۔ قضیہ متصلہ اتفاقیہ وہ ہے جس میں ان چار علاقوں میں سے کوئی علاقہ نہ پایا جائے بلکہ وہ محض اتفاقاً اکٹھے ہو گئے ہوں۔

وَاَمَّا الْمُنْفَصِلَةُ فَهِيَ الَّتِيْ حُكِمَ فِيْهَا بِالتَّنَافِيْ بَيْنَ شَيْئَيْنِ فِيْ مُوْجِبَةٍ وَبِسَلْبِ التَّنَافِيْ بَيْنَهُمَا فِيْ سَالِبَةٍ

فَصْلٌ: اَلشَّرْطِيَّةُ الْمُنْفَصِلَةُ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَضْرُبٍ لِاَنَّهَا اِنْ حُكِمَ فِيْهَا بِالتَّنَافِيْ اَوْ بِعَدَمِهٖ بَيْنَ النِّسْبَتَيْنِ فِي الصِّدْقِ وَالْكِذْبِ مَعًا كَانَتِ الْمُنْفَصِلَةُ حَقِيْقِيَّةً كَمَا تَقُوْلُ هٰذَا الْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ اَوْ فَرْدٌ فَلَا يُمْكِنُ اِجْتِمَاعُ الزَّوْجِيَّةِ وَالْفَرْدِيَّةِ فِيْ عَدَدٍ مُعَيَّنٍ وَلَا ارْتِفَاعُهُمَا وَاِنْ حُكِمَ بِالتَّنَافِيْ اَوْ بِعَدَمِهٖ صِدْقًا فَقَطْ كَانَتْ مَانِعَةَ الْجَمْعِ كَقَوْلِكَ هٰذَا الشَّيْئُ اِمَّا شَجَرٌ اَوْ حَجَرٌ فَلَا يُمْكِنُ اَنْ يَّكُوْنَ شَيْئٌ مُعَيَّنٌ حَجَرًا وَشَجَرًا مَعًا وَيُمْكِنُ اَنْ لَّا يَكُوْنَ شَيْئًا مِنْهُمَا وَاِنْ حُكِمَ بِالتَّنَافِيْ وَسَلْبِهٖ كِذْبًا فَقَطْ كَانَتْ مَانِعَةَ الْخُلُوِّ كَقَوْلِ

اَلْقَائِلِ اِمَّا اَنْ یَّکُوْنَ زَیْدٌ فِی الْبَحْرِ اَوْلَا یَغْرِقُ فَاِرْتِفَاعُھُمَا بِاَنْ لَّا یَکُوْنَ زَیْدٌ فِی الْبَحْرِ وَیَغْرِقُ مُحَالٌ وَلَیْسَ اِجْتِمَاعُھُمَا مُحَالًا بِاَنْ یَّکُوْنَ فِی الْبَحْرِ وَلَا یَغْرِقُ

ترجمہ:۔اور بہر حال منفصلہ تو وہ ایسا قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو دو چیزوں کے درمیان منافات کا موجبہ میں اور دو چیزوں کے درمیان منافات کے نہ ہونے کا سالبہ میں۔

فصل: شرطیہ منفصلہ تین قسم پر ہے اس لئے کہ اگر شرطیہ منفصلہ میں حکم لگایا گیا ہو دو نسبتوں کے درمیان منافات یا عدم منافات کا صدق وکذب دونوں میں اکٹھے تو منفصلہ حقیقیہ ہے جیسے تو کہے ھذا العدد اما زوج او فرد پس نہ تو زوجیت وفردیت کا کسی عدد معین میں جمع ہونا ممکن ہے اور نہ ہی اٹھ جانا۔اور اگر صرف صدق کے اعتبار سے منافات یا عدم منافات کا حکم لگایا گیا ہو تو وہ مانعۃ الجمع ہے جیسے تیرا قول ھذا الشئ اما شجرا او حجرا پس ممکن نہیں ہے کہ کوئی معین شی پتھر بھی ہو اور درخت بھی۔اور یہ ممکن ہے کہ وہ ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ہو اور اگر صرف کذب کے اعتبار سے منافات یا عدم منافات کا حکم لگایا گیا ہو تو وہ مانعۃ الخلو ہے جیسے قائل کا قول اما ان یکون زید فی البحر او لا یغرق پس ان دونوں کا اٹھ جانا بایں صورت کہ زید سمندر میں تو نہ ہو اور غرق ہو جائے، محال ہے اور ان دونوں کا اکٹھے ہونا محال نہیں بایں صورت کہ وہ سمندر میں ہو اور غرق بھی نہ ہو

تشریح:۔اس عبارت میں شرطیہ کی دوسری قسم شرطیہ منفصلہ کی تعریف اور تقسیم کر رہے ہیں۔

قضیہ منفصلہ وہ ہے جس میں دو چیزوں کے درمیان جدائی کے ثبوت یا نفی کا حکم ہو جیسے ھذا العدد اما زوج او فرد۔پھر قضیہ شرطیہ منفصلہ تین قسم پر ہے (۱) حقیقیہ (۲) مانعۃ الجمع (۳) مانعۃ الخلو۔

حقیقیہ:۔مقدم اور تالی کے درمیان جدائی صدقاً بھی ہو اور کذباً بھی۔یعنی دونوں نسبتوں کا جمع ہونا بھی محال ہو اور دونوں کا اٹھ جانا بھی محال ہو بلکہ ان دو میں سے ایک ضرور ہو جیسے ھذا العدد اما زوج او فرد (یہ عدد جفت ہے یا طاق) جفت اور طاق دونوں کسی عدد میں اکٹھے بھی نہیں ہو سکتے اور دونوں کسی عدد سے اٹھ بھی نہیں سکتے کیونکہ ہر عدد زوج ہوگا یا فرد یعنی زوجیت اور فردیت کا عدد سے ارتفاع واجتماع

دونوں محال ہیں۔

مانعۃ الجمع:۔مقدم اورتالی کے درمیان جدائی فقط صدقاً ہو یعنی سچے آنے میں جدائی ہو یعنی دونوں اکٹھے نہ ہوسکیں البتہ دونوں اٹھ سکیں جیسے **ھذا الشیٔ اما شجر او حجر** (یہ شی درخت ہے یا پتھر) اب یہاں شجر اور حجر ایک چیز میں اکٹھے تو نہیں ہو سکتے البتہ ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز نہ شجر ہو نہ حجر ہو بلکہ کوئی اور شی مثلاً کتاب ہو

مانعۃ الخلو:۔مقدم اورتالی کے درمیان جدائی فقط کذباً ہو صدقاً جدائی نہ ہو یعنی دونوں ایک جگہ جمع تو ہوسکیں مگر اٹھ نہ سکیں جیسے **اما ان یکون زید فی البحر او لا یغرق** (یا تو زید دریا میں ہے یا ڈوب نہیں رہا) اس مثال میں دونوں کا ایک جگہ جمع ہونا محال نہیں ہے کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ زید سمندر میں ہو اور ڈوب نہ رہا ہو اور ان دونوں کا ارتفاع (اٹھ جانا) محال ہے کیونکہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ زید دریا میں نہ ہو اور ڈوب رہا ہو کیونکہ ڈوبنے کا تحقق بغیر دریا کے نہیں ہوسکتا۔

فَصْلٌ: اَلْمُنْفَصِلَةُ بِاَقْسَامِهَا الثَّلٰثَةِ قِسْمَانِ عِنَادِيَةٌ وَاِتِّفَاقِيَةٌ وَالْعِنَادِيَةُ عِبَارَةٌ عَنْ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْهِ التَّنَافِيْ بَيْنَ الْجُزْءَ يْنِ لِذَاتِهِمَا وَالْاِتِّفَاقِيَةُ عِبَارَةٌ عَنْ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْهِ التَّنَافِيْ بِمُجَرَّدِ الْاِتِّفَاقِ

ترجمہ:۔**فصل**: قضیہ منفصلہ اپنی تینوں قسموں کے ساتھ دو قسم پر ہے عنادیہ اور اتفاقیہ۔اور عنادیہ اس قضیہ کا نام ہے جس میں دو جزؤں کے مابین منافات ان کی ذات کی وجہ سے ہو۔اور اتفاقیہ نام ہے اس قضیہ کا جس میں منافات محض اتفاقی ہو۔

تشریح:۔یہاں سے مصنفؒ قضیہ منفصلہ کی ایک اور تقسیم کرر ہے ہیں۔

قضیہ منفصلہ چاہے حقیقیہ ہو، مانعۃ الجمع یا مانعۃ الخلو ہو اس کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾عنادیہ ﴿۲﴾ اتفاقیہ۔

عنادیہ:۔جس میں دو چیزوں کے درمیان اختلاف ذات کے تقاضے کی وجہ سے ہو جیسے **ھذا العدد اما زوج او فرد** (یہ عدد جفت ہے یا طاق)۔**اتفاقیہ:**۔دو قضیوں کی ذات جدائی کا تقاضا نہ کرے بلکہ ان

میں اتفاقاً جدائی ہوگئی ہو جیسے زید اما کاتب و اما ظالم (زید کاتب ہے یا ظالم)۔

فَصْلٌ: اِعْلَمْ اَنَّهٗ كَمَا يَنْقَسِمُ الْحَمْلِيَّةُ اِلَى الشَّخْصِيَّةِ وَالْمَحْصُوْرَةِ وَالْمُهْمَلَةِ كَذٰلِكَ الشَّرْطِيَّةُ تَنْقَسِمُ اِلٰى هٰذِهِ الْاَقْسَامِ اِلَّا اَنَّ الْقَضِيَّةَ الطَّبْعِيَّةَ لَا تُتَصَوَّرُ هٰهُنَا ثُمَّ التَّقَادِيْرُ فِي الشَّرْطِيَّةِ بِمَنْزِلَةِ الْاَفْرَادِ فِي الْحَمْلِيَّةِ فَاِنْ كَانَ الْحُكْمُ عَلٰى تَقْدِيْرٍ مُّعَيَّنٍ وَوَضْعٍ خَاصٍّ سُمِّيَتِ الشَّرْطِيَّةُ شَخْصِيَّةً كَقَوْلِنَا اِنْ جِئْتَنِي الْيَوْمَ اُكْرِمْكَ وَاِنْ كَانَ الْحُكْمُ عَلٰى جَمِيْعِ تَقَادِيْرِ الْمُقَدَّمِ سُمِّيَتْ كُلِّيَّةً نَحْوُ كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا وَاِنْ كَانَ الْحُكْمُ عَلٰى بَعْضِ التَّقَادِيْرِ كَانَتْ جُزْئِيَّةً كَمَا فِيْ قَوْلِنَا قَدْ يَكُوْنُ اِذَا كَانَ الشَّيْئُ حَيْوَانًا كَانَ اِنْسَانًا وَاِنْ تُرِكَ ذِكْرُ التَّقَادِيْرِ كُلًّا وَ بَعْضًا كَانَتْ مُهْمَلَةً نَحْوُ اِنْ كَانَ زَيْدٌ اِنْسَانًا كَانَ حَيْوَانًا

ترجمہ:۔ فصل: تو جان لے کہ جیسے قضیہ حملیہ شخصیہ، محصورہ اور مہملہ کی طرف تقسیم ہوتا ہے اسی طرح قضیہ شرطیہ بھی ان اقسام کی طرف تقسیم ہوتا ہے مگر قضیہ طبعیہ کا یہاں تصور نہیں ہوسکتا پھر تقادیر (احوال) قضیہ شرطیہ میں بمنزلہ افراد کے ہیں قضیہ حملیہ میں پس اگر حکم کسی معین تقدیر اور کسی خاص وضع پر ہو تو اس کا نام شرطیہ شخصیہ رکھا جاتا ہے جیسے ہمارا قول ان جئتنی الخ (اگر آج تو میرے پاس آئیگا تو میں تیرا اکرام کروں گا) اور اگر حکم مقدم کی سب تقدیروں پر ہو تو اس کا نام کلیہ رکھا جاتا ہے جیسے کلما کانت الشمس الخ (جب کبھی سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا) اور اگر حکم بعض تقادیر پر ہو تو وہ شرطیہ جزئیہ ہے جیسے ہمارے اس قول میں قد یکون اذا الخ (کبھی ہوتا ہے کہ جب کوئی شی حیوان ہو تو وہ انسان ہو) اور اگر چھوڑ دیا گیا ہو بعض اور کل تقادیر کا ذکر تو وہ قضیہ مہملہ ہے جیسے ان کان زید الخ (اگر زید انسان ہوگا تو حیوان ہوگا)

تشریح: اس فصل میں قضیہ شرطیہ کی ایک اور تقسیم کررہے ہیں۔ جس طرح قضیہ حملیہ کی تقسیم شخصیہ، محصورہ اور مہملہ کی طرف ہوتی تھی اسی طرح قضیہ شرطیہ بھی ان اقسام کی طرف منقسم ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہوگا کہ قضیہ حملیہ میں حکم افراد پر ہوتا ہے مگر قضیہ شرطیہ میں حکم احوال میں ہوتا ہے جن کو تقادیر کہتے ہیں

اورتقادیر کی کوئی طبیعت نہیں ہوتی اس لئے قضیہ شرطیہ میں یہ قسم قضیہ شرطیہ طبیعیہ نہیں ہوتی۔

وجہ حصر :۔قضیہ شرطیہ میں حکم کسی حالتِ معین پر لگایا جائیگا یا غیر معین پر، اگر حالت معین پر لگے تو اس کو قضیہ شخصیہ کہیں گے جیسے ان جئتنی الیوم اکرمک اور اگر حکم حالتِ غیر معین پر لگے تو پھر کلیت و جزئیت کو بیان کیا جائیگا یا نہیں، اگر کلیت و جزئیت کو بیان کیا جائے تو پھر تمام احوال پر حکم ہوگا یا بعض احوال پر، اگر حکم تمام احوال پر ہو تو اس کو قضیہ شرطیہ محصورہ کلیہ کہتے ہیں جیسے کلما کانت الشمس طالعة کان النهار موجودا اور اگر حکم بعض احوال پر لگے تو اس کو قضیہ شرطیہ محصورہ جزئیہ کہتے ہیں جیسے قد یکون اذا کان الشئ حیوانا کان انسانا اور اگر کلیت و جزئیت کو بیان نہ کیا جائے تو اس کو قضیہ شرطیہ مہملہ کہتے ہیں جیسے ان کان زید انسانا کان حیوانا اور پھر ہر ایک میں موجبہ اور سالبہ بھی ہوتا ہے اس طرح یہ کل آٹھ قسمیں بن جاتی ہیں (۱) شرطیہ شخصیہ موجبہ (۲) شرطیہ شخصیہ سالبہ (۳) شرطیہ محصورہ کلیہ موجبہ (۴) شرطیہ محصورہ کلیہ سالبہ (۵) شرطیہ محصورہ جزئیہ موجبہ (۶) شرطیہ محصورہ جزئیہ سالبہ (۷) شرطیہ مہملہ موجبہ (۸) شرطیہ مہملہ سالبہ

فَصْلٌ فِیْ ذِکْرِ اَسْوَارِ الشَّرْطِیَّاتِ: سُوْرُ الْمُوْجِبَةِ الْکُلِّیَّةِ فِی الْمُتَّصِلَةِ لَفْظُ مَتٰی وَ مَهْمَا وَ کُلَّمَا وَفِی الْمُنْفَصِلَةِ دَائِمًا وَسُوْرُ السَّالِبَةِ الْکُلِّیَّةِ فِی الْمُتَّصِلَةِ وَالْمُنْفَصِلَةِ لَیْسَ اَلْبَتَّةَ وَسُوْرُ الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِیَّةِ فِیْهِمَا قَدْ یَکُوْنُ وَسُوْرُ السَّالِبَةِ الْجُزْئِیَّةِ فِیْهِمَا قَدْلَایَکُوْنُ وَبِاِدْخَالِ حَرْفِ السَّلْبِ عَلٰی سُوْرِ الْاِیْجَابِ الْکُلِّیِّ وَلَفْظَةُ لَوْ وَاِنْ وَاِذَا فِی الْاِتِّصَالِ وَاِمَّا وَاَوْ فِی الْاِنْفِصَالِ تَجِیْءُ فِی الْاِهْمَالِ

ترجمہ:۔فصل قضایا شرطیات کے سوروں کے تذکرہ میں: موجبہ کلیہ کا سور شرطیہ متصلہ میں لفظ متی، مهما اور کلما ہے اور شرطیہ منفصلہ میں دائما ہے۔اور سالبہ کلیہ کا سور شرطیہ متصلہ و منفصلہ دونوں میں لیس البتة ہے۔اور موجبہ جزئیہ کا سور متصلہ و منفصلہ دونوں میں قد یکون ہے۔اور سالبہ جزئیہ کا سور متصلہ و منفصلہ دونوں میں قد لا یکون ہے، اور حرف سلب کو ایجاب کلی کے سور پر داخل کرنا اور لفظ لو اور ان اور اذا متصلہ میں اور اما اور او منفصلہ میں قضیہ مہملہ میں آتے ہیں۔

تشریح:۔ جس طرح قضیہ حملیہ میں محصورات اربعہ ہوتے ہیں اسی طرح قضیہ شرطیہ میں بھی محصورات اربعہ ہوتے ہیں اور جیسا کہ وہاں کلیت و جزئیت کو بیان کرنے کیلئے سور ہوتے ہیں ایسے ہی یہاں بھی سور ہوتے ہیں۔ اس فصل میں انہی اسوار کو بیان کیا جارہا ہے۔ قضیہ شرطیہ میں بعض جگہ منفصلہ اور متصلہ کے سور مختلف بھی ہوتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) موجبہ کلیہ متصلہ کے تین سور ہیں متی، مہما اور کلما جیسے **کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود** یا متی اور مہما۔ اور موجبہ کلیہ منفصلہ کا سور **دائما** ہے جیسے **دائما اما الشمس طالعة او النهار لاموجود** (۲) سالبہ کلیہ متصلہ اور منفصلہ دونوں کا ایک ہی سور **لیس البتة** ہے جیسے **لیس البتة اذا کانت الشمس طالعة فالليل موجود** (۳) موجبہ جزئیہ متصلہ اور منفصلہ دونوں کا سور **قدیکون** ہے جیسے متصلہ کی مثال **قدیکون ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود** منفصلہ کی مثال **قدیکون اما الشمس طالعة او الليل موجود** (۴) سالبہ جزئیہ کا منفصلہ اور متصلہ میں سور **قدلایکون** ہے اور موجبہ کلیہ کے اسوار پر اگر لیس داخل کر دیا جائے تو بھی سالبہ جزئیہ کا سور بن جاتا ہے جیسے **لیس کلما ومهما ومتی کانت الشمس طالعة فالنهار موجود**۔

فائدہ:۔ قضیہ متصلہ میں **لو**، **ان**، **اذا** موجود ہوں تو وہ قضیہ مہملہ ہوگا اور منفصلہ میں اگر **اما** اور **او** موجود ہوں تو وہ مہملہ ہوگا یہ مہملہ کی پہچان ہے۔

فَصْلٌ: طَرْفَا الشَّرْطِيَّةِ اَعْنِیُ الْمُقَدَّمَ وَالتَّالِيَ لَا حُكْمَ فِيْهِمَا حِيْنَ كَوْنِهِمَا طَرْفَيْنِ وَبَعْدَ التَّحْلِيْلِ يُمْكِنُ اَنْ يُّعْتَبَرَ فِيْهِمَا حُكْمٌ فَطَرْفَاهَا اِمَّا شَبِيْهَتَانِ بِحَمْلِيَّتَيْنِ اَوْ مُتَّصِلَتَيْنِ اَوْ مُنْفَصِلَتَيْنِ اَوْ مُخْتَلِفَتَيْنِ عَلَيْكَ بِاسْتِخْرَاجِ الْاَمْثِلَةِ

ترجمہ:۔ فصل: شرطیہ کی دو جانب مراد لیتا ہوں میں مقدم اور تالی کو ان میں کوئی حکم نہیں ہوتا جس وقت کہ وہ طرفیں ہوں اور قضیہ کو کھول دینے کے بعد ممکن ہے کہ ان میں کسی حکم کا اعتبار کیا جائے پس قضیہ شرطیہ کی دو طرفیں یا تو دو حملیوں کے مشابہ ہوں گی یا دو متصلوں کے یا دو منفصلوں کے یا دو مختلف قضیوں

کے۔ تجھ پر لازم ہے امثلہ نکالنا۔

تشریح:۔ قضیہ شرطیہ دو قضیوں سے مل کر بنتا ہے جب وہ دونوں مل جاتے ہیں تو وہ ایک ہی بن جاتے ہیں۔ اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ وہ دونوں قضیے حملیہ ہوں بلکہ وہ دونوں حملیہ بھی ہو سکتے ہیں اور متصلہ، منفصلہ بھی اور مختلف بھی۔ تین کو تین سے ضرب دینے سے عقلی طور پر نو احتمال بنتے ہیں پھر قضیہ شرطیہ متصلہ ہوگا یا منفصلہ نو کو دو سے ضرب دینے سے عقلی طور پر اٹھارہ احتمال بنتے ہیں نو احتمال قضیہ متصلہ کے اور نو منفصلہ کے مگر منفصلہ میں تین احتمال محض عقلی ہیں کیونکہ قضیہ منفصلہ میں مقدم اور تالی کی تقدیم وتاخیر سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس طرح بقیہ پندرہ احتمالات ہیں ان سب کو مع امثلہ ذکر کیا جاتا ہے۔

﴿متصلات کے احتمالات﴾

نمبر	مقدم	تالی	امثلہ
۱	حملیہ	حملیہ	کلما کان ھذا الشیٔ انسانافھو حیوان
۲	متصلہ	متصلہ	ان کان کلما کان الشیٔ انسانافھو حیوان فکلما لم یکن الشیٔ حیوانا لم یکن انسانا
۳	منفصلہ	منفصلہ	کلما کان دائما ان یکون ھذا العدد زوجا او فردا فدائما اما ان یکون منقسما بمتساویین او غیر منقسم
۴	حملیہ	متصلہ	ان کان طلوع الشمس علة لوجود النھار فکلما کانت الشمس طالعة فالنھار موجود
۵	متصلہ	حملیہ	ان کان کلما کانت الشمس طالعة فالنھار موجود فطلوع الشمس علة لوجود النھار
۶	حملیہ	منفصلہ	ان کان ھذا عددا فھو دائمااما وج او فرد
۷	منفصلہ	حملیۃ	کلما کان ھذا اما زوج اوفرد کان ھذا عددا

۸	متصلہ	منفصلہ	ان کان کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود فدائمااما ان یکون الشمس طالعة واما ان لایکون النهار موجودا
۹	منفصلہ	متصلہ	کلما کان دائما اما ان یکون الشمس طالعة واماان لا یکون النهار موجودا فکلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود

﴿منفصلات﴾

نمبر	مقدم	تالی	امثلہ
۱	حملیہ	حملیہ	هذا العدد اما ان یکون زوجا اوفردا
۲	متصلہ	متصلہ	اما ان یکون ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود واماان یکون ان کانت الشمس طالعة لم یکن النهار موجودا
۳	منفصلہ	منفصلہ	دائما اماان یکون هذا العدد زوجا اوفردا واما ان یکون هذاالعدد لا زوجا ولا فردا
۴	حملیہ	متصلہ	دائما اماان لایکون طلوع الشمس علة لوجود النهارواما ان یکون کلما کانت الشمس طالعة کان النهار موجودا
۵	حملیہ	منفصلہ	اماان یکون هذاالشیٔ لیس عددا واما ان یکون اما زوجا او فردا
۶	متصلہ	منفصلہ	دائما اماان یکون کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود واما ان یکون الشمس طالعة واماان لا یکون النهار موجودا

فَصْلٌ: وَاِذْ قَدْ فَرَغْنَا عَنْ بَيَانِ الْقَضَايَاوَذِكْرِ اَقْسَامِهَا الْاَوَّلِيَّةِ وَالثَّانَوِيَّةِ فَحَانَ لَنَا اَنْ نَّذْكُرَ شَيْئًا مِّنْ اَحْكَامِهَا فَنَقُوْلُ مِنْ اَحْكَامِهَا التَّنَاقُضُ وَالْعُكُوْسُ فَلْنَعْقِدْ لِبَيَانِهَا فُصُوْلًانَذْكُرُ فِيْهَا اُصُوْلًا

ترجمہ:۔ فصل: اور جب ہم فارغ ہو چکے قضایا اور ان کی اقسام اولیہ اور ثانویہ کے ذکر کرنے سے تو ہمارے لئے وقت آ گیا ہے کہ ہم ان کے کچھ احکام ذکر کریں پس ہم کہتے ہیں کہ ان قضایا کے احکام میں سے تناقض

اورعکوس ہیں چنانچہ ہم ان کو بیان کرنے کیلئے چند فصول منعقد کرتے ہیں اوران فصول میں چند اصول ذکر کرتے ہیں۔

تشریح:۔اس فصل میں مصنفؒ صرف ربط ذکر فرمارہے ہیں کہ قضایا کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد ہم ان قضایا کے بعض احکامات یعنی تناقض اور عکوس کی بحث شروع کررہے ہیں اس کے بعد اصل مقصود یعنی قیاس اور حجت کو بیان کریں گے۔

فَصْلٌ :اَلتَّنَاقُضُ هُوَاِخْتِلاَفُ الْقَضِيَّتَيْنِ بِالْإِيْجَابِ وَالسَّلْبِ بِحَيْثُ يَقْتَضِىْ لِذَاتِهٖ صِدْقُ اَحَدِهِمَا كِذْبَ الْاُخْرٰى اَوْ بِالْعَكْسِ كَقَوْلِنَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَزَيْدٌ لَيْسَ بِقَائِمٍ وَشُرِطَ لِتَحَقُّقِ التَّنَاقُضِ بَيْنَ الْقَضِيَّتَيْنِ الْمَخْصُوْصَتَيْنِ وَحْدَاتٌ ثَمَانِيَةٌ فَلاَيَتَحَقَّقُ بِدُوْنِهَا وَحْدَةُ الْمَوْضُوْعِ وَحْدَةُ الْمَحْمُوْلِ وَحْدَةُ الْمَكَانِ وَحْدَةُ الزَّمَانِ وَحْدَةُ الْقُوَّةِ وَالْفِعْلِ وَحْدَةُ الشَّرْطِ وَحْدَةُ الْجُزْءِ وَالْكُلِّ وَحْدَةُ الْاِضَافَةِ وَقَدِ اجْتَمَعَتْ فِىْ هٰذَيْنِ الْبَيْتَيْنِ بَيْتٌ

در تناقض ہشت وحدۃ شرط داں ☆ وحدۃ موضوع ومحمول ومکاں

وحدۃ شرط واضافت و جزء و کل ☆ قوۃ وفعل است در آخر زماں

فَاِذَا اخْتَلَفَتَا فِيْهَا لَمْ تَتَنَاقَضَا نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَعَمْرٌو لَيْسَ بِقَائِمٍ وَزَيْدٌ قَاعِدٌ وَزَيْدٌ لَيْسَ بِقَائِمٍ وَزَيْدٌ مَوْجُوْدٌ اَىْ فِى الدَّارِ وَزَيْدٌ لَيْسَ بِمَوْجُوْدٍ اَىْ فِى السُّوْقِ وَزَيْدٌ نَائِمٌ اَىْ فِى اللَّيْلِ وَزَيْدٌ لَيْسَ بِنَائِمٍ اَىْ فِى النَّهَارِ وَزَيْدٌ مُتَحَرِّكُ الْاَصَابِعِ اَىْ بِشَرْطِ كَوْنِهٖ كَاتِبًا وَزَيْدٌ لَيْسَ بِمُتَحَرِّكِ الْاَصَابِعِ اَىْ بِشَرْطِ كَوْنِهٖ غَيْرَ كَاتِبٍ وَالْخَمْرُ فِى الدَّنِّ مُسْكِرٌ اَىْ بِالْقُوَّةِ وَالْخَمْرُ لَيْسَ بِمُسْكِرٍ فِى الدَّنِّ اَىْ بِالْفِعْلِ وَالزَّنْجِىُّ اَسْوَدُ اَىْ كُلُّهٗ وَالزَّنْجِىُّ لَيْسَ بِاَسْوَدَ اَىْ جُزْءُهٗ اَعْنِىْ اَسْنَانَهٗ وَزَيْدٌ اَبٌ اَىْ لِبَكْرٍ وَزَيْدٌ لَيْسَ بِاَبٍ اَىْ لِخَالِدٍ وَبَعْضُهُمْ اِكْتَفَوْا بِوَحْدَتَيْنِ اَىْ وَحْدَةِ الْمَوْضُوْعِ وَالْمَحْمُوْلِ

لِانْدِرَاجِ الْبَوَاقِیْ فِیْهِمَا وَبَعْضُهُمْ قَنَعُوْا بِوَحْدَةِ النِّسْبَةِ فَقَطْ لِاَنَّ وَحْدَتَهَا مُسْتَلْزِمَةٌ بِجَمِیْعِ الْوَحْدَاتِ

ترجمہ:۔ فصل: تناقض وہ مختلف ہونا ہے دو قضیوں کا ایجاب اور سلب میں اس طور پر کہ ان میں سے کسی ایک قضیہ کا سچا ہونا اپنی ذات کی وجہ سے تقاضا کرے دوسرے قضیے کے جھوٹے ہونے کا یا اس کا برعکس (ایک کا جھوٹا ہونا دوسرے کے سچے ہونے کا تقاضا کرے) ہو جیسے ہمارا قول زید قائم (زید کھڑا ہے) اور زید لیس بقائم (زید نہیں کھڑا) اور دو مخصوصہ قضیوں کے مابین تناقض کے ثابت ہونے کی شرط آٹھ وحدتیں ہیں پس تناقض ان کے بغیر ثابت نہ ہوگا (۱) وحدت موضوع (۲) وحدت محمول (۳) وحدت مکان (۴) وحدت زمان (۵) وحدت قوت و فعل (۶) وحدت شرط (۷) وحدت جزو کل (۸) وحدت اضافت۔ اور تحقیق یہ آٹھوں وحدتیں ان دو بیتوں میں جمع کی گئی ہیں ۔

تناقض میں آٹھ وحدتیں تو شرط جان ☆ وحدت موضوع ، محمول اور مکان

وحدت شرط، اضافت اور جزو کل ☆ وحدت قوت و فعل اور آخر میں وحدت زمان

پس جب دو قضیے ان میں مختلف ہوں گے تو ان میں تناقض نہ ہوگا جیسے زید کھڑا ہے اور عمر نہیں کھڑا ہے اور زید بیٹھا ہے اور زید کھڑا نہیں اور زید موجود ہے یعنی گھر میں اور زید موجود نہیں ہے یعنی بازار میں، زید سونے والا ہے یعنی رات کے وقت اور زید سونے والا نہیں ہے یعنی دن کے وقت، اور زید انگلیوں کو حرکت دینے والا ہے یعنی بشرطیکہ وہ کاتب ہو اور زید انگلیوں کو حرکت دینے والا نہیں ہے بشرطیکہ وہ کاتب نہ ہو، اور مشکیزے والی شراب نشہ آور ہے یعنی بالقوۃ اور مشکیزے والی شراب نشہ آور نہیں ہے یعنی بالفعل، اور حبشی کالا ہے یعنی اس کا کل بدن اور حبشی کالا نہیں ہے یعنی اس کا جزء میں مراد لیتا ہوں اس سے دانت، اور زید باپ ہے یعنی بکر کا اور زید باپ نہیں ہے یعنی خالد کا۔ اور بعض مناطقہ نے دو وحدتوں یعنی وحدت موضوع اور محمول پر اکتفاء کیا باقی وحدتوں کے ان دو میں داخل ہونے کی وجہ سے۔ اور بعض مناطقہ نے صرف وحدت نسبت پر ہی قناعت کر لی کیونکہ وحدت نسبت تمام وحدات کو مستلزم ہے

تشریح:۔ اس فصل میں مصنفؒ تناقض کی بحث کر رہے ہیں۔

تعریف تناقض :۔ وہ دو قضیوں کا ایجاب اور سلب میں مختلف ہونا ہے اس طور پر کہ ان میں سے کسی ایک قضیہ کا سچا ہونا اپنی ذات کی وجہ ۔سے دوسرے قضیے کے جھوٹے ہونے کا تقاضا کرے یا اس کا برعکس (ایک کا جھوٹا ہونا دوسرے کے سچے ہونے کا تقاضا کرے) ہو۔

گویا تناقض اس اختلاف کو کہتے ہیں جس میں پانچ باتیں پائی جائیں (۱) دو قضیوں کے درمیان اختلاف ہو دو مفردوں کے درمیان اختلاف نہ ہو جیسے شجر و لاشجر ان میں تناقض نہیں کیونکہ یہاں پر دو مفردوں میں اختلاف ہے۔ (۲) دو قضیوں میں سے ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہو۔ اگر دو سالبہ کے درمیان یا دو موجبہ کے درمیان اختلاف ہوگا تو تناقض نہ ہوگا جیسے کل انسان حیوان و کل انسان کاتب ان میں اختلاف تو ہے لیکن دونوں موجبہ ہیں اس لئے تناقض نہیں ہے۔ (۳) دونوں میں سے ایک سچا اور دوسرا جھوٹا ہو۔ اگر دونوں جھوٹے ہوں یا دونوں سچے ہوں تو تناقض نہ ہوگا جیسے بعض الحیوان انسان و بعض الحیوان لیس بانسان یہ دونوں سچے ہیں حالانکہ ایک کا جھوٹا ہونا ضروری ہے۔ (۴) ہر ایک کی ذات ہی یہ تقاضا کرے کہ اگر پہلا سچا ہے تو دوسرا جھوٹا ہو اور اگر دوسرا سچا ہے تو پہلا جھوٹا ہو اگر ذاتی تقاضا نہیں ہے تو تناقض نہ ہوگا جیسے زید انسان و زید لیس بناطق یہاں پہلے قضیے کی ذات دوسرے کے جھوٹے ہونے کا تقاضا نہیں کرتی بلکہ زید لیس بناطق میں ناطق انسان کے معنی میں ہے اس لئے پہلا سچا اور دوسرا جھوٹا ہو رہا ہے۔ (۵) اس اختلاف میں آٹھ چیزوں میں وحدت بھی ہو تب تناقض ہوگا ورنہ نہیں۔ ان کو وحدات ثمانیہ کہتے ہیں اور ان کو شاعر نے ایک شعر میں بند کیا ہے ؎

در تناقض ہشت وحدة شرط داں وحدة موضوع ومحمول ومکاں
وحدة شرط واضافت جزو کل قوة وفعل است در آخر زماں

ان آٹھوں کی تفصیل بمع امثلہ احترازی درج ذیل نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿نقشہ امثلہ احترازی﴾

نمبر	شرائط	امثلہ احترازی (جن میں شرط نہ پائے جانے کی بنا پر تناقض نہیں ہے)
۱	موضوع ایک ہو	زيد كاتب وعمرو ليس بكاتب
۲	محمول ایک ہو	زيد قائم وزيد ليس بقاعد
۳	مکان ایک ہو	زيد موجود في الداروزيد ليس بموجود في السوق
۴	شرط ایک ہو	زيد متحرك الاصابع اى بشرط كونه كاتبا وزيد ليس بمتحرك الاصابع اى بشرط كونه غير كاتب
۵	اضافت میں وحدت ہو	زيد اب لعمرووزيد ليس باب لبكر
۶	جزء وکل میں وحدت ہو	الزنجي اسود اى كله والزنجي ليس باسود اى بعضه
۷	قوت وفعل میں وحدت ہو	الخمر في الدن مسكر بالقوةوالخمرفي الدن ليس بمسكر بالفعل
۸	زمانہ ایک ہو	زيد نائم اى في الليل وزيد ليس بنائم اى في النهار

اعتراض:۔ آپ نے کہا کہ کل آٹھ چیزوں میں وحدت ہوگی تو تناقض ہوگا حالانکہ ان کے علاوہ اور اشیاء بھی ایسی ہیں جن میں وحدت لازمی ہے ورنہ تناقض نہیں ہوتا مثلاً آلہ ایک ہو ورنہ تناقض نہ ہوگا جیسے زيد كاتب اى بالقلم الباكستاني، زيد ليس بكاتب اى بالقلم التركي اس میں تناقض نہیں۔ اسی طرح علت ایک ہو ورنہ تناقض نہ ہوگا جیسے النجار عامل اى للسلطان و النجار ليس بعامل اى لزيد ،اسی طرح تمیز ایک ہو اور مفعول ایک ہو ورنہ تناقض نہ ہوگا ان کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں ہیں جن میں وحدت لازمی ہے ان کو کیوں نہیں ذکر کیا گیا؟

جواب﴿۱﴾:۔ یہ متقدمین کا مذہب ہے وہ فرماتے ہیں کہ بقیہ تمام اشیاء بھی ہماری ایک قید میں آجاتی ہیں کہ شرط ایک ہو۔ کیونکہ آلہ، تمیز، علت اور مفعول بہ وغیرہ یہ شرط کے ضمن میں آجاتے ہیں۔

جواب﴿۲﴾:۔ بعض متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ موضوع اور محمول میں وحدت ہو بقیہ تمام چیزیں جو

موضوع کے ساتھ ہیں وہ اس میں آجائیں گی اور جو چیزیں محمول کے ساتھ ہیں وہ محمول کے ضمن میں آجائیں گی۔ جواب ﴿۳﴾:۔ بعض متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ نسبت حکمیہ ایک ہو اور بقیہ تمام شرائط اس نسبت حکمیہ کے تحت میں آجائیں گی اور ان کو الگ الگ شرط بنانے کی ضرورت نہیں۔

فَصْلٌ: لابُدَّ فِی التَّنَاقُضِ فِی الْمَحْصُوْرَتَیْنِ مِنْ کَوْنِ الْقَضِیَّتَیْنِ مُخْتَلِفَتَیْنِ فِی الْکَمِّ اَعْنِی الْکُلِّیَّةَ وَالْجُزْئِیَّةَ فَاِذَاکَانَ اَحَدُ هُمَا کُلِّیَّةً تَکُوْنُ الْاُخْریٰ جُزْئِیَّةً لِاَنَّ الْکُلِّیَّتَیْنِ قَدْتَکْذِبَانِ کَمَا تَقُوْلُ کُلُّ حَیْوَانٍ اِنْسَانٌ وَلا شَیْئَ مِنَ الْحَیْوَانِ بِاِنْسَانٍ وَالْجُزْئِیَّتَیْنِ قَدْتَصْدُقَانِ کَقَوْلِکَ بَعْضُ الْحَیْوَانِ اِنْسَانٌ وَبَعْضُ الْحَیْوَانِ لَیْسَ بِاِنْسَانٍ وَیَکُوْنُ ذٰلِکَ فِیْ کُلِّ مَادَةٍ یَّکُوْنُ الْمَوْضُوْعُ اَعَمَّ فِیْهَا

ترجمہ:۔ فصل: دو محصوروں میں تناقض کے لئے ضروری ہے کہ وہ دونوں قضیے کم یعنی کلیت وجزئیت میں مختلف ہوں پس جب ان میں سے ایک کلیہ ہو تو دوسرا جزئیہ ہو کیونکہ دو کلیہ کبھی جھوٹے ہو جاتے ہیں جیسا کہ تو کہے کل حیوان انسان ولاشیٔ من الحیوان انسان (ہر حیوان انسان ہے اور کوئی حیوان انسان نہیں) اور دو جزئیے کبھی سچے ہو جاتے ہیں جیسے تیرا قول بعض الحیوان انسان وبعض الحیوان لیس بانسان (بعض حیوان انسان ہیں اور بعض حیوان انسان نہیں ہیں) اور ہوگا یہ ہر ایسے مادہ میں جس میں موضوع اعم ہو

تشریح:۔ اس فصل میں یہ بیان فرمارہے ہیں کہ دو قضیہ محصورہ میں تناقض کیلئے ایک اور شرط بھی ہے کہ دونوں قضیوں میں کلیت اور جزئیت میں بھی اختلاف ہو کیونکہ بعض اوقات دو کلیہ جھوٹے ہو جاتے ہیں اور دو جزئیہ سچے ہو جاتے ہیں حالانکہ تناقض کے متحقق ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ ایک ان میں سے سچا اور دوسرا جھوٹا ہو اس لئے ان کے درمیان "کم" (کلیت وجزئیت) میں اختلاف ضروری ہے جیسے کل حیوان انسان اور لا شیٔ من الحیوان بانسان دونوں جھوٹے ہیں اور بعض الحیوان انسان اور بعض الحیوان لیس بانسان یہ دونوں سچے ہیں۔ لیکن دو کلیہ کا جھوٹا ہونا اور دو جزئیہ کا

سچا ہونا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ صرف اس قضیہ میں ہوتا ہے جس کا موضوع اعم اور محمول اخص ہو۔

وَلا بُدَّ فِي تَنَاقُضِ الْقَضَايَا الْمُوَجَّهَةِ مِنَ الاِخْتِلافِ فِي الْجِهَةِ فَنَقِيضُ الضَّرُوْرِيَةِ الْمُطْلَقَةِ الْمُمْكِنَةُ الْعَامَّةُ وَنَقِيضُ الدَّائِمَةِ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ وَنَقِيضُ الْمَشْرُوْطَةِ الْعَامَّةِ الْحِينِيَةُ الْمُمْكِنَةُ وَنَقِيضُ الْعُرْفِيَّةِ الْعَامَّةِ الْحِينِيَةُ الْمُطْلَقَةُ

ترجمہ:۔ اور ضروری ہے قضایا موجہہ کے تناقض میں جہت کا مختلف ہونا۔ پس ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہوگی اور دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہوگی اور مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ اور عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہوگی

تشریح:۔ اس فصل میں موجہات کے درمیان تناقض اور اس تناقض کیلئے مزید ایک شرط کا ذکر کر رہے ہیں بسائط کل آٹھ ہیں جن میں سے وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی نقیض بیان نہیں کی جاتی کیونکہ بعض صورتوں میں معنی درست نہیں ہوتا اس لئے مناطقہ کے ہاں وہ معتبر نہیں ہے جس کی تفصیل بڑی کتابوں میں ان شاء اللہ آئیگی اور باقی چھ کی نقیض بیان کی جاتی ہے اور دو بسائط ایسے ہیں جن کو فقط تناقض کے وقت ہی ذکر کیا جاتا ہے ویسے بسائط میں ان کو ذکر نہیں کرتے وہ یہ ہیں ﴿۱﴾ حینیہ مطلقہ ﴿۲﴾ حینیہ ممکنہ

حینیہ مطلقہ:۔ جس میں ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کیلئے یا ایک چیز کی نفی دوسری چیز سے تین زمانوں میں سے ایک زمانہ میں ہو لیکن جب تک ذات موضوع ہے وصف عنوانی کے ساتھ موصوف رہے جیسے **کل کاتب ضاحک بالفعل مادام کاتبا** (ہر کاتب ہنسنے والا ہے کسی زمانے میں جب تک وہ کاتب ہے)

حینیہ ممکنہ:۔ جس میں ایک شی کا ثبوت دوسری شی کیلئے یا ایک شی کی نفی دوسری شی سے ممکن ہو جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف رہے جیسے **کل کاتب ضاحک بالامکان العام مادام کاتبا** (ہر کاتب ہنسنے والا ہے امکان عام کے طور پر جب تک وہ کاتب ہے)

موجہات کا تناقض:۔ اس کیلئے شرط یہ ہے کہ جہت ہر ایک کی مختلف ہو ورنہ تناقض نہیں ہوگا۔

﴿۱﴾ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ آئیگی کیونکہ ضروریہ مطلقہ وہ ہے جس میں ایک چیز کا ثبوت یا نفی

ضروری طور پر ہوتی ہے اور ضرورۃ کا سلب امکان ہے اور یہی معنی ممکنہ عامہ میں پایا جاتا ہے اس لئے ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہوگی جیسے **کل انسان حیوان بالضرورۃ** یہ موجبہ کلیہ ضروریہ مطلقہ ہے اس کی نقیض ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ ہوگی یعنی **بعض الانسان لیس بحیوان بالامکان العام**۔ اور ممکنہ عامہ کی نقیض ضروریہ مطلقہ ہوگی جیسے **کل نار حارۃ بالامکان العام** یہ موجبہ کلیہ ممکنہ عامہ ہے اس کی نقیض ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ ہوگی یعنی **بعض النار لیس بحار بالضرورۃ**۔

﴿۲﴾ دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہوگی کیونکہ دائمہ مطلقہ وہ ہے جس میں ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کیلئے یا ایک چیز کی نفی دوسری چیز سے دائمی طور پر ہو جب تک ذات موضوع قائم رہے۔ اس دوام کی نقیض یعنی اس کا رفع بالفعل ہوگا کہ ثبوت ونفی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ہو ہمیشہ نہ ہو اور یہی معنی مطلقہ عامہ میں پایا جاتا ہے جیسے **کل فلک متحرک بالدوام** یہ موجبہ کلیہ دائمہ مطلقہ ہے اس کی نقیض سالبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہوگی یعنی **بعض الفلک لیس بمتحرک بالفعل**۔ اور مطلقہ عامہ کی نقیض دائمہ مطلقہ ہوگی جیسے **کل انسان ضاحک بالفعل** یہ موجبہ کلیہ مطلقہ عامہ ہے اس کی نقیض سالبہ جزئیہ دائمہ مطلقہ ہوگی یعنی **بعض الانسان لیس بضاحک بالدوام**۔

﴿۳﴾ مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہوگی کیونکہ مشروطہ عامہ وہ ہے جس میں حکم ضروری ہو جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف رہے۔ تو اسکی نقیض اور رفع ہوگا کہ ضروری نہ ہو جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف رہے۔ اور یہی معنی حینیہ ممکنہ کا ہے جیسا کہ ابھی گزرا ہے مثلاً **کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا** یہ موجبہ کلیہ مشروطہ عامہ ہے اس کی نقیض سالبہ جزئیہ حینیہ ممکنہ ہوگی یعنی **بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان العام**۔ اسی طرح اس کا برعکس یعنی حینیہ ممکنہ کی نقیض مشروطہ عامہ ہوگی۔

﴿۴﴾ عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہوگی کیونکہ عرفیہ عامہ وہ ہے جس میں ایک چیز کا ثبوت یا نفی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہو جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف رہے۔ اور دوام کا سلب بالفعل ہے اور یہ معنی حینیہ مطلقہ میں پایا جاتا ہے اس لئے عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہوگی جیسے **کل کاتب**

متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا یہ عرفیہ عامہ موجبہ کلیہ ہے اس کی نقیض حینیہ مطلقہ سالبہ جزئیہ ہوگی یعنی بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالفعل حین ھو کاتب۔ اور اسی طرح اس کا الٹ یعنی حینیہ مطلقہ کی نقیض عرفیہ عامہ ہوگی۔ موجہات کے نقائض کی مفصل مثالیں نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں

﴿نقشہ نقائض قضایا موجهہ بسائط بمع امثلہ﴾

نمبر	نام قضیہ	نام نقیض قضیہ	مثال اصل قضیہ	مثال نقیض قضیہ
۱	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ	کل انسان حیوان بالضرورۃ	بعض الانسان لیس بحیوان بالامکان العام
۲	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	بعض الانسان حیوان بالضرورۃ	لا شئ من الانسان بحیوان بالامکان العام
۳	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	لا شئ من الانسان بحجر بالضرورۃ	بعض الانسان حجر بالامکان العام
۴	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	بعض الانسان لیس بحجر بالضرورۃ	کل انسان حجر بالامکان العام
۵	مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ	حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان العام حین ھو کاتب
۶	مشروطہ عامہ موجبہ جزئیہ	حینیہ ممکنہ سالبہ کلیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	لا شئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالامکان العام حین ھو کاتب
۷	مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ	حینیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	لا شئ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین ھو کاتب

۸	مشروطہ عامہ سالبہ جزئیہ	حینیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	کل کاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین ھو کاتب
۹	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	کل فلک متحرک بالدوام	بعض الفلک لیس بمتحرک بالفعل
۱۰	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	بعض الفلک متحرک بالدوام	لا شیٔ من الفلک بمتحرک بالفعل
۱۱	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	لا شیٔ من الفلک بساکن بالدوام	بعض الفلک ساکن بالفعل
۱۲	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	بعض الفلک لیس بساکن بالدوام	کل فلک ساکن بالفعل
۱۳	عرفیہ عامہ موجبہ کلیہ	حینیہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالفعل حین ھو کاتب
۱۴	عرفیہ عامہ موجبہ جزئیہ	حینیہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا	لا شیٔ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل حین ھو کاتب
۱۵	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	لا شیٔ من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتبا	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل حین ھو کاتب
۱۶	عرفیہ عامہ سالبہ جزئیہ	حینیہ مطلقہ موجبہ کلیہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتبا	کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل حین ھو کاتب
۱۷	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	کل انسان متنفس بالفعل	بعض الانسان لیس بمتنفس بالدوام
۱۸	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بعض الانسان متنفس بالفعل	لا شیٔ من الانسان بمتنفس بالدوام

۱۹	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	لا شیٔ من الانسان بضاحک بالفعل	بعض الانسان ضاحک بالدوام
۲۰	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	بعض الانسان لیس بضاحک بالفعل	کل انسان ضاحک بالدوام
۲۱	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	کل انسان کاتب بالامکان العام	بعض الانسان لیس بکاتب بالضرورۃ
۲۲	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بعض الانسان کاتب بالامکان العام	لا شیٔ من الانسان بکاتب بالضرورۃ
۲۳	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	لا شیٔ من الانسان بکاتب بالامکان العام	بعض الانسان کاتب بالضرورۃ
۲۴	ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	بعض الانسان لیس بکاتب بالامکان العام	کل انسان کاتب بالضرورۃ

وَهٰذَا فِی الْبَسَائِطِ الْمُوَجَّهَةِ وَنَقَائِضُ الْمُرَكَّبَاتِ مِنْهَا مَفْهُوْمٌ مُرَدَّدٌ بَيْنَ نَقِيْضَیْ بَسَائِطِهَا وَالتَّفْصِيْلُ يُطْلَبُ مِنْ مُطَوَّلاتِ الْفَنِّ

ترجمہ: یہ تفصیل قضایا موجہہ بسائط میں ہے اور قضایا موجہہ مرکبات کی نقیضیں وہ مفہوم ہیں جو ان مرکبات کے بسائط کی دونقیضوں کے درمیان تردید کئے گئے ہوں اور تفصیل فن منطق کی بڑی کتابوں سے معلوم کی جائے

تشریح:۔ اس فصل میں مصنفؒ مرکبات کے نقائض کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔

قضایا موجہہ مرکبات کی نقیض نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے دونوں اجزاء کی نقیض نکال کر ان دونوں نقیضوں کو قضیہ شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو بنائیں یعنی اسکے شروع میں امــــا اور درمیان میں او لگادیں تو مرکب کی نقیض نکل آئیگی اس کی مکمل تفصیل تو ان شاء اللہ مطولات میں آئے گی یہاں سمجھانے کیلئے صرف ایک مثال ذکر کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم مشروطہ خاصہ بالضرورۃ کل کاتب متحرک

الاصابع مادام کاتبا لادائما کی نقیض نکالنا چاہتے ہیں اس کا پہلا جزء مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ ہے اور لادائما سے اشارہ مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ کی طرف ہے یعنی لاشیٔ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل سب سے پہلے اس کے دونوں اجزاء کی نقیض نکالیں گے پہلے جزء کی نقیض حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ آئے گی یعنی بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع باالامکان العام حین ھو کاتب اور دوسرے جزء کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ آئے گی یعنی بعض الکاتب متحرک الاصابع دائما اب ان دونوں نقیضوں کو قضیہ شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو بنائیں گے شروع میں اما اور درمیان میں او لگائیں گے یعنی اما بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع باالامکان العام حین ھو کاتب او بعض الکاتب متحرک الاصابع دائما یہ قضیہ مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ بالضرورۃ کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لادائما کی نقیض تیار ہوگئی۔

فَصْلٌ: وَيُشْتَرَطُ فِي اَخْذِ نَقَائِضِ الشَّرْطِيَّاتِ الْاِتِّفَاقُ فِي الْجِنْسِ وَالنَّوْعِ وَالْمُخَالَفَةُ فِي الْكَيْفِ فَنَقِيضُ الْمُتَّصِلَةِ اللُّزُومِيَّةِ الْمُوجِبَةِ سَالِبَةٌ مُّتَّصِلَةٌ لُزُومِيَّةٌ وَنَقِيضُ الْمُنْفَصِلَةِ الْعِنَادِيَةِ الْمُوجِبَةِ سَالِبَةٌ مُّنْفَصِلَةٌ عِنَادِيَةٌ وَهٰكَذَا فَاِذَا قُلْتَ دَائِمًا كُلَّمَا كَانَ ا بَ فَجَ دَ كَانَ نَقِيضُهُ لَيْسَ كُلَّمَا كَانَ ا بَ فَجَ دَ وَاِذَا قُلْتَ دَائِمًا اِمَّا اَنْ يَّكُونَ هٰذَا الْعَدَدُ زَوْجًا اَوْ فَرْدًا فَنَقِيضُهُ لَيْسَ دَائِمًا اِمَّا اَنْ يَّكُونَ هٰذَا الْعَدَدُ زَوْجًا اَوْ فَرْدًا

ترجمہ:۔ فصل: اور قضایا شرطیہ کی نقیضوں کو حاصل کرنے میں جنس اور نوع میں متفق ہونا اور کیف (ایجاب وسلب) میں مختلف ہونا شرط ہے پس متصلہ لزومیہ موجبہ کی نقیض سالبہ متصلہ لزومیہ اور منفصلہ عنادیہ موجبہ کی نقیض سالبہ منفصلہ عنادیہ ہوگی اور ایسے ہی معاملہ ہے جب تو کہے دائما کلما کان ا ب فج د تو اس کی نقیض یہ ہوگی لیس کلما کان ا ب فج د اور جب تو کہے دائما اما ان یکون ھذا العدد زوجا او فردا تو اس کی نقیض یہ ہوگی لیس دائما اما ان یکون ھذا العدد زوجا او فردا۔

تشریح:۔ قضیہ شرطیہ کی نقیض کیلئے دو شرائط ہیں جنس اور نوع میں اتفاق ہو اور کیف (ایجاب وسلب) میں اختلاف ہو۔ جنس اور نوع سے اصطلاحی جنس ونوع مراد نہیں ہیں بلکہ ہر اوپر والی چیز کو جنس اور نیچے

والی چیز کو نوع کہا گیا ہے۔ جنس سے مراد متصلہ اور منفصلہ ہیں اور نوع سے مراد انکی اقسام ہیں۔ تو متصلہ لزومیہ موجبہ کی نقیض متصلہ لزومیہ سالبہ ہوگی اور منفصلہ عنادیہ موجبہ کی نقیض منفصلہ عنادیہ سالبہ ہوگی اسی طرح متصلہ اتفاقیہ موجبہ کی نقیض متصلہ اتفاقیہ سالبہ ہوگی اور منفصلہ اتفاقیہ موجبہ کی نقیض منفصلہ اتفاقیہ سالبہ ہوگی جیسے کلما کان ا ب فج د یہ قضیہ متصلہ لزومیہ موجبہ کلیہ ہے اسکی نقیض متصلہ لزومیہ سالبہ کلیہ ہوگی یعنی لیس کلما کان اب فج د۔ اسی طرح دائما اما ان یکون ھذاالعدد زوجا اوفردا منفصلہ عنادیہ موجبہ کلیہ ہے اس کی نقیض منفصلہ عنادیہ سالبہ کلیہ ہوگی یعنی لیس دائما اما ان یکون ھذاالعدد زوجا او فردا

فَصلٌ: اَلْعَكْسُ الْمُسْتَوِیْ وَيُقَالُ لَهُ الْعَكْسُ الْمُسْتَقِيْمُ اَيْضًا وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ جَعْلِ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ مِنَ الْقَضِيَّةِ ثَانِيًا وَالْجُزْءِ الثَّانِیْ اَوَّلًا مَعَ بَقَاءِ الصِّدْقِ وَالْكَيْفِ فَالسَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ تَنْعَكِسُ كَنَفْسِهَا كَقَوْلِكَ لَا شَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ يَنْعَكِسُ اِلٰى قَوْلِكَ لَا شَیْءَ مِنَ الْحَجَرِ بِاِنْسَانٍ بِدَلِيْلِ الْخُلْفِ تَقْرِيْرُهٗ اَنَّهٗ لَوْ لَمْ يَصْدُقْ لَا شَیْءَ مِنَ الْحَجَرِ بِاِنْسَانٍ عِنْدَ صِدْقِ قَوْلِنَا لَا شَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ لَصَدَقَ نَقِيْضُهٗ اَعْنِیْ قَوْلَنَا بَعْضُ الْحَجَرِ اِنْسَانٌ فَنَضُمُّهٗ مَعَ الْاَصْلِ وَنَقُوْلُ بَعْضُ الْحَجَرِ اِنْسَانٌ وَلَا شَیْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ يُنْتِجُ بَعْضُ الْحَجَرِ لَيْسَ بِحَجَرٍ فَيَلْزَمُ سَلْبُ الشَّیْءِ عَنْ نَفْسِهٖ وَذٰلِكَ مُحَالٌ وَالسَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ لَا تَنْعَكِسُ لُزُوْمًا لِجَوَازِ عُمُوْمِ الْمَوْضُوْعِ فِی الْحَمْلِيَّةِ وَالْمُقَدَّمِ فِی الشَّرْطِيَّةِ مَثَلًا يَصْدُقُ بَعْضُ الْحَيْوَانِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ وَلَيْسَ يَصْدُقُ بَعْضُ الْاِنْسَانِ لَيْسَ بِحَيْوَانٍ وَالْمُوْجِبَةُ الْكُلِّيَّةُ تَنْعَكِسُ اِلٰى مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ فَقَوْلُنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيْوَانٌ يَنْعَكِسُ اِلٰى قَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيْوَانِ اِنْسَانٌ وَلَا يَنْعَكِسُ اِلٰى مُوْجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ لِاَنَّهٗ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ الْمَحْمُوْلُ اَوِ التَّالِیْ عَامًّا كَمَا فِیْ مِثَالِنَا فَلَا يَصْدُقُ كُلُّ حَيْوَانٍ اِنْسَانٌ

ترجمہ:۔ فصل: عکس مستوی جس کو عکس مستقیم بھی کہا جاتا ہے نام ہے قضیہ کے پہلے جزء کو دوسرا اور

دوسرے کو پہلا بنا دینے کا صدق اور کیف کو باقی رکھتے ہوئے پس سالبہ کلیہ کا عکس خود سالبہ کلیہ ہی کی مثل ہوگا جیسے تیرا قول لا شئ من الانسان بحجر (کوئی انسان پتھر نہیں ہے) اس کا عکس آئیگا تیرا یہ قول لا شئ من الحجر بانسان (کوئی پتھر انسان نہیں ہے) دلیل خلفی کی وجہ سے جس کی تقریر یہ ہے کہ اگر عکس لا شئ من الحجر بانسان سچا نہ آئے بوقت سچا آنے لا شئ میں الانسان بحجر کے تو اس کی نقیض سچی آئے گی یعنی بعض الحجر انسان (بعض پتھر انسان ہیں) پس ہم اس کو اصل کے ساتھ ملا کر یوں کہیں گے بعض الحجر انسان ولا شئ من النسان بحجو نتیجہ آئے گا بعض الحجر لیس بحجر (بعض پتھر پتھر نہیں) پس لازم آئیگا شی کی اپنی ذات سے نفی کرنا اور یہ محال ہے۔ اور سالبہ جزئیہ کا عکس لازمی طور پر نہیں آتا کیونکہ جائز ہے حملیہ میں موضوع اور شرطیہ میں مقدم کا اعم ہونا مثلا بعض الحیوان لیس بانسان (بعض حیوان انسان نہیں ہیں) سچا ہے اور بعض الحیوان لیس بانسا ن (بعض انسان حیوان نہیں ہیں) سچا نہیں ہے۔ اور موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے پس ہمارے قول کل انسان حیوان (ہر انسان حیوان ہے) کا عکس آئیگا ہمارا یہ قول بعض الحیوان انسان (بعض حیوان انسان ہیں) اور موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آئیگا کیونکہ ممکن ہے کہ محمول یا تالی عام ہوں جیسا کہ ہماری مثال میں پس کل حیوان انسان (ہر حیوان انسان ہے) سچا نہیں آئے گا۔

تشریح: مصنفؒ تناقض کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اس فصل میں عکس مستوی کو بیان کر رہے ہیں

تعریف عکس مستوی:۔ جس میں قضیے کے جزء اول کو ثانی اور ثانی کو اول بنا دیا جائے لیکن صدق اور کیف کو باقی رکھتے ہوئے۔ پھر اگر قضیہ حملیہ ہے تو محمول کو موضوع اور موضوع کو محمول بنائیں گے اور اگر قضیہ شرطیہ ہے تو مقدم کو تالی اور تالی کو مقدم بنا دیا جائیگا مذکورہ شرائط کے ساتھ۔

سوال:۔ آپ نے مع بقاء الصدق کی قید لگائی ہے مع بقاء الکذب کی شرط کیوں نہیں لگائی حالانکہ تیسیر المنطق والے نے یہ قید بھی لگائی ہے؟

جواب:۔ دراصل کذب کی شرط لگانا صحیح نہیں، کیونکہ اگر پہلا قضیہ سچا ہے تو عکس کا سچا ہونا ضروری ہے لیکن اگر پہلا قضیہ جھوٹا ہے تو عکس کا جھوٹا ہونا ضروری نہیں جیسے کل حیوان انسان جھوٹا ہے لیکن اس کا عکس بعض الانسان حیوان سچا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عکس قضیے کو لازم ہوتا ہے قضیہ ملزوم ہوتا ہے اور ملزوم کا صدق لازم کے صدق کو چاہتا ہے اس لئے اصل قضیہ اگر سچا ہے تو عکس کا سچا ہونا بھی ضروری ہے لیکن انتفاء ملزوم سے انتفاء لازم ضروری نہیں کیونکہ لازم کبھی ملزوم کے بغیر بھی پایا جاتا ہے لہٰذا اگر اصل جھوٹا ہے تو عکس کا جھوٹا ہونا ضروری نہیں۔ اس کی مزید وضاحت ان شاء اللہ بڑی کتابوں میں آئے گی۔

وجہ تسمیہ:۔ اس کو عکس مستوی اسلئے کہتے ہیں کہ اسکا عکس سیدھے طریقے سے نکالا جاتا ہے جبکہ عکس نقیض نکالنے کیلئے قضیہ کے اجزاء کی نقیض نکالنی پڑتی ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ اگلی فصل میں آئیگی۔

فالسالبة الكلية تنعكس كنفسها:۔ مناطقہ محصورات اربعہ سے بحث کرتے ہیں اس لئے یہاں سے ان کے عکس کو تفصیل کے ساتھ مع الدلائل بیان کر رہے ہیں۔

﴿۱﴾ سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آئیگا جیسے **لا شیء من الانسان بحجر** کا عکس **لا شیء من الحجر بانسان** آئے گا۔ دلیل: جب ہم موضوع کے ہر ہر فرد سے محمول کی نفی کر رہے ہیں تو لازمی طور پر ہم محمول کے ہر ہر فرد سے موضوع کی بھی نفی کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی نہ مانے تو ہم دلیل خلفی سے اس کو ثابت کریں گے۔ دلیل خلفی کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا عکس مان لو ورنہ اس عکس کی نقیض مانو اگر نقیض بھی نہیں مانتے تو ارتفاع نقیضین لازم آئیگا جو ناجائز ہے، جب نقیض کو مان لیا تو ہم اس نقیض کو اصل قضیے کے ساتھ ملا کر شکل اول بنا کر نتیجہ نکالیں گے جو غلط نکلے گا اور یہ غلط نتیجہ نقیض کو ماننے کی وجہ سے آیا جب نقیض غلط ثابت ہوگئی تو عکس خود بخود ثابت ہو جائے گا جیسے مثال مذکور میں ہم کہیں گے کہ **لا شیء من الانسان بحجر** کا عکس **لا شیء من الحجر بانسان** مان لو ورنہ اس کی نقیض مانو یہ سالبہ کلیہ ہے اس لئے اس کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوگی یعنی **بعض الحجر انسان** پھر ہم اس کو صغری اور اصل قضیے کو کبری بنا کر شکل اول تیار کر کے نتیجہ نکالیں گے اس طرح (صغری) **بعض الحجر انسان** اور (کبری) **لا شیء من الانسان بحجر** ہوگا حد اوسط کو گرانے کے بعد نتیجہ نکلے گا **بعض الحجر**

لیس بحجر (بعض پتھر پتھر نہیں) یہ نتیجہ غلط اور باطل ہے کیونکہ اس میں سلب الشئ عن نفسہ (شی کا اپنی ذات سے سلب) کی خرابی لازم آتی ہے اور یہ بطلان عکس کی نقیض ماننے کی وجہ سے ہوا معلوم ہوا کہ ہمارا عکس صحیح ہے۔

سوال: آپ نے سالبہ کلیہ کو مقدم کیوں کیا حالانکہ موجبہ افضل ہونے کی وجہ سے پہلے مذکور ہونا چاہیے تھا؟

جواب: ۔ ہمارا موضوع سخن عکس ہے سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آتا ہے جبکہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے اور کلیت جزئیت سے افضل ہے اس لئے سالبہ کو مقدم کیا۔

﴿۲﴾:۔ سالبہ جزئیہ کا عکس لازمی طور پر نہیں آتا کیونکہ جب موضوع یا مقدم اعم اور محمول یا تالی اخص ہو تو اس کا عکس غلط ہوتا ہے اس لئے اس کا عکس نکالتے ہی نہیں جیسے بعض الحیوان لیس بانسان کا عکس بعض الانسان لیس بحیوان غلط ہے۔ کیونکہ اصل سچا اور عکس جھوٹا ہے حالانکہ عکس کی شرط یہ ہے کہ اگر اصل سچا ہے تو عکس بھی سچا ہو۔

﴿۳﴾:۔ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آئیگا جیسے کل انسان حیوان کا عکس بعض الحیوان انسان آئے گا۔ اس کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آئیگا کیونکہ جب موضوع یا مقدم اخص اور محمول یا تالی اعم ہو تو نتیجہ غلط نکلتا ہے جیسے کل انسان حیوان کا عکس کل حیوان انسان غلط آتا ہے۔ دلیل: اس کی دلیل تو یہ ہے کہ جب ہم محمول کو موضوع کے تمام افراد کیلئے ثابت کررہے ہیں تو ہم موضوع کو بھی محمول کے بعض افراد کیلئے ثابت کرسکتے ہیں۔

وَهٰهُنَا شَكٌّ تَقْرِيْرُهٗ اَنَّ قَوْلَنَا كُلُّ شَيْخٍ كَانَ شَابًّا مُوْجِبَةٌ كُلِّيَّةٌ صَادِقَةٌ مَعَ اَنَّ عَكْسَهٗ بَعْضُ الشَّابِّ كَانَ شَيْخًا لَيْسَ بِصَادِقٍ وَاُجِيْبَ عَنْهُ بِاَنَّ عَكْسَهٗ لَيْسَ مَا ذَكَرْتَ بَلْ عَكْسُهٗ بَعْضُ مَنْ كَانَ شَابًّا شَيْخٌ وَقَدْ يُجَابُ بِوَجْهٍ اٰخَرَ وَهُوَ اَنَّ حِفْظَ النِّسْبَةِ لَيْسَ بِضَرُوْرِيٍّ فِي الْعَكْسِ فَعَكْسُهٗ بَعْضُ الشَّابِّ يَكُوْنُ شَيْخًا وَهُوَ صَادِقٌ لَامُحَالَةَ وَالْمُوْجِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ تَنْعَكِسُ اِلٰى مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ كَقَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ اِنْسَانٌ يَنْعَكِسُ اِلٰى قَوْلِنَا بَعْضُ الْاِنْسَانِ حَيَوَانٌ وَقَدْ يُوْرَدُ عَلٰى اِنْعِكَاسِ الْمُوْجِبَةِ

الْجُزْئِيَّةِ كَنَفْسِهَا اِيْرَادٌ وَهُوَ اَنَّ بَعْضَ الْوَتَدِ فِي الْحَائِطِ صَادِقٌ وَعَكْسُهُ اَعْنِيْ بَعْضُ الْحَائِطِ فِي الْوَتَدِ غَيْرُ صَادِقٍ وَالْجَوَابُ اَنَّا لَا نُسَلِّمُ اَنَّ عَكْسَ هٰذِهِ الْقَضِيَّةِ مَا قُلْتَ مِنْ بَعْضُ الْحَائِطِ فِي الْوَتَدِ بَلْ عَكْسُهُ بَعْضُ مَا فِي الْحَائِطِ وَتَدٌ وَلَا مِرْيَةَ فِيْ صِدْقِهٖ وَبَاقِيْ مَبَاحِثِ الْعُكُوْسِ مِنْ عَكْسِ الْمُوْجَهَاتِ وَالشَّرْطِيَّاتِ فَمَذْكُوْرٌ فِي الْمُطَوَّلَاتِ

ترجمہ:۔اور یہاں ایک شک ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ ہمارا یہ قول کل شیخ کان شابا (ہر بوڑھا جوان تھا) موجبہ کلیہ صادق ہے باوجودیکہ اس کا عکس بعض الشاب کان شیخا (بعض جوان بوڑھے تھے) صادق نہیں ہے اور جواب دیا گیا ہے اس شک کا بایں طور کہ اس کا عکس وہ نہیں جو آپ نے ذکر کیا بلکہ اسکا عکس یہ ہے بعض من کان شابا شیخ (بعض وہ آدمی جو جوان تھے اب بوڑھے ہیں) اور کبھی دوسرے طریقے سے جواب دیا جاتا ہے کہ نسبت کا محفوظ رہنا عکس میں ضروری نہیں پس اس کا عکس بعض الشاب یکون شیخا (بعض جوان بوڑھے ہوں گے) ہوگا اور وہ یقیناً صادق ہے۔اور موجبہ جزئیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے جیسے ہمارا قول بعض الحیوان انسان اس کا عکس آئیگا ہمارا یہ قول بعض الانسان حیوان اور کبھی موجبہ جزئیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آنے پر اشکال وارد کیا جاتا ہے کہ بعض الوتد فی الحائط (بعض میخ دیوار میں ہے) صادق ہے اور اس کا عکس یعنی بعض الحائط فی الوتد (بعض دیوار میخ میں ہے) صادق نہیں اور جواب یہ ہے کہ ہم اس قضیے کا یہ عکس تسلیم ہی نہیں کرتے جو آپ نے کہا یعنی بعض الحائط فی الوتد بلکہ اس کا عکس تو بعض ما فی الحائط وتد (بعض ان چیزوں میں سے جو دیوار میں ہیں میخ ہے) ہے اور اس کے سچا ہونے میں کوئی شک نہیں۔اور عکوس کے باقی مباحث یعنی قضایا موجہات اور شرطیات کے عکس تو وہ فن کی بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔

تشریح:۔اس عبارت میں موجبہ کلیہ کے عکس پر ایک اعتراض اور اس کا جواب ذکر رہے ہیں۔

اعتراض:۔آپ نے کہا کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے ہم آپ کو مثال دکھاتے ہیں کہ موجبہ

کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ صحیح نہیں آتا جیسے كل شيخ كان شابا کا عکس بعض الشاب كان شيخا سچا نہیں ہے۔ جواب ﴿۱﴾:۔ آپ نے جو شابا کو مقدم کیا ہے کان کو بھی شابا کے ساتھ ہی منتقل کرنا تھا تب عکس صحیح آتا بعض من كان شابا شيخ (بعض وہ آدمی جو جوان تھے اب بوڑھے ہیں) یہ عکس سچا ہے۔ جواب ﴿۲﴾:۔ اس جگہ ہم کان کو یکون کے معنی میں کردیں تو بھی عکس صحیح ہوگا کیونکہ عکس میں بقاء نسبت کوئی شرط نہیں ہے بعض الشاب يكون شيخا (بعض جوان بوڑھے ہوں گے)

جواب ﴿۳﴾:۔ بعض حضرات نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ یہ قضیہ درحقیقت وقتیہ مطلقہ ہے اسکا عکس مطلقہ عامہ نکلے گا۔ كل شيخ كان شابا (ہر بوڑھا ایک معین وقت میں جوان تھا) کا عکس بعض الشاب كان شيخا بالفعل (بعض نوجوان تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں بوڑھے ہیں) ہوگا اب معنی درست ہے۔ اسکی مکمل تفصیل ہماری شرح تہذیب کی شرح سراج التہذیب میں مذکور ہے۔

﴿۴﴾ موجبہ جزئیہ کا عکس:۔ موجبہ جزئیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہی آتا ہے کیونکہ جب ہم محمول کو موضوع کے بعض افراد کیلئے ثابت کررہے ہیں تو موضوع کو بھی محمول کے بعض افراد کیلئے ثابت کرسکتے ہیں جیسے بعض الحيوان انسان کا عکس بعض الانسان حيوان ہوگا۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ موجبہ جزئیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہی آتا ہے ہم آپکو دو مثالیں دکھاتے ہیں کہ اسکا عکس موجبہ جزئیہ صحیح نہیں آتا جیسے بعض الوتد في الحائط کا عکس بعض الحائط في الوتد درست نہیں اسی طرح بعض الملک علی سرير کا عکس بعض السرير علی ملک صحیح نہیں آتا کیوں؟ جواب:۔ آپ نے دونوں مثالوں میں فقط مجرور کو منتقل کیا ہے جار کو نہیں اگر جار کو بھی مقدم کردیتے تو یہ اعتراض بھی نہ رہتا تو بعض الوتد في الحائط کا عکس بعض ما في الحائط وتد۔ اور بعض الملک علی سرير کا عکس بعض من علی سرير ملک ہوگا یہ دونوں درست ہیں

فَصْلٌ: عَكْسُ النَّقِيْضِ هُوَ جَعْلُ نَقِيْضِ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ مِنَ الْقَضِيَّةِ ثَانِيًا وَنَقِيْضِ الْجُزْءِ الثَّانِيْ اَوَّلاً مَعَ بَقَاءِ الصِّدْقِ وَالْكَيْفِ هٰذَا اُسْلُوْبُ الْمُتَقَدِّمِيْنَ

فَتَنْعَكِسُ الْمُوْجِبَةُ الْكُلِّيَّةُ بِهٰذَا الْعَكْسِ كَنَفْسِهَا كَقَوْلِنَا كُلُّ اِنْسَانٍ حَيَوَانٌ يَنْعَكِسُ اِلٰى قَوْلِنَا كُلُّ لَاحَيَوَانٍ لَااِنْسَانٌ وَالْمُوْجِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ لَا تَنْعَكِسُ بِهٰذَا الْعَكْسِ لِاَنَّ قَوْلَنَا بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَااِنْسَانٌ صَادِقٌ وَعَكْسُهٗ اَعْنِيْ بَعْضُ الْاِنْسَانِ لَاحَيَوَانٌ كَاذِبٌ وَالسَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ تَنْعَكِسُ اِلٰى سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ تَقُوْلُ لَا شَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِفَرَسٍ وَتَقُوْلُ فِيْ عَكْسِهٖ بِهٰذَا الْعَكْسِ بَعْضُ اللَّافَرَسِ لَيْسَ بِلَا اِنْسَانٍ اِلٰى جُزْئِيَّةٍ وَلَا تَقُوْلُ لَا شَيْءَ مِنَ اللَّا فَرَسِ بِلَا اِنْسَانٍ لِصِدْقِ نَقِيْضِهٖ اَعْنِيْ بَعْضُ اللَّافَرَسِ لَا اِنْسَانٌ كَالْجِدَارِ وَالسَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ تَنْعَكِسُ اِلٰى سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ كَقَوْلِكَ بَعْضُ الْحَيَوَانِ لَيْسَ بِاِنْسَانٍ تَنْعَكِسُ اِلٰى قَوْلِكَ بَعْضُ اللَّا اِنْسَانِ لَيْسَ بِلَاحَيَوَانٍ كَالْفَرَسِ وَعُكُوْسُ الْمُوَجَّهَاتِ مَذْكُوْرَةٌ فِي الْكُتُبِ الطِّوَالِ وَهٰهُنَا قَدْ تَمَّ مَبَاحِثُ الْقَضَايَا وَاَحْكَامُهَا

ترجمہ:۔ **فصل**: عکس نقیض وہ بنانا ہے قضیہ کے جزءاول کی نقیض کو جزء ثانی اور جزء ثانی کی نقیض کو جزء اول صدق اور کیف کو باقی رکھتے ہوئے یہ متقدمین کا طریقہ ہے پس موجبہ کلیہ کا عکس اس عکس نقیض کے ساتھ موجبہ کلیہ ہی ہوگا جیسے ہمارے قول کل انسان حیوان کا عکس آئیگا ہمارا یہ قول کل لا حیوان لا انسان اور موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آتا کیونکہ ہمارا یہ قول بعض الحیوان لا انسان صادق ہے اوراسکا عکس یعنی بعض الانسان لا حیوان کاذب ہے۔اور سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ جزئیہ آئیگا تو کہے گا لا شئ من الانسان بفرس اور تو اس کے عکس نقیض میں کہے گا بعض اللافرس لیس بلا انسان اور نہیں کہے گا لا شئ من اللافرس بلا انسان بوجہ اس کی نقیض کے صادق آنے کے یعنی بعض اللافرس لاانسان جیسے دیوار۔اور سالبہ جزئیہ کا عکس سالبہ جزئیہ آئیگا جیسے تیرے قول بعض الحیوان لیس بانسان کا عکس آئے گا تیرا یہ قول بعض اللانسان لیس بلا حیوان جیسے گھوڑا۔اور موجہات کے عکس بڑی کتابوں میں مذکور ہیں اور اس جگہ قضایا کے مباحث اور ان کے احکام مکمل ہوگئے۔

تشریح:۔ عکس مستوی سے فارغ ہونے کے بعد مصنفؒ اس فصل میں عکس نقیض کو بیان کررہے ہیں۔

عکس نقیض عکس مستوی کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے۔اس کی تعریف میں اختلاف ہے متقدمین کے نزدیک اس کی تعریف یہ ہے کہ ''کسی قضیہ کے جزءاول وثانی کی نقیض نکال کراول کوثانی اور ثانی کو اول بنادینا صدق اور کیف کو باقی رکھتے ہوئے'' اور متاخرین کے نزدیک فقط جزءثانی کی نقیض نکال کر اس کو اول اور اول کو اسی حالت میں ثانی بنادینا صدق کو باقی رکھتے ہوئے اور کیف میں اختلاف کے ساتھ۔ مصنفؒ فقط متقدمین کے مذہب کو بیان فرمارہے ہیں کیونکہ اس کو سمجھنا مبتدی کیلئے زیادہ آسان ہے۔

وجہ تسمیہ:۔ اس کو عکس نقیض اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں نقیض نکال کر اس کا عکس کیا جاتا ہے۔

فتنعکس الموجبة الکلیة الخ:۔ یہاں سے محصورات اربعہ کا عکس نقیض بیان کررہے ہیں۔ عکس مستوی میں جو حکم سالبہ کا تھا وہی حکم عکس نقیض میں موجبہ کا ہوگا اور عکس مستوی میں جو حکم موجبہ کا تھا وہ عکس نقیض میں سالبہ کا ہوگا۔یعنی عکس مستوی میں سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہی نہیں تھا یہاں پر یہ حکم موجبہ کا ہوگا یعنی موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض آتا ہی نہیں۔اسی طرح عکس مستوی میں موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ دونوں کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ تھا یہاں یہ حکم سالبہ کا ہوگا یعنی سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ دونوں کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ ہوگا۔

محصورات اربعہ کا عکس نقیض:۔ ﴿۱﴾:۔موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ آئے گا جیسے کل انسان حیوان کا عکس نقیض نکالنے کیلئے موضوع ومحمول یعنی انسان اور حیوان دونوں کی نقیض نکالیں گے اور پھر موضوع کی نقیض کو محمول اور محمول کی نقیض کو موضوع بنادیں گے تو کل لا حیوان لا انسان ہوجائے گا

یہاں موجبہ کلیہ کو پہلے اسلئے ذکر کیا ہے کہ اسکا عکس کلیہ آتا ہے جبکہ سالبہ کا عکس نقیض جزءٗ آتا ہے اور کلیت جزئیت سے افضل ہے۔

﴿۲﴾:۔موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض لازمی طور پر نہیں آتا کیونکہ ہمیشہ صحیح نہیں آتا جیسے بعض الحیوان لاانسان سچا ہے لیکن اس کا عکس نقیض بعض الانسان لا حیوان غلط ہے کیونکہ ہر انسان حیوان ہے لاحیوان کوئی انسان نہیں ہے اس لئے یہ قاعدہ بنادیا گیا کہ موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آئیگا

﴿۳﴾:۔سالبہ کلیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ آئیگا جیسے لا شئ من الانسان بفرس کا عکس

نقیض بعض اللا فرس لیس بلا انسان نکلے گا۔

﴿۴﴾:۔ سالبہ جزئیہ کا عکس نقیض بھی سالبہ جزئیہ آئیگا جیسے بعض الحیوان لیس بانسان کا عکس نقیض بعض اللا انسان لیس بلا حیوان آئے گا۔

فائدہ:۔ موجہات کے عکس نقیض کو انشاء اللہ مطولات میں آئیں گے۔ یہاں قضایا اور اس کے احکامات کی بحث مکمل ہو چکی ہے۔

فَصْلٌ: وَاِذْ قَدْ فَرَغْنَا عَنْ مَبَاحِثِ الْقَضَايَا وَالْعُكُوْسِ الَّتِیْ كَانَتْ مِنْ مَّبَادِی الْحُجَّةِ فَحَرٰی بِنَا اَنْ نَّتَكَلَّمَ فِیْ مَبَاحِثِ الْحُجَّةِ فَنَقُوْلُ اَلْحُجَّةُ عَلٰی ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ اَحَدُهَا الْقِيَاسُ وَثَانِيْهَا الْاِسْتِقْرَاءُ وَثَالِثُهَا التَّمْثِيْلُ فَلْنُبَيِّنْ هٰذِهِ الثَّلٰثَةَ فِیْ ثَلٰثَةِ فُصُوْلٍ

ترجمہ:۔ فصل: جب ہم فارغ ہو چکے قضایا کی مباحث سے جو حجت کے مبادیات میں سے ہیں اب لائق ہے ہمیں کہ ہم کلام کریں حجت کی مباحث میں پس ہم کہتے ہیں حجت تین قسم پر ہے (۱) قیاس (۲) استقراء (۳) تمثیل۔ پس چاہیے کہ ہم ان تینوں قسموں کو تین فصلوں میں ذکر کریں۔

تشریح:۔ اس فصل میں مصنفؒ صرف ربط ذکر کر رہے ہیں کہ قضایا اور عکوس کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد مناسب ہے کہ ہم اصل مقصد یعنی حجت کے مباحث شروع کریں۔ حجت کی تین قسمیں ہیں (۱) قیاس (۲) استقراء (۳) تمثیل۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کو مصنفؒ علیحدہ فصل میں بیان کریں گے۔

فَصْلٌ فِی الْقِيَاسِ: وَهُوَ قَوْلٌ مُّؤَلَّفٌ مِّنْ قَضَايَا يَلْزَمُ عَنْهَا قَوْلٌ اٰخَرُ بَعْدَ تَسْلِيْمِ تِلْكَ الْقَضَايَا فَاِنْ كَانَ النَّتِيْجَةُ اَوْ نَقِيْضُهَا مَذْكُوْرًا فِيْهِ يُسَمّٰی اِسْتِثْنَائِيًّا كَقَوْلِنَا اِنْ كَانَ زَيْدٌ اِنْسَانًا كَانَ حَيْوَانًا لٰكِنَّهٗ اِنْسَانٌ يُنْتِجُ فَهُوَ حَيْوَانٌ وَاِنْ كَانَ زَيْدٌ حِمَارًا كَانَ نَاهِقًا لٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِنَاهِقٍ يُنْتِجُ اَنَّهٗ لَيْسَ بِحِمَارٍ وَاِنْ لَّمْ تَكُنِ النَّتِيْجَةُ وَنَقِيْضُهَا مَذْكُوْرًا يُسَمّٰی اِقْتِرَانِيًّا كَقَوْلِكَ زَيْدٌ اِنْسَانٌ وَكُلُّ اِنْسَانٍ حَيْوَانٌ يُنْتِجُ زَيْدٌ حَيْوَانٌ

ترجمہ:۔ فصل قیاس کے بیان میں: اور وہ قول ہے جو چند ایسے قضایا سے مرکب ہو جن کو تسلیم

کر لینے کے بعد ایک دوسرا قول لازم آئے۔ پس اگر نتیجہ یا نقیض نتیجہ اس قیاس میں مذکور ہو تو اس کا نام قیاس استثنائی رکھا جاتا ہے جیسے '' قول ان کان زید انسانا کان حیوانا لکنه انسان نتیجہ آئیگا فهو حیوان اور جیسے ان کان زید حمارا کان ناهقا لکنه لیس بناهق نتیجہ آئیگا انه لیس بحمار۔ اور اگر نتیجہ یا نقیض نتیجہ اس قیاس میں مذکور نہ ہو تو اس کا نام قیاس اقترانی رکھا جاتا ہے جیسے تیرا قول زید انسان و کل انسان حیوان نتیجہ آئیگا زید حیوان ۔

تشریح:۔ اس فصل میں مصنفؒ حجت کی پہلی قسم قیاس کی تعریف اور تقسیم کرر ہے ہیں۔

تعریف قیاس:۔ وہ دو یا دو سے زیادہ قضایا سے مرکب قول ہے جن کو تسلیم کر لینے کے بعد کسی تیسرے قضیہ کو تسلیم کرنا لازم آئے۔ پھر قیاس کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ قیاس استثنائی ﴿۲﴾ قیاس اقترانی۔

قیاس استثنائی:۔ جس میں نتیجہ یا نتیجہ کی نقیض اور حرف استثناء موجود ہو جیسے (صغریٰ) ان کان زید انسانا کان حیوانا (کبریٰ) لکنه انسان (نتیجہ) فهو حیوان

قیاس اقترانی:۔ اگر قیاس میں نتیجہ یا نتیجہ کی نقیض مذکور نہ ہو اور حرف استثناء بھی موجود نہ ہو تو وہ قیاس اقترانی ہے جیسے (صغریٰ) زید انسان (کبریٰ) کل انسان حیوان (نتیجہ) زید حیوان

فَصْلٌ فِی الْقِیَاسِ الْاِقْتِرَانِیْ: وَهُوَ قِسْمَانِ حَمْلِیٌّ وَشَرْطِیٌّ وَمَوْضُوْعُ النَّتِیْجَةِ فِی الْقِیَاسِ یُسَمّٰی اَصْغَرَ لِکَوْنِهٖ اَقَلَّ اَفْرَادًا فِی الْاَغْلَبِ وَمَحْمُوْلُهٗ یُسَمّٰی اَکْبَرَ لِکَوْنِهٖ اَکْثَرَ اَفْرَادًا غَالِبًا وَالْقَضِیَّةُ الَّتِیْ جُعِلَتْ جُزْءَ قِیَاسٍ یُسَمّٰی مُقَدِّمَةً وَالْمُقَدِّمَةُ الَّتِیْ فِیْهَا الْاَصْغَرُ تُسَمّٰی صُغْرٰی وَالَّتِیْ فِیْهَا الْاَکْبَرُ کُبْرٰی وَالْجُزْءُ الَّذِیْ تَکَرَّرَ بَیْنَهُمَا یُسَمّٰی حَدًّا اَوْسَطَ وَاقْتِرَانُ الصُّغْرٰی بِالْکُبْرٰی یُسَمّٰی قَرِیْنَةً وَضَرْبًا وَالْهَیْئَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ کَیْفِیَّةِ وَضْعِ الْاَوْسَطِ عِنْدَ الْاَصْغَرِ وَالْاَکْبَرِ یُسَمّٰی شَکْلًا وَالْاَشْکَالُ اَرْبَعَةٌ وَجْهُ الضَّبْطِ اَنْ یُّقَالَ الْحَدُّ الْاَوْسَطُ اِمَّا مَحْمُوْلُ الصُّغْرٰی وَمَوْضُوْعُ الْکُبْرٰی کَمَا فِیْ قَوْلِنَا اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ وَکُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ یُنْتِجُ الْعَالَمُ حَادِثٌ فَهُوَ الشَّکْلُ الْاَوَّلُ وَاِنْ کَانَ

مَحْمُولًا فِيهِمَا فَهُوَ الشَّكْلُ الثَّانِيْ كَمَا تَقُوْلُ كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَلَاشَيْءَ مِنَ الْحَجَرِ بِحَيَوَانٍ فَالنَّتِيْجَةُ لَاشَيْءَ مِنَ الْإِنْسَانِ بِحَجَرٍ وَإِنْ كَانَ مَوْضُوْعًا فِيهِمَا فَهُوَ الشَّكْلُ الثَّالِثُ نَحْوُ كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَبَعْضُ الْإِنْسَانِ كَاتِبٌ يُنْتِجُ بَعْضُ الْحَيَوَانِ كَاتِبٌ وَإِنْ كَانَ مَوْضُوْعًا فِي الصُّغْرٰى وَمَحْمُوْلًا فِي الْكُبْرٰى فَهُوَ الشَّكْلُ الرَّابِعُ نَحْوُ قَوْلِنَا كُلُّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ وَبَعْضُ الْكَاتِبِ إِنْسَانٌ يُنْتِجُ بَعْضُ الْحَيَوَانِ كَاتِبٌ

ترجمہ:۔ **فصل قیاس اقترانی کے بیان میں:** قیاس اقترانی دوقسم پر ہے ایک حملی اور دوسرا شرطی۔ اور قیاس میں نتیجہ کے موضوع کا نام اصغر رکھا جاتا ہے کیونکہ عموما اس کے افراد (اکبر سے) کم ہوتے ہیں اور نتیجے کے محمول کا نام اکبر رکھا جاتا ہے کیونکہ عموما اس کے افراد (اصغر سے) زیادہ ہوتے ہیں۔ اور وہ قضیہ جس کو قیاس کی جزء بنادیا جائے اس کا نام مقدمہ رکھا جاتا ہے اور جس مقدمہ میں اصغر مذکور ہو اس کا نام صغری رکھا جاتا ہے اور جس میں اکبر مذکور ہو اس کا نام کبری رکھا جاتا ہے اور وہ جزء جو صغری اور کبری میں تکرار کے ساتھ آئے اس کا نام حد اوسط ہے۔ اور صغری، کبری کے ملنے کا نام قرینہ اور ضرب رکھا جاتا ہے۔ اور وہ ہیئت حاصل ہونے والی ہو حد اوسط کو اصغر اور اکبر کے پاس رکھنے کی کیفیت سے اس کا نام شکل ہے۔ اور شکلیں کل چار ہیں۔ وجہ حصر یہ ہے کہ کہا جائے حد اوسط یا تو صغری کا محمول اور کبری کا موضوع ہوگی جیسا کہ ہمارے اس قول میں ہے العالم متغیر و کل متغیر حادث پس نتیجہ آئیگا العالم حادث پس یہ شکل اول ہے۔ اور اگر صغری، کبری دونوں میں محمول ہوتو وہ شکل ثانی ہے جیسا کہ تو کہے گا کل انسان حیوان و لا شئ من الحجر بحیوان نتیجہ آئے گا لا شئ من الانسان بحجر اور اگر دونوں میں موضوع ہوتو وہ شکل ثالث ہے جیسے کل انسان حیوان وبعض الانسان کاتب نتیجہ آئے گا بعض الحیوان کاتب اور اگر حد اوسط صغری میں موضوع اور کبری میں محمول ہوتو وہ شکل رابع ہے جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان و بعض الکاتب انسان نتیجہ آئیگا بعض الحیوان کاتب

تشریح:۔ اس فصل میں قیاس اقترانی کی اقسام، قیاس کی چند اصطلاحات کی تشریح اور اشکال اربعہ کی وجہ حصر بیان کررہے ہیں۔ قیاس اقترانی کی دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ حملی ﴿۲﴾ شرطی۔

قیاس اقترانی حملی:۔دو حملیہ سے ملکر قیاس بنے تو اس کو قیاس اقترانی حملی کہتے ہیں۔

قیاس اقترانی شرطی:۔دو شرطیہ سے ملکر بنے تو اس کو قیاس اقترانی شرطی کہتے ہیں۔

اصطلاحات:۔(١) قیاس کے دو قضیوں میں سے ہر ایک کو مقدمہ کہتے ہیں (٢) نتیجے کے موضوع کو اصغر کہتے ہیں کیونکہ اس کے افراد بنسبت اکبر کے عام طور پر کم ہوتے ہیں (٣) نتیجے کے محمول کو اکبر کہتے ہیں کیونکہ اس کے افراد بنسبت اصغر کے عام طور پر زیادہ ہوتے ہیں (٤) جس مقدمہ میں نتیجے کا موضوع یعنی اصغر موجود ہو اس کو صغری کہتے ہیں (٥) جس مقدمہ میں نتیجے کا محمول یعنی اکبر موجود ہو اس کو کبری کہتے ہیں (٦) دونوں قضیوں میں جو چیز دو بار آئے اسکو حد اوسط کہتے ہیں (٧) صغری کبری کے ملنے کو قرینہ اور ضرب کہتے ہیں (٨) حد اوسط کے صغری اور کبری کے ساتھ ہونے سے جو ہیئت حاصل ہوتی ہے اسکو شکل کہتے ہیں

اور شکلیں کل چار ہیں وجہ حصر یہ ہے کہ حد اوسط صغری میں محمول اور کبری میں موضوع ہوگی یا دونوں میں محمول یا دونوں میں موضوع یا صغری میں موضوع اور کبری میں محمول ہوگی اگر حد اوسط صغری میں محمول اور کبری میں موضوع ہو تو شکل اول ہے اگر دونوں میں محمول ہو تو شکل ثانی ہے اگر دونوں میں موضوع ہو تو شکل ثالث ہے اگر صغری میں موضوع اور کبری میں محمول ہو تو شکل رابع ہے۔

﴿١﴾ **شکل اول**: جس میں حد اوسط صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع ہو جیسے (صغری) العالم متغیر (کبری) کل متغیر حادث (نتیجہ) العالم حادث۔

﴿٢﴾ **شکل ثانی**: جس میں حد اوسط دونوں (صغریٰ، کبریٰ) میں محمول ہو جیسے (صغری) کل انسان حیوان (کبری) لا شئ من الحجر بحیوان (نتیجہ) لا شئ من الانسان بحجر۔

﴿٣﴾ **شکل ثالث**: جس میں حد اوسط دونوں میں موضوع ہو دونوں میں موضوع ہو جیسے (صغری) کل انسان حیوان (کبری) بعض الانسان کاتب (نتیجہ) بعض الحیوان کاتب۔

﴿٤﴾ **شکل رابع**: جس میں حد اوسط صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہو جیسے (صغری) کل

انسان حیوان (کبریٰ)بعض الکاتب انسان (نتیجہ) بعض الحیوان کاتب

فَصْلٌ: وَاَشْرَفُ الْاَشْكَالِ مِنَ الْاَرْبَعَةِ الشَّكْلُ الْاَوَّلُ وَلِذٰلِكَ كَانَ اِنْتَاجُهٗ بَيِّنًا بَدِيْهِيًّا يَسْبَقُ الذِّهْنُ فِيْهِ اِلَى النَّتِيْجَةِ سَبْقًا طَبْعِيًّا مِنْ دُوْنِ حَاجَةٍ اِلٰى فِكْرٍ وَتَأَمُّلٍ وَلَهٗ شَرَائِطُ وَ ضُرُوْبٌ اَمَّا الشَّرَائِطُ فَاِثْنَانِ اَحَدُهُمَا اِيْجَابُ الصُّغْرٰى وَثَانِيْهُمَا كُلِّيَّةُ الْكُبْرٰى فَاِنْ يَّفْقِدَا مَعًا اَوْ يَفْقِدْ اَحَدُهُمَا لَا يَلْزَمُ النَّتِيْجَةُ كَمَا يَظْهَرُ عِنْدَ التَّأَمُّلِ وَاَمَّا الضُّرُوْبُ فَاَرْبَعَةٌ لِاَنَّ الْاِحْتِمَالَاتِ فِيْ كُلِّ شَكْلٍ سِتَّةَ عَشَرَ لِاَنَّ الصُّغْرٰى اَرْبَعَةٌ وَالْكُبْرٰى اَيْضًا اَرْبَعَةٌ اَعْنِي الْمُوْجِبَةَ الْكُلِّيَّةَ وَالْمُوْجِبَةَ الْجُزْئِيَّةَ وَالسَّالِبَةَ الْكُلِّيَّةَ وَالْجُزْئِيَّةَ وَالْاَرْبَعَةُ فِي الْاَرْبَعَةِ سِتَّةَ عَشَرَ وَاَسْقَطَ شَرَائِطُ الشَّكْلِ الْاَوَّلِ اِثْنَيْ عَشَرَ وَهُوَ الصُّغْرَى السَّالِبَةُ الْكُلِّيَّةُ مَعَ الْكُبْرَيَاتِ الْاَرْبَعِ وَالصُّغْرَى السَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ مَعَ تِلْكَ الْاَرْبَعِ وَهٰذِهٖ ثَمَانِيَةٌ وَالْكُبْرَى الْمُوْجِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ وَالسَّالِبَةُ الْجُزْئِيَّةُ مَعَ الصُّغْرَى الْمُوْجِبَةِ الْجُزْئِيَّةِ وَالْكُلِّيَّةِ وَهٰذِهٖ اَرْبَعَةٌ فَبَقِيَ اَرْبَعَةُ ضُرُوْبٍ مُنْتِجَةٍ اَلضَّرْبُ الْاَوَّلُ مُرَكَّبٌ مِنْ مُوْجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ صُغْرٰى وَمُوْجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرٰى يُنْتِجُ مُوْجِبَةً كُلِّيَّةً نَحْوُ كُلُّ ج ب وَكُلُّ ب د يُنْتِجُ كُلُّ ج د وَالضَّرْبُ الثَّانِيْ مُؤَلَّفٌ مِنْ مُوْجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ صُغْرٰى وَسَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرٰى يُنْتِجُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً نَحْوُ كُلُّ اِنْسَانٍ حَيْوَانٌ وَلَا شَيْءَ مِنَ الْحَيْوَانِ بِحَجَرٍ يُنْتِجُ لَا شَيْءَ مِنَ الْاِنْسَانِ بِحَجَرٍ وَالضَّرْبُ الثَّالِثُ مُلْتَئِمٌ مِنْ مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغْرٰى وَمُوْجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرٰى وَالنَّتِيْجَةُ مُوْجِبَةٌ جُزْئِيَّةٌ نَحْوُ بَعْضُ الْحَيْوَانِ فَرَسٌ وَكُلُّ فَرَسٍ صَهَّالٌ يُنْتِجُ بَعْضُ الْحَيْوَانِ صَهَّالٌ وَالضَّرْبُ الرَّابِعُ مُزْدَوَجٌ مِنْ مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغْرٰى وَسَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرٰى يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِنَا بَعْضُ الْحَيْوَانِ نَاطِقٌ وَلَا شَيْءَ مِنَ النَّاطِقِ بِنَاهِقٍ فَالنَّتِيْجَةُ بَعْضُ الْحَيْوَانِ لَيْسَ بِنَاهِقٍ

تَنْبِيْهٌ: اِنْتَاجُ الْمُوْجِبَةِ الْكُلِّيَّةِ مِنْ خَوَّاصِ الشَّكْلِ الْاَوَّلِ كَمَا اَنَّ الْاِنْتَاجَ لِلنَّتَائِجِ الْاَرْبَعَةِ اَيْضًا مِنْ خَصَائِصِهٖ وَالصُّغْرَى الْمُمْكِنَةُ غَيْرُ مُنْتِجَةٍ فِيْ هٰذَا الشَّكْلِ

فَقَدْ وَضَحَ بِمَاذَكَرْنَا اَنَّهٗ لَا بُدَّ فِيْ هٰذَا الشَّكْلِ كَيْفًا اِيْجَابُ الصُّغْرٰى وَكَمًّا كُلِيَّةُ الْكُبْرٰى وَجِهَةً فِعْلِيَّةُ الصُّغْرٰى

ترجمہ:۔ **فصل**: چاروں شکلوں میں سے فضیلت والی شکل اول ہے اور اسی وجہ سے اس کا نتیجہ دینا ایسے ظاہر اور بدیہی ہے کہ ذہن اس میں بغیر کسی فکر و تأمل کی حاجت کے طبعی طور پر نتیجہ کی طرف سبقت کرتا ہے۔ اور اس شکل اول کے نتیجہ دینے کیلئے چند شرائط ہیں اور اس کی چند قسمیں ہیں۔ بہر حال شرائط تو وہ دو ہیں (۱) صغری کا موجبہ ہونا (۲) کبری کا کلیہ ہونا۔ پس اگر دونوں شرطیں یا ان میں سے ایک مفقود ہو تو نتیجہ لازم نہ آئیگا جیسا کہ تأمل کے وقت ظاہر ہو جائے گا اور باقی رہی قسمیں تو وہ چار ہیں کیونکہ ہر شکل میں سولہ احتمال ہیں اس لئے کہ صغری چار قسم پر ہے اور کبری بھی چار قسم پر ہے میں مراد لیتا ہوں (چاروں قسموں سے) موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کو۔ اور چار کو چار میں ضرب دینے سے سولہ احتمال ہوئے۔ اور شکل اول کی شرائط نے بارہ قسموں کو گرا دیا اور وہ (بارہ) یہ ہیں صغری سالبہ کلیہ کبری کی چاروں قسموں کے ساتھ، صغری سالبہ جزئیہ کبری کی چاروں قسموں کے ساتھ اور یہ آٹھ قسمیں ہوئیں اور کبری موجبہ جزئیہ و سالبہ جزئیہ صغری موجبہ جزئیہ اور موجبہ کلیہ کے ساتھ اور یہ چار ہوئیں پس باقی چار قسمیں نتیجہ دینے والی رہ گئیں (۱) جو مرکب ہو صغری موجبہ کلیہ اور کبری موجبہ کلیہ سے۔ نتیجہ موجبہ کلیہ دے گی جیسے **کل ج ب و کل ب د** نتیجہ آئیگا **کل ج د** (۲) جو مرکب ہو صغری موجبہ کلیہ اور کبری سالبہ کلیہ سے۔ نتیجہ سالبہ کلیہ دیگی جیسے **کل انسان حیوان و لا شئ من الحیوان بحجر** نتیجہ آئیگا **لا شئ من الانسان بحجر** (۳) جو مرکب ہو صغری موجبہ جزئیہ اور کبری موجبہ کلیہ سے۔ نتیجہ موجبہ جزئیہ ہوگا جیسے **بعض الحیوان فرس و کل فرس صہال** (ہنہنانے والا) نتیجہ آئیگا **بعض الحیوان صہال** (۴) جو مرکب ہو صغری موجبہ جزئیہ اور کبری سالبہ کلیہ سے۔ نتیجہ سالبہ جزئیہ دیگی جیسے ہمارا قول **بعض الحیوان ناطق و لا شئ من الناطق بناہق** پس نتیجہ ہوگا **بعض الحیوان لیس بناہق**۔

تنبیہ: موجبہ کلیہ کا نتیجہ دینا شکل اول کے خواص میں سے ہے جیسا کہ محصورات اربعہ کی صورت میں نتائج دینا بھی اس کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور صغری ممکنہ اس شکل اول میں نتیجہ دینے والا نہیں

ہے پس تحقیق ہماری ذکر کردہ گفتگو سے واضح ہوگیا کہ اس شکل میں کیفیت کے اعتبار سے صغری کا موجبہ ہونا اور کمیت کے اعتبار سے کبری کا کلیہ ہونا اور جہت کے اعتبار سے صغری کا فعلیہ ہونا ضروری ہے۔

تشریح:۔اس فصل میں شکل اول کی فضیلت اور اس کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔شکل اول دو وجہ سے باقی اشکال سے افضل ہے ﴿۱﴾ اسکا نتیجہ بدیہی ہوتا ہے جسکو ذہن آسانی سے قبول کر لیتا ہے ﴿۲﴾ اسکا نتیجہ محصورات اربعہ (موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ) میں سے ہر ایک آتا ہے۔

شکل اول بلکہ ہر شکل میں عقلی طور پر سولہ صورتیں بنتی ہیں کیونکہ محصورات اربعہ میں سے ہر ایک صغری بھی بن سکتا ہے اور کبری بھی۔لیکن ہر شکل کے نتیجہ دینے کیلئے کچھ شرائط ہیں۔شکل اول کے نتیجہ دینے کیلئے دو شرطیں ہیں (۱) ایجاب صغری: یعنی صغری موجبہ ہو سالبہ نہ ہو (۲) کلیت کبری: یعنی کبری کلیہ ہو جزئیہ نہ ہو۔البتہ قضایا موجہہ میں شکل اول کے نتیجہ دینے کیلئے فعلیۃ صغری بھی شرط ہے یعنی صغری بالفعل ہو ممکن نہ ہو ورنہ نتیجہ نہیں آئے گا کیونکہ ممکنہ میں حکم یقینی نہیں ہوتا بلکہ اس میں جانب مخالف کی ضرورت کا سلب ہوتا ہے۔چونکہ موجہات کی تفصیل کافی وضاحت طلب ہے اس لئے مصنفؒ نے ان کی پوری تفصیل ذکر نہیں کی وہ ان شاء اللہ بڑی کتابوں میں آئیگی۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔منطقی حضرات ایجاب وسلب کو کیفیت سے تعبیر کرتے ہیں اور کلیت و جزئیت کو کمیت سے تعبیر کرتے ہیں۔اگر ان احتمالات میں کیفیت میں اختلاف ہو (صغریٰ، کبریٰ میں سے ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہو) تو نتیجہ سالبہ آئے گا اور اگر کمیت میں اختلاف ہو (صغریٰ، کبریٰ میں سے ایک کلیہ اور دوسرا جزئیہ ہو) تو نتیجہ جزئیہ آئیگا یعنی نتیجہ ہمیشہ اخس اور ارذل کے تابع ہوگا۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔مذکورہ سولہ احتمالات میں سے جن میں جن احتمالات میں شرطیں پائی جائیں گی وہ نتیجہ دیں گے اور ان کو ضروب نتیجہ کہتے ہیں اور باقی کو ضروب عقیمہ کہتے ہیں۔

شکل اول کی شرائط فقط چار احتمالات میں پائی جاتی ہیں اس لئے شکل اول میں چار احتمال ضروب نتیجہ اور باقی بارہ ضروب عقیمہ ہیں۔ان احتمالات کی تفصیل بمع امثلہ نقشے میں ملاحظہ کریں۔

☆ نقشہ شکل اول ☆

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	کل جسم مرکب	کل مرکب حادث	کل جسم حادث
۲	//	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۳	//	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	کل جسم مرکب	لاشئ من المرکب بقدیم	لاشئ من الجسم بقدیم
۴	//	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	بعض الجسم مرکب	کل مرکب حادث	بعض الجسم حادث
۶	//	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۷	//	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الجسم مرکب	لاشئ من المرکب بقدیم	بعض الجسم لیس بقدیم
۸	//	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۰	//	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۱	//	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۲	//	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۴	//	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۵	//	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۶	//	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×

فَصْلٌ وَيُشْتَرَطُ فِىْ اِنْتَاجِ الشَّكْلِ الثَّانِىْ بِحَسْبِ الْكَيْفِ اَىِ الْاِيْجَابِ وَالسَّلْبِ اِخْتِلَافُ الْمُقَدَّمَتَيْنِ فَاِنْ كَانَتِ الصُّغْرٰى مُوْجِبَةً كَانَتِ الْكُبْرٰى سَالِبَةً وَبِالْعَكْسِ وَ بِحَسْبِ الْكَمِّ اَىِ الْكُلِّيَّةِ وَالْجُزْئِيَّةِ كُلِّيَّةُ الْكُبْرٰى وَاِلَّا يَلْزَمُ الْاِخْتِلَافُ الْمُوْجِبُ لِعَدَمِ الْاِنْتَاجِ اَىْ صِدْقِ الْقِيَاسِ مَعَ اِيْجَابِ النَّتِيْجَةِ تَارَةً وَمَعَ سَلْبِهَا اُخْرٰى وَنَتِيْجَةُ هٰذَا الشَّكْلِ لَايَكُوْنُ اِلَّا سَالِبَةً وَضُرُوْبُهُ النَّاتِجَةُ اَيْضًا اَرْبَعَةٌ اَحَدُهَا مِنْ كُلِّيَّتَيْنِ وَالصُّغْرٰى مُوْجِبَةٌ يُنْتِجُ سَالِبَةً كُلِّيَّةً كَقَوْلِنَا كُلُّ ج ب وَلَا شَیْءَ مِنْ ا ب فَلَا شَیْءَ مِنْ ج ا وَالدَّلِيْلُ عَلٰى هٰذَا الْاِنْتَاجِ عَكْسُ الْكُبْرٰى فَاِنَّكَ اِذَا عَكَسْتَ الْكُبْرٰى صَارَ لَا شَیْءَ مِنْ ب ا وَبِانْضِمَامِهٖ اِلَى الصُّغْرٰى اِنْتَظَمَ الشَّكْلُ الْاَوَّلُ وَيُنْتِجُ النَّتِيْجَةَ الْمَطْلُوْبَةَ اَلضَّرْبُ الثَّانِىْ مِنْ مُوْجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرٰى وَسَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ صُغْرٰى كَقَوْلِنَا لَا شَیْءَ مِنْ ج ب وَكُلُّ ا ب يُنْتِجُ لَا شَیْءَ مِنْ ج ا وَالدَّلِيْلُ عَلَى الْاِنْتَاجِ عَكْسُ الصُّغْرٰى وَجَعْلُهَا كُبْرٰى ثُمَّ عَكْسُ النَّتِيْجَةِ اَلضَّرْبُ الثَّالِثُ مِنْ مُوْجِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغْرٰى وَسَالِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرٰى يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً كَقَوْلِكَ بَعْضُ ج ب وَلَا شَیْءَ مِنْ ا ب فَلَيْسَ بَعْضُ ج ا اَلضَّرْبُ الرَّابِعُ مِنْ سَالِبَةٍ جُزْئِيَّةٍ صُغْرٰى وَمُوْجِبَةٍ كُلِّيَّةٍ كُبْرٰى يُنْتِجُ سَالِبَةً جُزْئِيَّةً تَقُوْلُ بَعْضُ ج لَيْسَ ب وَكُلُّ ا ب فَبَعْضُ ج لَيْسَ ا

ترجمہ:۔ **فصل**: شکل ثانی کے نتیجہ دینے میں باعتبار کیفیت یعنی ایجاب وسلب کے دونوں مقدموں کا مختلف ہونا شرط ہے چنانچہ اگر صغری موجبہ ہوتو کبری سالبہ ہواور ایسے ہی ہے برعکس۔اور باعتبار کمیت یعنی کلیت وجزئیت کے کبری کا کلیہ ہونا شرط ہے ورنہ ایسا اختلاف لازم آئیگا جونتیجہ نہ دینے کا موجب اورسبب ہوگا یعنی قیاس کا صادق آنا کبھی نتیجہ کے موجبہ ہونے کے ساتھ اور کبھی نتیجہ کے سالبہ ہونے کے ساتھ۔اور اس شکل کا نتیجہ سالبہ ہی ہوتا ہے اور اس کی ضروب نتیجہ چار ہیں (۱) جو دوکلیوں سے مرکب ہواور صغری موجبہ ہونتیجہ سالبہ کلیہ آئیگا جیسے ہمارا قول کل ج ب و لا شیٔ من آ ب فلا شیٔ من ج آ دلیل اوراس نتیجہ دینے پر دلیل کبری کا عکس ہے۔کیونکہ جب آپ کبری کا عکس نکالیں گے تو وہ لا شیٔ من

ب آ ہوگا اور اس کو صغری کے ساتھ ملانے سے شکل اول بن جائیگی اور یہی مطلوبہ نتیجہ دے گی (۲) جو مرکب ہو صغری سالبہ کلیہ اور کبری موجبہ کلیہ سے جیسے ہمارا قول لا شیٔ من ج ب و کل آ ب نتیجہ آئیگا لا شیٔ من ج آ اور دلیل اس نتیجہ دینے پر صغری کا عکس نکالنا اور اس کو کبری بنا کر (اور کبری کو صغری بنا کر) نتیجہ کا عکس نکالنا ہے (۳) جو مرکب ہو صغری موجبہ جزئیہ اور کبری سالبہ کلیہ سے یہ قسم نتیجہ دے گی سالبہ جزئیہ جیسے تیرا قول بعض ج ب و لا شیٔ من ا ب فلیس بعض ج ا (۴) جو مرکب ہو صغری سالبہ جزئیہ اور کبری موجبہ کلیہ سے نتیجہ دیگی سالبہ جزئیہ تو کہے گا بعض ج لیس ب و کل ا ب فبعض ج لیس ا ۔

تشریح:۔ اس فصل میں شکل ثانی کی شرائط اور ضروب نتیجہ کو بیان فرما رہے ہیں

شکل ثانی کے نتیجہ دینے کیلئے بھی دو شرطیں ہیں ﴿۱﴾ اختلاف المقدمتین فی الکیف: یعنی ایجاب وسلب میں دونوں مقدموں کا مختلف ہونا چنانچہ ایک موجبہ ہو دوسرا سالبہ ہو ﴿۲﴾ کلیۃ کبری: یعنی کبری کلیہ ہو جزئیہ نہ ہو۔ ان شرائط کا لحاظ کرنے کے بعد اس شکل میں بھی صرف چار احتمال نتیجہ دیتے ہیں اور بقیہ بارہ ضروب عقیمہ ہیں۔ ان ضروب نتیجہ وعقیمہ کی تفصیل بمعہ امثلہ نقشے میں ملاحظہ کریں۔

☆ نقشہ شکل ثانی ☆

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۲	//	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۳	//	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	کل جسم مرکب	لاشیٔ من القدیم بمرکب	لاشیٔ من الجسم بقدیم
۴	//	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۶	//	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×

۷	//	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الجسم مرکب	لاشئ من القدیم بمرکب	بعض الجسم لیس بقدیم
۸	//	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	لاشئ من القدیم بمرکب	کل جسم مرکب	لاشئ من القدیم بجسم
۱۰	//	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۱	//	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۲	//	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الحجر لیس بحیوان	کل انسان حیوان	بعض الحجر لیس بانسان
۱۴	//	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۵	//	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۶	//	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×

فائدہ: شکل اول وثانی کے ضروب نتیجہ کو مندرجہ ذیل شعر میں بند کیا گیا ہے جس میں (س) سے مراد سالبہ کلیہ (م) سے مراد موجبہ کلیہ (واؤ) سے مراد موجبہ جزئیہ اور (ل) سے مراد سالبہ جزئیہ ہے ۔

مَمْ مَسْ وَمُو وَسْلُ اَوَّلاً   مَسْ سَمْسْ وَسْلَ لَمْلَ ثَانِیًا

پہلے مصرعے میں شکل اول اور دوسرے میں شکل ثانی کے ضروب نتیجہ کو بیان کیا گیا ہے۔

شکل اول کے ضروب نتیجہ یہ ہیں ﴿۱﴾ مَمَّ یعنی موجبہ کلیہ، موجبہ کلیہ: نتیجہ موجبہ کلیہ

﴿۲﴾ مَسَّ یعنی موجبہ کلیہ، سالبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ کلیہ

﴿۳﴾ وَمُو یعنی موجبہ جزئیہ، موجبہ کلیہ: نتیجہ موجبہ جزئیہ

﴿۴﴾ وَسُلُ یعنی موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ جزئیہ۔

اور شکل ثانی کے ضروب نتیجہ یہ ہیں ﴿۱﴾ مَسَّ یعنی موجبہ کلیہ، سالبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ کلیہ

﴿۲﴾سَمْسٌ یعنی سالبہ کلیہ، موجبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ کلیہ

﴿۳﴾وَسُلَ یعنی موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ جزئیہ۔

﴿۴﴾لَمُلَ یعنی سالبہ جزئیہ، موجبہ کلیہ: نتیجہ سالبہ جزئیہ۔

والدلیل علی هذاالانتاج عکس الکبری الخ: شکل اول کا نتیجہ تو بدیہی ہوتا ہے اس کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ بقیہ اشکال کا نتیجہ بدیہی نہیں ہوتا ان کو ثابت کرنے کیلئے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ یہاں سے شکل ثانی کے ضروب نتیجہ کو دلائل سے ثابت کررہے ہیں۔

شکل ثانی کے پہلے احتمال کو ثابت کرنے کیلئے ہم اس کے کبری کا عکس نکالیں گے کبری کا عکس نکالنے سے یہ شکل اول بن جائے گی پھر نتیجہ نکالیں گے اگر وہ نتیجہ اس شکل ثانی کے نتیجے سے ملتا ہے تو درست ہے ورنہ غلط جیسے (صغری) کل ج ب (کبری) لا شئ من اب (نتیجہ) لا شئ من ج ا۔ اس نتیجہ کو ثابت کرنے کیلئے کبری کا عکس نکالیں گے وہ ہوگا لا شئ من ب آ۔ اب اس کو صغری کے ساتھ ملا کر نتیجہ نکالیں گے (صغری) کل ج ب (کبری) لا شئ من ب آ (نتیجہ) لا شئ من ج آ شکل اول کا نتیجہ بھی وہی ہے معلوم ہوا کہ شکل ثانی کا نتیجہ صحیح ہے۔

شکل ثانی کے ضروب نتیجہ میں سے دوسرے احتمال کو ثابت کرنے کیلئے ہم کبری کا عکس نکال کر شکل اول نہیں بنا سکتے کیونکہ کبری کا عکس نکالیں تو موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے تو کبری موجبہ جزئیہ بن جائیگا حالانکہ شکل اول میں نتیجہ دینے کی ایک شرط یہ ہے کہ کبری کلیہ ہو۔ لھذا دوسرے احتمال کو ثابت کرنے کیلئے صغری کا عکس نکالیں گے پھر صغری کو کبری اور کبری کو صغری کی جگہ رکھ دیں گے اس طرح شکل اول بن جائے گی پھر نتیجہ نکال کر اس نتیجہ کا عکس نکالیں گے اگر یہ عکس ہمارے نتیجہ کے مطابق ہوا تو ہمارا نتیجہ ثابت ہو جائے گا جیسے (صغری) لا شئ من ج ب (کبری) کل آب (نتیجہ) لا شئ من ج آ اب اس نتیجہ کو ثابت کرنے کیلئے صغری کا عکس نکالا وہ لا شئ من ج ب ہوا اس کو کبری اور کبری کو صغری بنا دیا یہ شکل اول تیار ہوگئی اس طرح (صغری) کل آ ب (کبری) لا شئ من ب ج (نتیجہ) لا شئ من آ ج۔ پھر اس نتیجہ کا عکس نکالا لا شئ من ج آ ہوا اور عکس بعینہ شکل ثانی کا نتیجہ ہے لہذا ہمارا

نتیجہ صحیح ہے۔

شکل ثانی کے تیسرے اور چوتھے احتمال کو ثابت کرنے کے دلائل میں تفصیل ہے اس لئے اس مختصر کتاب میں مصنفؒ نے انکو بیان نہیں فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ بڑی کتابوں میں اس کے دلائل آئیں گے۔

فَصلٌ: شَرطُ اِنتَاجِ الشَّكلِ الثَّالِثِ كَونُ الصُّغرىٰ مُوجِبَةً وَكَونُ اَحَدِ الْمُقَدَّمَتَينِ كُلِّيَّةً فَضُرُوبُهُ النَّاتِجَةُ سِتَّةٌ اَحَدُهَا كُلُّ بْ جْ وَكُلُّ بْ ا فَبَعْضُ جْ ا وَثَانِيهَا كُلُّ بْ جْ وَلا شَئَ مِنْ بْ ا فَبَعْضُ جْ لَيسَ ا وَثَالِثُهَا بَعْضُ بْ جْ وَكُلُّ بْ ا فَبَعْضُ جْ ا وَرَابِعُهَا بَعْضُ بْ جْ وَلاشَئَ مِنْ بْ ا فَبَعْضُ جْ لَيسَ ا وَخَامِسُهَا كُلُّ بْ جْ وَبَعْضُ بْ ا فَبَعْضُ جْ ا وَسَادِسُهَا كُلُّ بْ جْ وَبَعْضُ بْ لَيسَ ا فَبَعْضُ جْ لَيسَ ا

ترجمہ:۔ فصل: شکل ثالث کے نتیجہ دینے کی شرط صغریٰ کا موجبہ ہونا اور دو مقدموں میں سے ایک کا کلیہ ہونا ہے پس اس (شکل) کی نتیجہ دینے والی اقسام چھ ہیں (۱): کل ج ب و کل ب آ فبعض ج آ (صغریٰ موجبہ کلیہ کبریٰ موجبہ کلیہ نتیجہ موجبہ جزئیہ) (۲): کل ب ج ولا شئ من ب آ فبعض ج لیس آ (صغریٰ موجبہ کلیہ کبریٰ سالبہ کلیہ نتیجہ سالبہ جزئیہ) (۳): بعض ب ج وکل ب آ فبعض ج آ (صغریٰ موجبہ جزئیہ کبریٰ موجبہ کلیہ نتیجہ موجبہ جزئیہ) (۴) بعض ب ج ولا شئ من ب آ فبعض ج لیس آ (صغریٰ موجبہ جزئیہ کبریٰ سالبہ کلیہ نتیجہ سالبہ جزئیہ) (۵) کل ب ج وبعض ب آ فبعض ج آ (صغریٰ موجبہ کلیہ کبریٰ موجبہ جزئیہ نتیجہ موجبہ جزئیہ) (۶) کل ب ج وبعض ب لیس آ فبعض ج لیس آ (صغریٰ موجبہ کلیہ کبریٰ سالبہ جزئیہ نتیجہ سالبہ جزئیہ)

تشریح:۔ اس فصل میں شکل ثالث کی شرائط اور اس کے ضروب نتیجہ کو بیان کررہے ہیں۔

شکل ثالث کے نتیجہ دینے کیلئے بھی دو شرطیں ہیں (۱) ایجاب صغریٰ (۲) کلیۃ احد المقدمتین

ان شرائط کا لحاظ کرنے کے بعد اس شکل میں چھ ضرب نتیجہ اور دس ضروب عقیمہ ہیں۔

ان ضروب نتیجہ وعقیمہ مکمل تفصیل اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ کریں

﴿نقشہ شکل ثالث﴾

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	کل انسان ناطق	کل انسان حیوان	بعض الناطق حیوان
۲	//	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	کل انسان ناطق	بعض الانسان حیوان	بعض الناطق حیوان
۳	//	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	کل انسان ناطق	لاشئ من الانسان بحجر	بعض الناطق لیس بحجر
۴	//	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	کل انسان ناطق	بعض الانسان لیس بحیوان	بعض الناطق لیس بحیوان
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان حیوان	کل انسان ناطق	بعض الحیوان ناطق
۶	//	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۷	//	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان حیوان	لاشئ من الانسان بحجر	بعض الحیوان لیس بحجر
۸	//	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۰	//	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۱	//	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۲	//	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۴	//	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۵	//	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۶	//	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×

فَصْلٌ: وَشَرَائِطُ اِنْتَاجِ الشَّكْلِ الرَّابِعِ مَعَ كَثْرَتِهَا وَقِلَّةِ جَدْوٰهَا مَذْكُوْرَةٌ فِي الْمَبْسُوْطَاتِ فَلا عَلَيْنَا لَوْ تُرِكَ ذِكْرُهَا وَكَذَا شَرَائِطُ سَائِرِ الْاَشْكَالِ بِحَسْبِ الْجِهَةِ لا يَتَحَمَّلُ اَمْثَالُ رِسَالَتِيْ هٰذِهٖ لِبَيَانِهَا

ترجمہ:۔ فصل: اور شکل رابع کی نتیجہ دینے کے شرائط اپنی کثرت اوران کے نفع کے کم ہونے کے ساتھ بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔ پس ہم پر کوئی حرج نہیں اگران کوذکر نہ کیا جائے اوراسی طرح باعتبار جہت کے تمام شکلوں کی شرائط بیان کرنے کیلئے میرے اس رسالہ جیسے رسائل متحمل نہیں ہوسکتے۔

تشریح:۔ اس فصل میں شکل رابع کی شرائط اور قضایا موجہہ میں ان اشکال کی شرائط وغیرہ بیان نہ کرنے کا عذر کر رہے ہیں۔

شکل رابع کے نتیجہ دینے کی شرائط بہت زیادہ ہیں اوران کا فائدہ بھی کم ہے اس لئے مصنفؒ نے ان کو یہاں پر ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح ان اشکال کو بھی یہاں پر ذکر نہیں کیا جن میں جہت ہوتی ہے کیونکہ یہ مختصر رسالہ اس کا متحمل نہیں ہے۔

شکل رابع کی شرائط کی مکمل تفصیل تو مطولات میں آئے گی مختصراً یہاں ہم ذکر کرتے ہیں کہ شکل رابع کی شرائط میں تفصیل ہے کہ دو باتوں میں ایک سے ایک بات ضرور ہو۔ دونوں مقدمے موجبہ ہوں اور صغریٰ کلیہ ہو یا دونوں مقدمے ایجاب وسلب میں مختلف ہوں اور کوئی ایک کلیہ ہو۔

ان شرائط کا لحاظ کرنے کے بعد شکل رابع میں آٹھ ضروب نتیجہ اور آٹھ ضروب عقیمہ ہیں۔

اگلے صفحہ پر اشکال اربعہ کا مشترکہ نقشہ دیا جاتا ہے جس میں ہر احتمال کے آگے صحیح اور غلط کی نشاندہی کی گئی ہے، صحیح کی جگہ ص اور غلط کی جگہ غ لکھا گیا ہے۔

☆نقشہ اشکال اربعہ صور صحیحہ وغیر صحیحہ☆

نمبر	صغری	کبری	شکل اول	شکل ثانی	شکل ثالث	شکل رابع
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	ص۱	غ	ص۱	ص۱
۲	//	موجبہ جزئیہ	غ	غ	ص۲	ص۲
۳	//	سالبہ کلیہ	ص۲	ص۱	ص۳	ص۳
۴	//	سالبہ جزئیہ	غ	غ	ص۴	ص۴
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	ص۳	غ	ص۵	غ
۶	//	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۷	//	سالبہ کلیہ	ص۴	ص۲	ص۶	ص۵
۸	//	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	غ	ص۳	غ	ص۶
۱۰	//	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	ص۷
۱۱	//	سالبہ کلیہ	غ	غ	غ	غ
۱۲	//	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	غ	ص۴	غ	ص۸
۱۴	//	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۱۵	//	سالبہ کلیہ	غ	غ	غ	غ
۱۶	//	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ

خلاصہ:۔شرائط شکل اول:۔﴿۱﴾ایجاب صغری ﴿۲﴾کلیۃ کبریٰ ::ضروب نتیجہ۴ ضروب عقیمہ۱۲

شرائط شکل ثانی:۔﴿۱﴾اختلاف المقدمتین فی الکیف ﴿۲﴾کلیۃ کبریٰ::ضروب نتیجہ۴ ضروب عقیمہ۱۲

شرائط شکل ثالث:۔﴿۱﴾ایجاب صغریٰ ﴿۲﴾کلیۃ احد المقدمتین :: ضروب نتیجہ۶ ضروب عقیمہ۱۰

شرائط شکل رابع :۔ایجاب المقدمتین مع کلیۃ صغریٰ یا اختلاف المقدمتین فی الکیف مع کلیۃ احد المقدمتین:: ضروب نتیجہ۸ ضروب عقیمہ ۸

فَائِدَةٌ: وَلَعَلَّكَ عَلِمْتَ مِمَّا اَلْقَيْنَا عَلَيْكَ اَنَّ النَّتِيْجَةَ فِى الْقِيَاسِ تَتْبَعُ اَدْوَنَ الْمُقَدِّمَتَيْنِ فِى الْكَيْفِ وَالْكَمِّ وَالْاَدْوَنُ فِى الْكَيْفِ هُوَ السَّلْبُ وَفِى الْكَمِّ هُوَ الْجُزْئِيَّةُ فَالْقِيَاسُ الْمُرَكَّبُ مِنْ مُوْجِبَةٍ وَسَالِبَةٍ يُنْتِجُ سَالِبَةً وَالْمُرَكَّبُ مِنْ كُلِّيَّةٍ وَجُزْئِيَّةٍ اِنَّمَا يُنْتِجُ جُزْئِيَّةً وَاَمَّا الْمُرَكَّبُ مِنَ الْكُلِّيَّتَيْنِ فَرُبَمَا يُنْتِجُ كُلِّيَّةً وَقَدْ يُنْتِجُ جُزْئِيَّةً

ترجمہ: فائدہ: شاید کہ تو جان گیا ہوگا اس بات سے جو ہم تجھ پر ڈال چکے ہیں یہ کہ قیاس میں نتیجہ دو مقدموں میں سے کیفیت اور کمیت میں سے کم تر مقدمہ کے تابع ہوتا ہے کیف میں کم تر مقدمہ سالبہ ہے اور کم میں جزئیہ ہے پس وہ قیاس جو موجبہ اور سالبہ سے مرکب ہو اس کا نتیجہ سالبہ آئیگا اور جو کلیہ اور جزئیہ سے مرکب ہو اس کا نتیجہ جزئیہ آئیگا اور بہر حال جو (قیاس) دو کلیوں سے مرکب ہو بسا اوقات اس کا نتیجہ کلیہ آئیگا اور بسا اوقات جزئی آئے گا۔

تشریح:۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ قیاس کا نتیجہ اخس اور ارذل کے تابع ہوتا ہے موجبہ و سالبہ میں سے ارذل سالبہ ہے اور کلیت و جزئیت میں سے اخس جزئیہ ہے اس لئے سالبہ و موجبہ میں سے نتیجہ سالبہ آئیگا اور کلیت و جزئیت میں سے نتیجہ جزئیہ آئیگا اگر دونوں سالبہ ہوں تو نتیجہ سالبہ اور اگر دونوں موجبہ ہوں تو نتیجہ موجبہ ہوگا اگر دونوں جزئیہ ہوں تو نتیجہ جزئیہ ہوگا اگر دونوں کلیہ ہوں تو شکل اول اور ثانی میں نتیجہ کلیہ آئیگا لیکن شکل ثالث اور شکل رابع میں نتیجہ جزئیہ آئیگا اس کی وجہ ان شاء اللہ مطولات میں پڑھیں گے۔

فَصْلٌ فِى الْاِقْتِرَانِيَّاتِ مِنَ الشَّرْطِيَّاتِ: وَحَالُهَا فِى الْاَشْكَالِ الْاَرْبَعَةِ وَالضُّرُوْبِ الْمُنْتِجَةِ وَالشَّرَائِطِ الْمُعْتَبَرَةِ كَحَالِ الْاِقْتِرَانِيَّاتِ مِنَ الْحَمْلِيَّاتِ سَوَاءً بِسَوَاءٍ مِثَالُ الشَّكْلِ الْاَوَّلِ فِى الْمُتَّصِلَةِ كُلَّمَا كَانَ زَيْدٌ اِنْسَانًا كَانَ حَيْوَانًا وَكُلَّمَا كَانَ حَيْوَانًا كَانَ جِسْمًا يُنْتِجُ كُلَّمَا كَانَ زَيْدٌ اِنْسَانًا كَانَ جِسْمًا مِثَالُ الشَّكْلِ الثَّانِى كُلَّمَا كَانَ زَيْدٌ اِنْسَانًا كَانَ حَيْوَانًا وَلَيْسَ اَلْبَتَّةَ اِذَا كَانَ حَجَرًا كَانَ حَيْوَانًا يُنْتِجُ لَيْسَ اَلْبَتَّةَ اِنْ

كَانَ زَيْدٌ اِنْسَانًا كَانَ حَجَرًا مِثَالُ الثَّالِثِ مِنْهَا كُلَّمَا كَانَ زَيْدٌ اِنْسَانًا كَانَ حَيْوَانًا وَكُلَّمَا كَانَ زَيْدٌ اِنْسَانًا كَانَ كَاتِبًا يُنْتِجُ قَدْ يَكُوْنُ اِذَا كَانَ زَيْدٌ حَيْوَانًا كَانَ كَاتِبًا وَاَمَّا الْاِقْتِرَانِيُّ الشَّرْطِيُّ الْمُؤَلَّفُ مِنَ الْمُنْفَصِلَاتِ مِثَالُهٗ مِنَ الشَّكْلِ الْاَوَّلِ اِمَّا كُلُّ ا ب اَوْ كُلُّ ج د وَدَائِمًا كُلُّ د ہ اَوْ كُلُّ د ز يُنْتِجُ دَائِمًا اِمَّا كُلُّ ا ب اَوْ كُلُّ ج ہ اَوْ كُلُّ د ز وَاِمَّا الْاِقْتِرَانِيُّ الشَّرْطِيُّ الْمُرَكَّبُ مِنْ حَمْلِيَّةٍ وَمُتَّصِلَةٍ فَكَقَوْلِنَا كُلَّمَا كَانَ ب ج فَكُلُّ ج ا وَكُلُّ ء ا يُنْتِجُ كُلَّمَا كَانَ ب ج فَكُلُّ ج ا وَعَلٰى هٰذَا الْقِيَاسِ بَاقِي التَّرْكِيْبَاتِ

ترجمہ:۔ **فصل قضایا شرطیہ کے قیاسات اقترانیہ کے بیان میں:** ان کا حال چاروں اشکال، نتیجہ دینے والی ضروب (اقسام) اور شرائط معتبرہ میں قضایا حملیہ کے قیاسات اقترانیہ کی طرح ہے برابر برابر۔ شکل اول کی مثال شرطیہ متصلہ میں یہ ہے کلما کان زیدا نسانا الخ شکل ثانی کی مثال یہ ہے کلما کان زید الخ شرطیہ متصلہ میں شکل ثالث کی مثال یہ ہے کلما کان زید الخ اور بہر حال وہ قیاس اقترانی شرطی جو قضایا منفصلہ سے مرکب ہو اس کی شکل اول کی مثال یہ ہے اما کل آ ب الخ اور باقی رہا وہ قیاس اقترانی شرطی جو حملیہ اور متصلہ سے مرکب ہو تو وہ جیسے ہمارا قول ہے کلما کان ب الخ اور اسی پر باقی ترکیبات کو قیاس کرلو۔

تشریح:۔ پہلے گزر چکا ہے کہ قیاس اقترانی کی دو قسمیں ہیں (۱) حملی (۲) شرطی۔

یہ دونوں قسمیں اشکال اربعہ، ضروب نتیجہ اور شرائط کے اعتبار سے بالکل برابر ہیں کہ جس طرح حملی میں نتیجہ نکالا جاتا ہے اسی طرح شرطی میں نتیجہ نکالا جائیگا۔ اس کی چند مثالیں مصنفؒ نے ذکر کی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

شکل اول شرطیہ متصلہ: (صغری) کلما کان زید انسانا کان حیوانا (کبری) کلما کان حیوانا کان جسما (نتیجہ) کلما کان زیدانسانا کان جسما۔

شکل ثانی شرطیہ متصلہ:۔ (صغری) کلما کان زید انسانا کان حیوانا (کبری) لیس البتة

اذا کان حجرا کان حیوانا (نتیجہ) لیس البتة ان کان زید انسانا کان حجرا۔

شکل ثالث شرطیہ متصلہ:۔(صغری) کلما کان زیدا انسانا کان حیوانا (کبری) کلما کان زید انسانا کان کاتبا (نتیجہ) قد یکون اذا کان زید حیوانا کان کاتبا۔

اگر اقترانی شرطی منفصلات سے بن رہا ہو تو اس میں شکل اول کی مثال جیسے (صغری) اما کل آب او کل ج د (کبری) دائما کل د ہ او کل د ز (نتیجہ) دائما اما کل آب او کل ج ہ او کل دز۔

فَصْلٌ فِی الْقِيَاسِ الْإِسْتِثْنَائِيِّ: وَهُوَ مُرَكَّبٌ مِنْ مُقَدِّمَتَيْنِ اى قَضِيَّتَيْنِ اِحْدٰهُمَا شَرْطِيَّةٌ وَالْاُخْرٰى حَمْلِيَّةٌ وَيَتَخَلَّلُ بَيْنَهُمَا كَلِمَةُ الْإِسْتِثْنَاءِ اَعْنِيْ اِلَّا وَاَخَوَاتَهَا وَمِنْ ثَمَّ يُسَمّٰى اِسْتِثْنَائِيًّا فَاِنْ كَانَتِ الشَّرْطِيَّةُ مُتَّصِلَةً فَاِسْتِثْنَاءُ عَيْنِ الْمُقَدَّمِ يُنْتِجُ عَيْنَ التَّالِيْ وَاِسْتِثْنَاءُ نَقِيْضِ التَّالِيْ يُنْتِجُ رَفْعَ الْمُقَدَّمِ كَمَا تَقُوْلُ كُلَّمَا كَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً كَانَ النَّهَارُ مَوْجُوْدًا لٰكِنَّ الشَّمْسَ طَالِعَةٌ يُنْتِجُ فَالنَّهَارُ مَوْجُوْدٌ لٰكِنَّ النَّهَارَ لَيْسَ بِمَوْجُوْدٍ يُنْتِجُ فَالشَّمْسُ لَيْسَتْ بِطَالِعَةٍ وَاِنْ كَانَتْ مُنْفَصِلَةً حَقِيْقِيَّةً فَاِسْتِثْنَاءُ عَيْنِ اَحَدِهِمَا يُنْتِجُ نَقِيْضَ الْاٰخَرِ وَبِالْعَكْسِ وَفِيْ مَانِعَةِ الْجَمْعِ يُنْتِجُ الْقِسْمُ الْاَوَّلُ دُوْنَ الثَّانِيْ وَفِيْ مَانِعَةِ الْخُلُوِّ الْقِسْمُ الثَّانِيْ دُوْنَ الْاَوَّلِ وَهٰهُنَا قَدِ انْتَهَتْ مَبَاحِثُ الْقِيَاسِ بِالْقَوْلِ الْمُجْمَلِ وَالتَّفْصِيْلُ مَوْكُوْلٌ اِلَى الْكُتُبِ الطِّوَالِ وَالْاٰنَ نَذْكُرُ طَرْفًا مِنْ لَوَاحِقِ الْقِيَاسِ

ترجمہ:۔ فصل قیاس استثنائی کے بیان میں: وہ مرکب ہوتا ہے دو مقدموں یعنی دو ایسے قضیوں سے کہ ان میں سے ایک شرطیہ اور دوسرا حملیہ ہو اور ان کے درمیان کلمہ استثناء واقع ہو میں مراد لیتا ہوالا اور اس کے اخوات کو اور اسی وجہ سے اس کا نام استثنائی رکھا جاتا ہے۔ پس اگر شرطیہ متصلہ ہو تو عین مقدم کا استثناء نتیجہ دے گا عین تالی کا اور نقیض تالی کا استثناء نتیجہ دے گا مقدم کے رفع ہونے کا (نقیض مقدم) جیسا کہ تو کہے گا کلما کانت الشمس الخ۔ اور اگر شرطیہ منفصلہ حقیقیہ ہو تو ان میں سے ایک کے

عین کا استثناء دوسرے کی نقیض کا نتیجہ دے گا اور برعکس (ایک کی نقیض کا استثنا دوسرے کے عین کا نتیجہ دے گا) اور مانعۃ الجمع میں یہ قیاس نتیجہ دے گا قسم اول کا نہ کہ قسم ثانی کا۔ اور مانعۃ الخلو میں نتیجہ دے گا قسم ثانی کا نہ کہ اول کا یہاں قیاس کی مباحث مجمل کلام کے ساتھ انتہاء کو پہنچ گئی ہیں اور تفصیل بڑی کتابوں کے سپرد ہے اور اب ہم ملحقات قیاس میں سے کچھ حصہ ذکر کریں گے۔

تشریح:۔ اس فصل میں قیاس کی دوسری قسم قیاس استثنائی کو بیان کر رہے ہیں۔

قیاس استثنائی وہ ہے جس میں دو قضیوں میں سے پہلا شرطیہ اور دوسرا حملیہ ہو اور ان کے درمیان حرف استثناء بھی موجود ہو اور نتیجہ یا نقیض نتیجہ بھی بعینہ اس میں مذکور ہو۔

اسکے نتیجہ کی وضاحت سے پہلے چند فوائد ذکر کیے جاتے ہیں۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔ قیاس استثنائی میں پہلا قضیہ شرطیہ ہوگا پھر متصلہ لزومیہ ہوگا یا منفصلہ عنادیہ حقیقیہ یا منفصلہ عنادیہ مانعۃ الجمع یا منفصلہ عنادیہ مانعۃ الخلو گویا کہ اس میں چار احتمال ہیں۔ اور شرطیہ متصلہ اتفاقیہ، منفصلہ اتفاقیہ حقیقیہ، منفصلہ اتفاقیہ مانعۃ الجمع، منفصلہ اتفاقیہ مانعۃ الخلو نہیں ہوسکتا کیونکہ ان میں نتیجہ نہیں آتا۔ **فائدہ ﴿۲﴾:۔** اس میں کبریٰ باہر سے نہیں آتا بلکہ صغریٰ ہی سے لیا جاتا ہے، پھر وہ کبریٰ عین مقدم ہوگا یا عین تالی، نقیض مقدم ہوگا یا نقیض تالی۔ **فائدہ ﴿۳﴾:۔** اسکا نتیجہ بھی باہر سے نہیں آتا بلکہ صغریٰ ہی میں موجود ہوتا ہے۔ پھر اسمیں بھی وہی چار احتمال ہیں کہ نتیجہ عین مقدم ہوگا یا عین تالی، نقیض مقدم ہوگا یا نقیض تالی۔

فائدہ ﴿۴﴾:۔ اس کا کبریٰ کیونکہ حرف استثناء کے بعد واقع ہوتا ہے اس لئے اس کو استثناء کہتے ہیں اس کے نتیجہ نکالنے کا طریقہ متصلہ اور منفصلہ میں الگ الگ ہے۔

متصلہ کا نتیجہ نکالنے کا طریقہ:۔ پہلا قضیہ متصلہ ہے تو دوسرا قضیہ یعنی کبری عین مقدم ہوگا یا عین تالی، نقیض مقدم ہوگا یا نقیض تالی، اگر کبری عین مقدم ہے تو نتیجہ عین تالی آئیگا اگر کبری نقیض تالی ہے تو نتیجہ نقیض مقدم آئے گا اور اگر کبری عین تالی یا نقیض مقدم ہے تو نتیجہ نہیں آئیگا۔

قضیہ منفصلہ حقیقیہ میں نتیجہ نکالنے کا طریقہ:۔ اگر پہلا قضیہ منفصلہ حقیقیہ ہے تو کبری اگر عین

مقدم ہے تو نتیجہ نقیض تالی آیگا اگر کبری عین تالی ہے تو نتیجہ نقیض مقدم آیگا اگر کبری نقیض مقدم ہے تو نتیجہ عین تالی آئے گا اور اگر کبری نقیض تالی ہے تو نتیجہ عین مقدم آیگا۔

قضیہ منفصلہ مانعۃ الجمع میں نتیجہ نکالنے کا طریقہ:۔ اگر پہلا قضیہ مانعۃ الجمع ہے تو کبری کی وہی چار حالتیں ہیں اگر کبری عین مقدم ہو تو نتیجہ نقیض تالی آئے گا اگر کبری عین تالی ہو تو نتیجہ نقیض مقدم آئے گا اور اگر کبری نقیض مقدم یا نقیض تالی ہے تو نتیجہ نہیں آئے گا۔

قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو میں نتیجہ نکالنے کا طریقہ:۔ اگر پہلا قضیہ مانعۃ الخلو ہے تو کبری نقیض مقدم ہو تو نتیجہ عین تالی آئے گا اگر کبری نقیض تالی ہے تو نتیجہ عین مقدم آئے گا اور اگر کبری عین مقدم یا عین تالی ہے تو نتیجہ نہیں آئے گا۔ الحاصل: قیاس استثنائی میں بھی سولہ احتمال ہوئے جن میں دس ضروب نتیجہ اور چھ ضروب عقیمہ ہیں۔ ان کی مکمل تفصیل بمع امثلہ نقشہ میں ملاحظہ کریں۔

☆نقشہ قیاس استثنائی☆

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	شرطیہ متصلہ	عین مقدم	عین تالی	ان کان ھذا انسانا فھو حیوان	لکنہ انسان	فھو حیوان
۲	//	عین تالی	×	×	×	×
۳	//	نقیض مقدم	×	×	×	×
۴	//	نقیض تالی	نقیض مقدم	ان کان ھذا انسانا فھو حیوان	لکنہ لیس بحیوان	فھو لیس بانسان
۵	منفصلہ حقیقیہ	عین مقدم	نقیض تالی	ھذاالعدداماان یکون زوجااو فردا	لکنہ زوج	فھو لیس بفرد
۶	//	عین تالی	نقیض مقدم	ھذاالعدداماان یکون زوجااو فردا	لکنہ فرد	فھو لیس بزوج

۷	//	نقیض مقدم	عین تالی	هذا العدد اما ان یکون زوجا او فردا	لكنه ليس بزوج	فهو فرد
۸	//	نقیض تالی	عین مقدم	هذا العدد اما ان یکون زوجا او فردا	لكنه ليس بفرد	فهو زوج
۹	مانعۃ الجمع	عین مقدم	نقیض تالی	هذا الشئ اما ان یکون شجرا او حجرا	لكنه شجر	فهو ليس بحجر
۱۰	//	عین تالی	نقیض مقدم	هذا الشئ اما ان یکون شجرا او حجرا	لكنه حجر	فهو ليس بشجر
۱۱	//	نقیض مقدم	×	×	×	×
۱۲	//	نقیض تالی	×	×	×	×
۱۳	مانعۃ الخلو	عین مقدم	×	×	×	×
۱۴	//	عین تالی	×	×	×	×
۱۵	//	نقیض مقدم	عین تالی	هذا الشئ اماان یکون لا شجرا اولا حجرا	لكنه شجر	فهو لا حجر
۱۶	//	نقیض تالی	عین مقدم	هذا الشئ اماان یکون لا شجرا اولا حجرا	لكنه حجر	فهو لا شجر

فَصْلٌ: اَلْاِسْتِقْرَاءُ هُوَ الْحُكْمُ عَلٰی كُلِّیٍّ بِتَتَبُّعِ اَكْثَرِ الْجُزْئِیَّاتِ كَقَوْلِنَا كُلُّ حَیَوَانٍ یُحَرِّکُ فَكَّهُ الْاَسْفَلَ عِنْدَ الْمَضْغِ لِاَنَّا اسْتَقْرَیْنَا اَیْ تَتَبَّعْنَا الْاِنْسَانَ وَالْفَرَسَ وَالْبَعِیْرَ وَالْحَمِیْرَ وَالطُّیُوْرَ وَالسِّبَاعَ فَوَجَدْنَا كُلَّهَا كَذٰلِکَ فَحَكَمْنَا بَعْدَ تَتَبُّعِ هٰذِهِ الْجُزْئِیَّاتِ الْمُسْتَقْرِیَةِ اَنَّ كُلَّ حَیَوَانٍ یُحَرِّکُ فَكَّهُ الْاَسْفَلَ عِنْدَ الْمَضْغِ وَالْاِسْتِقْرَاءُ لَایُفِیْدُ الْیَقِیْنَ وَاِنَّمَا یَحْصُلُ الظَّنُّ الْغَالِبُ لِجَوَازِ اَنْ لَّا یَكُوْنَ جَمِیْعُ اَفْرَادِ هٰذَا الْكُلِّیِّ بِهٰذِهِ الْحَالَةِ كَمَا یُقَالُ اِنَّ التِّمْسَاحَ لَیْسَ عَلٰی هٰذِهِ الصِّفَةِ بَلْ یُحَرِّکُ فَكَّهُ الْاَعْلٰی

ترجمہ:۔ فصل: استقراء وہ حکم لگانا ہے کل پر اکثر جزئیات کو تلاش کر کے۔ جیسے ہمارا قول کل حیوان

یحرک فکه الاسفل عند المضغ (ہر حیوان چباتے وقت اپنے نیچے والے جبڑے کو ہلاتا ہے)
کیونکہ ہم نے استقراء اور جستجو کی انسان، گھوڑے، اونٹ، گدھے، پرندوں اور درندوں کی تو ہم نے سب کو اسی طرح پایا پس ہم نے ان تلاش شدہ جزئیات کی جستجو کے بعد حکم لگا دیا کہ ہر حیوان چباتے وقت اپنے نیچے والے جبڑے کو حرکت دیتا ہے۔ اور استقراء یقین کا فائدہ نہیں دیتا اور سوا اس کے نہیں کہ (اس سے) غالب گمان حاصل ہو جاتا ہے بوجہ اس بات کے جائز ہونے کے کہ اس کلی کے تمام افراد اس حالت پر نہ ہوں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ مگرمچھ اس صفت پر نہیں ہے بلکہ وہ اپنے اوپر والے جبڑے کو ہلاتا ہے۔

تشریح:۔ شروع میں یہ گزر چکا ہے کہ حجت کی تین قسمیں ہیں ﴿۱﴾ قیاس ﴿۲﴾ استقراء ﴿۳﴾ تمثیل۔ اس فصل میں حجت کی دوسری قسم استقراء کو بیان کر رہے ہیں۔

تعریف استقراء:۔ کسی کلی کے افراد میں جستجو اور تتبع کر کے کوئی خاص چیز یا وصف مشترکہ طور پر ان میں دیکھنے کے بعد اس کلی کے تمام افراد پر اس وصف کا حکم لگا دینے کو استقراء کہتے ہیں جیسے ہم نے حیوانیت کے اکثر افراد مثلاً انسان، گائے، بھینس، اونٹ وغیرہ کو دیکھا کہ وہ کوئی چیز چباتے وقت اپنا نیچے والا جبڑا ہلاتے ہیں اوپر والا جبڑا نہیں ہلاتے پھر ہم نے حیوانیت کے تمام افراد پر یہ حکم لگا دیا کہ تمام حیوان چباتے وقت منہ کا نیچے والا جبڑا ہلاتے ہیں اس کو استقراء کہتے ہیں لیکن چونکہ استقراء یقین کا فائدہ نہیں دیتا اسلئے یہ حکم یقینی نہیں ہے۔ بلکہ سنا گیا ہے کہ مگرمچھ چباتے وقت اپنے نیچے والے جبڑے کی بجائے اوپر والا جبڑا ہلاتا ہے۔

استقراء کی پھر دو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ استقراء تام ﴿۲﴾ استقراء غیر تام۔

استقراء تام:۔ جس میں کلی کے تمام افراد دیکھ کر پھر حکم لگایا جائے اور یہ یقین کا فائدہ بھی دیتا ہے جیسے ہم نے تپائی پر پڑی ہوئی تمام کتابوں کو دیکھا کہ ان میں بند ہونے کی وصف پائی جاتی ہے تو ہم نے ان سب پر بند ہونے کا حکم لگا دیا۔ یہ استقراء تام ہے اس میں چونکہ تمام افراد کو دیکھ کر حکم لگایا جاتا ہے اس لئے یہ یقین کا فائدہ دیتا ہے۔

استقراء غیر تام:۔ کسی کلی کے اکثر افراد کو دیکھ کر حکم لگا دیا جائے جیسا کہ ہم گزشتہ مثال بیان کر چکے ہیں یہ یقین کا فائدہ نہیں دیتا۔

فَصْلٌ اَلتَّمْثِيْلُ: وَهُوَ اِثْبَاتُ حُكْمٍ فِىْ جُزْئِيٍّ لِوُجُوْدِهٖ فِىْ جُزْئِيٍّ اٰخَرَ لِمَعْنًى جَامِعٍ مُشْتَرَكٍ بَيْنَهُمَا كَقَوْلِنَا اَلْعَالَمُ مُؤَلَّفٌ فَهُوَ حَادِثٌ كَالْبَيْتِ وَلَهُمْ فِىْ اِثْبَاتِ اَنَّ الْاَمْرَ الْمُشْتَرَكَ عِلَّةٌ لِلْحُكْمِ الْمَذْكُوْرِ طُرُقٌ عَدِيْدَةٌ مَذْكُوْرَةٌ فِى الْاُصُوْلِ وَالْعُمْدَةُ فِيْهَا طَرِيْقَانِ اَحَدُهُمَا الدَّوْرَانُ عِنْدَ الْمُتَاَخِّرِيْنَ وَالْقُدَمَاءُ كَانُوْا يُسَمُّوْنَهَا بِالطَّرْدِ وَ الْعَكْسِ وَهُوَ اَنْ يَّدُوْرَ الْحُكْمُ مَعَ الْمَعْنَى الْمُشْتَرَكِ وُجُوْدًا وَعَدَمًا اَىْ اِذَا وُجِدَ الْمَعْنٰى وُجِدَ الْحُكْمُ وَاِذَا انْتَفَى الْمَعْنٰى اِنْتَفَى الْحُكْمُ فَالدَّوْرَانُ دَلِيْلٌ عَلٰى كَوْنِ الْمَدَارِ اَعْنِى الْمَعْنٰى عِلَّةً لِلدَّائِرِ اَىِ الْحُكْمِ وَالطَّرِيْقُ الثَّانِىْ اَلسَّبْرُ وَالتَّقْسِيْمُ وَهُوَ اَنَّهُمْ يَعُدُّوْنَ اَوْصَافَ الْاَصْلِ ثُمَّ يُثْبِتُوْنَ اَنَّ مَا وَرَاءَ الْمَعْنَى الْمُشْتَرَكِ غَيْرُ صَالِحٍ لِاِقْتِضَاءِ الْحُكْمِ وَذٰلِكَ لِوُجُوْدِ تِلْكَ الْاَوْصَافِ فِىْ مَحَلٍّ اٰخَرَ مَعَ تَخَلُّفِ الْحُكْمِ عَنْهُ مَثَلًا فِى الْمِثَالِ الْمَذْكُوْرِ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ عِلَّةَ حُدُوْثِ الْبَيْتِ اِمَّا الْاِمْكَانُ اَوِ الْوُجُوْدُ اَوِ الْجَوْهَرِيَّةُ اَوِ الْجِسْمِيَّةُ اَوِ التَّاْلِيْفُ وَلَا شَىْءَ مِنَ الْمَذْكُوْرَاتِ غَيْرَ التَّاْلِيْفِ بِصَالِحٍ لِكَوْنِهٖ عِلَّةً لِلْحُدُوْثِ وَالَّا لَكَانَ كُلُّ مُمْكِنٍ وَكُلُّ جَوْهَرٍ وَكُلُّ مَوْجُوْدٍ وَكُلُّ جِسْمٍ حَادِثًا مَعَ اَنَّ الْوَاجِبَ تَعَالٰى وَالْجَوَاهِرَ الْمُجَرَّدَةَ وَالْاَجْسَامَ الْاَثِيْرِيَّةَ لَيْسَتْ كَذٰلِكَ

ترجمہ:۔ **فصل** تمثیل وہ ایک جزئی والا حکم دوسری جزئی میں ثابت کرنا ہے ان دونوں کے درمیان ایک معنی جامع اور مشترک ہونے کی وجہ سے جیسے ہمارا قول العالم مؤلف فھو حادث کالبیت (جہان مرکب ہے پس وہ حادث ہے گھر کی طرح) اور علماء اصول کیلئے اس بات کو ثابت کرنے میں کہ امر مشترک حکم مذکور کی علت ہوتا ہے متعدد طریقے ہیں جو اصول فقہ میں مذکور ہیں اور دو طریقے ان میں

سے عمدہ ہیں پہلا طریقہ دوران کا ہے متأخرین کے ہاں اور متقدمین اس کا نام طرد وعکس رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حکم معنی مشترک کے ساتھ باعتبار وجود اور عدم (دونوں) کے گھومے یعنی جب معنی مشترک پایا جائے تو حکم بھی پایا جائے اور جب معنی نہ پایا جائے تو حکم بھی نہ پایا جائے پس دوران (چکر لگانا اور گھومنا) دلیل ہے اس پر کہ گھومنے کی جگہ یعنی معنی علت ہے گھومنے والے حکم کیلئے۔ اور دوسرا طریقہ سبر و تقسیم کا ہے اور وہ یہ ہے کہ علماء اصل کے اوصاف کو شمار کرتے ہیں پھر اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ معنی مشترک کے علاوہ کوئی وصف حکم کے تقاضا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور یہ (صلاحیت نہ رکھنا) اس لئے کہ یہ اوصاف دوسرے محل میں ہوں جہاں حکم ان اوصاف سے متخلف (پیچھے ہٹنے والا) ہے مثلاً مثال مذکور میں علماء کہتے ہیں کہ حدوث بیت کی علت امکان ہے، یا وجود ہے، یا جوہریت ہے، یا جسمیت ہے، یا مرکب ہونا ہے اور مذکورہ اوصاف میں سے ترکیب کے علاوہ کوئی وصف بھی اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ وہ حدوث کی علت بنے ورنہ تو ہر ممکن، ہر جوہر، ہر موجود اور ہر جسم حادث ہوگا باوجودیکہ واجب تعالیٰ اور جواہر مجردہ اور اجسام اثیریہ اس طرح نہیں ہیں۔

تشریح:۔ اس فصل میں حجت کی تیسری قسم تمثیل کا بیان ہے۔

اس تمثیل کو فقہاء قیاس کہتے ہیں جس کو قیاس کیا جائے اس کو مقیس، جس پر قیاس کیا جائے اس کو مقیس علیہ اور معنی مشترک کو علت کہتے ہیں۔ بہر حال اس کی تعریف جو مصنفؒ نے کی واضح ہے کہ ایک جزئی والا حکم دوسری جزئی میں ثابت کرنا کسی معنی جامع اور مشترک کی وجہ سے جیسے العالم مؤلف فھو حادث کالبیت یعنی گھر مرکب ہونے کی وجہ سے حادث ہے اس پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ عالَم بھی حادث ہے کیونکہ یہ بھی مرکب ہے۔ علماء اصول متعدد طریقوں سے اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ امر مشترک حکم مذکور کی علت ہوتا ہے جن میں سے دو طریقے عمدہ ہیں۔ پہلا طریقہ: متأخرین کے ہاں اس کا نام دوران ہے اور متقدمین اس کا نام طرد وعکس رکھتے ہیں۔ یعنی جب معنی مشترک پایا جائے تو حکم بھی پایا جائے اور جب معنی نہ پایا جائے حکم بھی نہ پایا جائے یہ دوران اس بات کی دلیل ہوگا کہ یہی معنی مشترک حکم کی علت ہے۔ دوسرا طریقہ: سبر و تقسیم کا ہے سبر لغۃ امتحان کرنے کو

کہتے ہیں (قاموس) اور یہاں سبر کا مطلب یہ ہے کہ مقیس علیہ کے اوصاف کو غور سے معلوم کر کے یہ پتہ چلائیں کہ ان میں سے کون سا ایسا وصف ہے جو مقیس مقیس علیہ میں مشترک ہے۔اس طریقہ کا حاصل یہ ہے کہ اصل اور مقیس علیہ کے سارے اوصاف کو دیکھ کر اس بات کو ثابت کیا جائے کہ معنی مشترک کے علاوہ کوئی اور وصف حکم کا تقاضا نہیں کر سکتا اور حکم کی علت نہیں بن سکتا کیونکہ باقی اوصاف ایسی جگہ میں ہیں کہ ان سے حکم متخلف ہے۔جیسا کہ مذکورہ بالا مثال میں اصل یعنی بیت کے اوصاف کو دیکھا گیا تو اس میں مندرجہ ذیل اوصاف پائے گئے امکان، وجود، جوہریت، جسمیت اور مرکب ہونا جن میں سے ترکیب کے علاوہ کوئی وصف بھی حدوث کی علت نہیں بن سکتا ورنہ تو ہر ممکن، ہر جوہر، ہر موجود اور ہر جسم حادث ہوگا حالانکہ واجب تعالیٰ جواہر مجردہ وغیرہ حادث نہیں ہیں

فائدہ:۔ جواہر مجردہ اور اجسام اثیریہ کا حادث نہ ہونا یہ فلاسفہ کا باطل نظریہ ہے صحیح یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز حادث ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝

بحمد اللہ تعالیٰ